مُرشِدُ الأنام

إلى

رُؤيةِ الهِلال

وأحكامِ الصّيام

مسئلہ رؤیتِ ہلال اور احکامِ صیام کا تحقیقی جائزہ

تالیف

شیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلۃ حفظہ اللہ تعالیٰ

مترجم

علامہ محمد سجاد حسین شامی

(فاضل دمشق، شام)



گلوبل اسلامک مشن انک



نام کتاب:--﴿عربی﴾---مُرشِدُ الأنامِ إِلیٰ رُؤیَۃِ الهِلالِ وأحکامِ الصِّیَامِ
﴿اردو﴾---مسئلہ رُؤیتِ ہلال اور احکام صیام کا تحقیقی جائزہ
مؤلف:---شیخ عماد الدین بن احمد بن أبی حجلۃ
مترجم:---علامہ محمد سجاد حسین شامی ﴿ہری پور ہزارہ، پاکستان﴾
کمپوزنگ:---غزالہ احمد ﴿نیویارک، امریکہ﴾
کور ڈیزائن و پیج سیٹنگ:---منصور احمد اشرفی ﴿نیویارک، امریکہ﴾
اشاعت:---جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ---بمطابق---فروری ۲۰۱۸ء
تعداد:---۳۰۰۰ قیمت:---

﴿ملنے کا پتا﴾

﴿۱﴾-- دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ: رحمانیہ روڈ، ہری پور ہزارہ، پاکستان
+92 (0)346-569-2963

﴿۲﴾-- جامعہ غوثیہ اسلامیہ: شاہ فیصل کالونی، کراچی، پاکستان
+92 (0)346-298-5267

﴿۳﴾-- 
NORTH AMERICAN ISLAMIC FOUNDATION
P.O. BOX 985 HERNDON, VA 20172 | USA
www.naifcenter.org | naifcenter@gmail.com

﴿۴﴾-- 

GLOBAL ISLAMIC MISSION, INC.
73 Hi View Dr. Wingdale, NY 12594 | USA
www.realmessageofislam.com | gimusa@gmail.com

﴿۵﴾-- 

MA MISSION Learning Centre
365 Halliwell Rd. (opp. Lloyds Bank) | Bolton, BL1 8DE
07448 965 871 | info@ma-mission.co.uk

﴿۶﴾-- 

SUFFAH FOUNDATION
P.O. BOX 1625 HUDDERSFIELD, HD1 9QW | USA
www.suffahfoundation.com | info@suffahfoundation.com

﴿فہرستِ موضوعات﴾

﴿باب سوم﴾

﴿خاتمۃ الکتاب﴾

اظہار تشکر

(محمد مسعود احمد، سہروردی اشرفی)

یہ حقیر فقیر محمد مسعود احمد جو اللہ رب العزت کے کرم سے سہروردی، اشرفی، نعیمی، اور رضوی نسبت رکھتا ہے بحیثیت خادم الفقراء والعلماء، اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کے ساتھ ساتھ دِل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہے۔۔۔

☆۔۔۔جناب حافظ محمد یوسف صاحب زیدہ مجدہٗ (ورجینیا، یو ایس اے)

☆۔۔۔جناب علامہ پیر نور المصطفیٰ رضوی صاحب مدظلہ العالی (شیخوپورہ، پاکستان)

☆۔۔۔جناب علامہ غلام مرتضیٰ شاذی صاحب مدظلہ العالی (شیخوپورہ، پاکستان)

اور

☆۔۔۔جناب علامہ محمد سجاد حسین شامی صاحب حفظہ اللہ (ہری پور ہزارہ، پاکستان)

۔۔۔کا، جن کے تعاون سے دینِ متین کی اِس خدمت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے قابل ہوا۔۔۔مزید براں۔۔۔میں شکر گزار ہوں اہلِ سنت و جماعت کے اُن تمام اداروں کا جو ہماری تصانیف کی ترسیل (فری ڈسٹری بیوشن) میں ہمارے ساتھ تعاون فرماتے ہیں۔ خصوصی طور پر ہم شکر گزار ہیں جناب محمد عمر حیات قادری صاحب جن کا تعلق صفہ فاؤنڈیشن (ہوڈرسفیلڈ، یوکے) سے ہے، اور جناب شبیر اسمائیل پٹیل صاحب جن کا تعلق محدثِ اعظم مشن (بولٹن، یوکے) سے ہے، اور جناب مفتی محمد ایوب صاحب اشرفی جن کا تعلق اسلامک ایجوکیشن سینٹر (بولٹن، یوکے) سے ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سب اَحباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مجھے، میرے اہلِ خانہ کو اور اُن تمام معاونین کو جنہوں نے اس کام میں میرے ساتھ حصہ لیا، دین کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِىْ هُوَ قُطْبُ الْجَلَالَةِ

وَشَمْسُ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ وَالْهَادِىْ مِنَ الضَّلَالَةِ وَالْمُنْقِذُ

مِنَ الْجَهَالَةِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ

﴿"مجموعہ صلوات الرسول" از۔۔۔خواجہ محمد عبدالرحمٰن علوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

چھوہر شریف، ہری پور ہزارہ، پاکستان﴾

﴿ مسئلۂ رؤیتِ ہلال اور اَحکامِ صیام کا تحقیقی جائزہ ﴾

☆ رمضان شریف اور عید الفطر کے لیے رؤیتِ ہلال کا اِثبات اور حساب کرنے کے عمل کا ردِّ بلیغ۔

☆ روزے اور اس کے متعلق اہم مسائل۔

﴿عرض ناشر﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَاٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ

اَمَّا بَعۡدُ:

لاریب! کتابِ ھٰذا، ''مرشدالانام اِلٰی روٴیتِ الھلال واحکام الصیام'' یعنی ''مسئلہٴ روٴیتِ ہلال اوراحکام صیام کاتحقیقی جائزہ'' اپنے عنوان کے تحت اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک شاندار اور پُر مغز کتاب ہے جسے عربی زبان میں جناب محترم شیخ عمادالدین بن احمد بن ابی حجلة حفظہ اللہ نے تالیف فرمایا اور جسے اردو زبان میں ترجمہ فرمایا جناب محترم علامہ محمد سجاد حسین شامی صاحب حفظہ اللہ نے۔ اوراب ہمیں اِس عظیم کتاب کواردو میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ ہر نعمت پر رب ذوالجلال کا جتنا شکر اَدا کیا جائے وہ کم ہی ہوگا کیونکہ مخلوق کے اختیار ہی میں نہیں کہ خالقِ کُل کا کماحقہٗ شکر اَدا کر سکے، البتہ وہ رحیم وکریم مالک خود ہی اپنے فضل وکرم سے اوراپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقہٴ جلیلہ کے طفیل تھوڑے شکر ہی کو قبول فرمالے تو بندوں کا دونوں جہانوں میں بھلا ہوجاتا ہے۔ اللہ رب العزت سے قبولیت کی درخواست ہے۔

آج امتِ مسلمہ جس انتشار کا شکار ہے اور مسلمانوں کے علم دین اور اِس کے مطابق عمل کا گراف جس تیزی سے نیچے جارہا ہے، صرف اپنے ہی نہیں پرائے بھی اُس سے واقف ہیں۔ نام نہاد صوفی، بے عمل علماء، سیاست ودُنیاداری کی نجاستوں میں پڑے ہوئے اسلامی اداروں کے منتظمین، علم واخلاق سے عاری آئمہ مساجد، اسٹیج کی زینت بننے کے لیے تڑپنے اور ترسنے والے مخیرّ حضرات اور ُبھٹکے ہوئے آہوٗ کی مانند عوام الناس، سب ہی کا حال کچھ ڈھکا چھپا نہیں۔ جس کے ہاتھ میں قلم آگیا مفسر قرآن بن بیٹھا، ناقص علم کے باوجود احادیثِ نبویہ کی جدید شرحیں کی جارہی ہیں، بلکہ ایک طبقہ تو حدیثِ نبوی کو مٹانے ہی کے درپے ہے۔ نیز مصلحت اور صلح کلی کے مارے ُمتلاشیانِ ریاست' آئے دن نئے نئے فتنے پیدا کر کے مسلمانوں کو دین سے دُور کرتے جارہے ہیں۔

ہم چالیس ۴۰ سال سے امریکہ میں آباد ہیں اور پچھلی تین چار دَہائیوں میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان نقل مکانی کر کے یورپ اور امریکہ میں آباد ہوچکے ہیں جہاں ان کے مالی مسائل تو کچھ کم ہوگئے ہیں مگر وہ دوسرے ایسے مسئلوں میں پھنس چکے ہیں اور َگھر چکے ہیں جہاں سے نکلنا کچھ آسان کام نہیں اور بعض تو دین کے

بدلے دُنیا حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ کھو کر بھی ہوش میں نہیں آ رہے ہیں۔ وقت تھوڑا ہے اور کام بہت زیادہ! لہٰذا رب تبارک وتعالیٰ ہی سے مدد کی درخواست ہے۔

مغربی ممالک اور خاص طور پر شمالی امریکہ جس میں ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا شامل ہیں، اُن میں بسنے والے مسلمان جہاں دوسرے مذہبی مسائل کا شکار ہیں وہاں 'رؤیتِ ہلال' اور اِس کے ذریعے اسلامی مہینوں، خاص طور پر رمضان المبارک کا آغاز واختتام ایک گھمبیر مسئلہ بن چکا ہے۔ اور اب کسی ایک ملک اور علاقے ہی کے نہیں بلکہ ایک ہی گھر کے افراد مختلف دنوں میں عید مناتے اور روزوں کا آغاز واختتام کرتے ہیں۔ دو۲ دو۲ نہیں تین۳ تین۳ عیدیں ہوتی ہیں اور شرعِ متین سے پہلے ہی دُور بھاگنے والے ماڈرن مسلمان اور غیر مسلمان ظاہر و باطن میں اسلام کا خوب خوب مذاق اُڑاتے ہیں۔

دو۲ دو۲، تین۳ تین۳ عیدیں اَدا کرانے والے، اسلام کو مذاق بنانے اور بنوانے والے، اور مجبور مسلمان جو کسی نہ کسی ادارے، مسجد، لیڈر یا امام سے منسلک ہوتے ہیں اپنے اپنے گروپ اور دھڑوں کی پیروی کرتے ہیں، اور بعضے تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ہو کیا رہا ہے اور وہ کر کیا رہے ہیں۔ اِن میں ۹۹ فیصد افراد یہ تک نہیں جانتے کہ ہمارے نبی ﷺ نے نہایت ہی سادہ اور آسان انداز میں اپنی احادیثِ مبارکہ کے ذریعے اسلامی مہینوں، خاص طور پر رمضان المبارک کے آغاز واختتام کے تعلق سے ہماری شاندار، اور ہر جگہ و ہر حالت میں قابلِ عمل رہنمائی فرمادی ہے۔ اب ہمیں صرف اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر، اپنی جہالت کو دُور کر کے، دینِ متین کا علم حاصل کرنا ہے اور پھر اُس پر عمل کرنا ہے۔ مگر کیا کریں کہ اب مسلمانوں کے لیے اپنے عمل سے اپنے دین کا مذاق اُڑانا اور اُڑوانا، علمِ دین حاصل کرنے سے کہیں زیادہ عزیز ہو چکا ہے۔

آپ سوچیں گے کہ یہ عرضِ ناشر ہے یا کوئی مقالہ، کہ اتنی تمہید باندھی جا رہی ہے اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ ہو رہا ہے۔ نیت صرف یہ ہے کہ بتاتے رہنا اِس امت کا خاصہ ہے اور بتاتے رہنے سے کبھی فائدہ ہو ہی جاتا ہے۔ بڑے کچھ نہیں بتا رہے تو ہم چھوٹوں ہی کو قلم اُٹھانا پڑ رہا ہے۔۔۔ آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ یہاں نیو یارک کی ایک مسجد کے چیئرمین نے لوگوں کے مجمع میں ایک جمہوری اعلان فرمایا کہ ''یار چھوڑو، ان مولویوں کے جھگڑے کو! ہاتھ اُٹھا کر یہ بتاؤ کہ عید کل کرنی ہے یا پرسوں؟۔۔۔ ہمارے علاقے کی ایک بہت بڑی مسجد کے ماڈرن امام، بھری مسجد میں بڑے وثوق سے یہ دعویٰ کرنے لگے کہ ''اگر حضور اکرم ﷺ بھی آج ہوتے تو وہ بھی سائنس کے مطابق مہینوں کا آغاز واختتام فرماتے کیونکہ یہ طریقہ بہت آسان ہے اور دین میں آسانی ہے دشواری نہیں'' (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)۔۔۔ ایک ادارے کے 'روحِ رواں' فرمانے لگے ''ہم آخری وقت تک انتظار نہیں کر سکتے لہٰذا ہم تو سعودی

کہ ایک مسجد کے چیئرمین بھی ہیں بڑے متکبرانہ انداز میں کہنے لگے، ''اجی تین مہینے پہلے ۲۰ ہزار ڈالر دے کر فائیو اسٹار ہوٹل میں ہال بک کروایا ہے، تو کیا ہم آپ کے چاند کی رؤیت کے چکر میں پڑے رہیں گے''۔۔۔ایک 'مقتدر' امام صاحب بڑے ہی معصومانہ اور پُر حکمت انداز میں عرض کرنے لگے، ''حضرت! اگر ہم نے کل عید نہ کی، تو سارا فطرہ اور چندہ تو وہ لوگ لے جائیں گے، پرسوں ہمیں کیا ملنے والا ہے''۔۔۔رات کے بارہ ۱۲ بجے ہمارے ایک دوست کا فون آیا ''مسعود بھائی کل آپ کو نماز پڑھانی ہے، میں نے کہا! مگر ہماری امریکہ کی رؤیتِ ہلال کمیٹی نے چاند نظر آجانے کا اعلان نہیں کیا''۔ کہنے لگے، ''ہم مجبور ہیں ہمارے علاقے کی ساری مسجدیں کل ہی عید کر رہی ہیں''۔۔۔واقعی یہ سارے لوگ کسی نہ کسی وجہ سے مجبور ہیں۔۔۔مگر کیا اِن کی یہ مجبوریاں اور شریعت کی کھلی مخالفتیں معاف ہو جائیں گی؟۔

حیران کن بات یہ ہے کہ یہی سارے 'مجبور' حضرات وہ ہیں جن کے حصے میں اُن علمائے کرام کی میزبانی کا شرف آتا ہے جو پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور دوسرے ممالک سے امریکہ وغیرہ کا مذہبی دورہ کرنے آئے ہوتے ہیں، اور حسبِ کوشش اپنی جھولیاں بھی بھر کر یہاں سے لے جاتے ہیں، مگر انہوں نے یہاں کے مذہبی مسائل کے تعلق سے کبھی کسی کی رہنمائی نہیں فرمائی۔۔۔ایک درمند صاحب فرمانے لگے 'ارے حضرت اِن کی تو روز ہی عید ہوتی ہے انہیں ہماری عیدوں سے کیا غرض''۔

اِس سے زیادہ باعثِ شرم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی آبادی اِن علاقوں میں بڑھ جانے کے بعد لوکل اتھارٹیز نے مسلمانوں کے تہوار، خاص طور پر عیدین وغیرہ کے موقعوں پر اسکول وغیرہ میں تعطیل کا فیصلہ کیا تو حیران ہو گئے کہ اِن مسلمانوں کو کس دن چھٹی دی جائے کیونکہ کوئی کسی دن اور کوئی کسی دن عید مناتا ہے۔ لہٰذا عقلاً 'اُس طبقے کی بات مان لی گئی جس نے آئندہ آنے والے کئی سالوں کی عیدوں کا حساب لگا کر تاریخیں اِن لوکل اتھارٹیز کو دے دیں کہ اِن تاریخوں کو دیکھ لیں اور اپنے اپنے Calenders میں مسلمانوں کے لیے تعطیل کا انتظام کر دیں۔ اب بتایئے کہ وہ مسلمان جو اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے 'رؤیتِ ہلال' کے مطابق اپنے اسلامی مہینوں کا آغاز اور اختتام کرنا چاہتے ہیں، وہ کہاں جائیں؟ اور اُن ماڈرن سیاسی علماء سے کیسے اپنے آپ کو بچائیں جو حضور ﷺ کی احادیث کو مٹانے۔۔یا۔۔کم از کم ناقابلِ عمل قرار دینے کے درپے ہیں۔

ایسے میں، ہم نے فیصلہ کیا کہ شیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلۃ کی تالیف کردہ کتاب 'مرشد الانام اِلٰی رؤیتِ الہلال واحکامِ الصیام' جو اِس موضوع پر نہایت دقیق اور تحقیق پر مبنی کتاب ہے، اِس کا اردو اور انگریزی زبان میں ترجمہ کرا کے اگر تمام آئمہ مساجد و کمیٹیوں کو دین کی خدمت کے طور پر تحفۃً پیش کر دیا جائے، اور وہ اُسے

زبان میں ترجمہ کراکے اگر تمام آئمہ مساجد و کمیٹیوں کو دین کی خدمت کے طور پر تحفۃً پیش کر دیا جائے، اور وہ اُسے پڑھ بھی لیں تو شاید 'رویتِ ہلال' کے تعلق سے کافی و وافی علم حاصل ہو جانے کے بعد اور اِس مسئلے کی باریکیوں کو جان لینے کے بعد اُن کی مجبوریاں، اگر علم کی کمی پرمبنی ہیں تو دُور ہو جائیں، اور وہ اِس اہم مسئلے میں شریعت کی پابندی کر کے لاکھوں مسلمانوں کی عبادات خاص طور پر رمضان المبارک کی برکت بھری عبادتوں کی درستگی کے لیے اپنے اپنے فرائضِ منصبی کو پورا کر سکیں ۔۔۔علاوہ ازیں۔۔۔انگریزی زبان میں جب لوکل اتھارٹیز اس مسئلے کو جان جائیں اور اس کی شرعی حیثیت سے واقف ہو جائیں، تو تعطیل کا تو جو بھی وہ فیصلہ کریں اُس سے ہمیں کوئی ایسی خاص غرض نہیں ہے، بس وہ یہ جان لیں کہ دو۲ دو۲، تین۳ تین۳ عیدیں وغیرہ جو کچھ ہو رہا ہے مسلمانوں کی علمی کمزوری اور ان کے لیڈروں کی انا، ضد اور گمراہی کا نتیجہ ہے، اسلامی شریعت ناقص نہیں۔

شیخ عمادالدین بن احمد بن ابی حجلۃ مذہبِ اسلام اور مسلکِ حقہ اہلِ سنت و جماعت کے ایک عظیم عالمِ دین ہیں۔ آپ شافعی المسلک ہیں، مگر چاروں مسالک کی فقہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ دین کی خدمت اور حق کے بیان میں ہر لمحہ بے لوث پیش پیش رہتے ہیں۔ چونکہ ہمارے دوست ہیں، لہٰذا ہم جانتے ہیں کہ آج امت میں ایسے عالم باعمل، خال خال نظر آتے ہیں۔ اور یہ بات اُن کی شخصیت اور اُن کی تصانیف سے بھی اظہر من الشمس ہے۔ دُنیائے عرب کے سینکڑوں شیوخ سے ارادت و اجازت کے باوجود حضور شیخ الاسلام والمسلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی، کچھوچھوی مدظلہ العالی کی خلافت پر ناز کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زبردست مداح ہیں، آپ کو مجددِ وقت مانتے ہیں اور ہماری دی ہوئی اعلیٰ حضرت کی عربی میں کتابوں کا نہ صرف مطالعہ کرتے رہتے ہیں بلکہ جا بجا اعلیٰ حضرت کا ذکر اور تعریف بھی فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عمر میں اور صحت میں برکت عطا فرمائے، اور اُن کو۔۔۔نیز۔۔۔اُن کے ذریعے ہمیں بھی دینِ متین کی بیش از بیش خدمت کے مواقع عطا فرمائے (آمین!)۔ واضح رہے کہ کتابِ ھٰذا میں قرآنی آیات کا جو ترجمہ درج کیا گیا ہے وہ اردو ترجمۂ قرآن بنام 'معارف القرآن' سے لیا گیا ہے جو کہ تصنیفِ لطیف ہے محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی قدس سرہٗ کی جو کہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہٗ العالی کے والدِ گرامی ہیں۔ اس ترجمۂ قرآن کو گلوبل اسلامک مشن (نیویارک، امریکہ) کے تحت ۲۰۰۱ء میں شائع کرنے کی سعادت بھی ہمیں حاصل ہو چکی ہے۔ یہ ترجمۂ قرآن اہلِ سنت و جماعت کے تراجم قرآن میں ایک اہم اضافہ ہے۔

ہم نے جناب حافظ محمد یوسف صاحب جو نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن (ورجینیا، امریکہ) کے روحِ رواں ہیں اور دینِ اسلام و مسلک حقہ کی خدمت کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں، سے ذکر کیا تو انہوں نے اپنے

علامہ غلام مرتضیٰ شاذی صاحب مدظلہ العالی کے ذریعہ کتابِ ھٰذا کے اردو ترجمے کے لیے جناب علامہ محمد سجاد حسین شامی صاحب حفظہ اللہ کا انتخاب فرمایا اور شامی صاحب نے اس کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ وقتاً فوقتاً اس ترجمے کا قلمی مسودہ ہمارے پاس نیویارک، امریکہ پہنچتا رہا جہاں اس کی کمپوزنگ ہم کرتے اور کرواتے رہے اور آج یہ اہم کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم اللہ رب العزت کے اس کرم کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

جناب علامہ شامی صاحب، مترجم کتاب ھٰذا، نے جس انداز اور عرق ریزی سے اِس عربی کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے یہ اُن ہی کا خاصہ ہے اور اُن کے اساتذہ کے لیے قابلِ فخر بات بھی۔ ترجمہ پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف ومؤلف نے یہ کتاب اردو ہی میں قلمبند فرمائی ہے۔ اب ہمارے لیے اِس کتاب کو انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا اور کروانا آسان ہوگیا ہے، اور پھر وہاں سے ان شاءاللہ دوسری زبانوں میں بھی کام ہو سکے گا۔ شامی صاحب نے نہ صرف یہ کہ ترجمہ فرمایا بلکہ طباعت سے پہلے کمپوزنگ کی بڑی ہی ذمہ داری سے فائنل پروف ریڈنگ بھی فرمائی جس کے لیے نہ صرف ہم بلکہ حافظ محمد یوسف صاحب اور شیخ عماد الدین خود بھی بہت خوش اور شکر گزار ہیں۔ علم دوست احباب کے لیے خوشخبری کی بات ہے کہ علامہ محمد سجاد حسین شامی صاحب نے شیخ عماد الدین کی چالیس ۴۰ احادیثِ نبویہ کی تشریح وتوضیح پر مشتمل ایک دوسری عربی کتاب بنام 'ارشاد السالکین' کا اردو ترجمہ بھی مکمل کر دیا ہے جس کو ہم ان شاءاللہ جلد ہی اردو اور انگلش دونوں زبانوں میں علیحدہ علیحدہ زیورِ طبع سے آراستہ کریں گے۔ اللہ رب العزت مترجم حفظہ اللہ کو بہترین جزاء عطا فرمائے، ان کی صحت وعمر میں برکت عطا فرما کر انہیں دین ودُنیا کی بے شمار نعمتوں سے نوازے۔ (آمین!)

ہم علامہ پیر نور المصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی، اور علامہ غلام مرتضیٰ شاذی صاحب مدظلہ العالی کے بھی بے حد ممنون ہیں کہ آپ دونوں بزرگ ہمارا وسیلہ بنے اور اپنی نگرانی وسرپرستی میں اِس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔۔۔ نیز ۔۔۔ انہوں نے ہمارے اور علامہ محمد سجاد حسین شامی صاحب کے درمیان وہ رابطہ استوار فرما دیا کہ ان شاءاللہ آئندہ بھی ہم سب ایک کڑی سے منسلک ہو کر دینِ متین ومسلک حقہ کی بیش از بیش خدمت کر سکیں گے۔ یہ اُن کے لیے بھی صدقۂ جاریہ ہے۔ جناب علامہ پیر نور المصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی نے کتابِ ھٰذا کے لیے تقریظ قلمبند فرما کر ایک بہترین اور ضروری اضافہ فرمایا، اور مترجم کتابِ ھٰذا کے تعلق سے کافی مفید معلومات فراہم فرمائیں، اس کے لیے بھی ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔ اَے پروردگارِ عالَم اِن تینوں حضرات کی عمر اور صحت میں برکتیں عطا فرما۔ (آمین!)

کسی بزرگ کی یہ بات درست ہے کہ دینِ اسلام کا کوئی کام سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے رکتا نہیں البتہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے رُک جاتا ہے۔ مگر بہر حال سرمایہ کا بھی اپنا ایک کردار ہے، لہٰذا تین ۳ میں سے ایک حصہ

کی ذمہ داری جناب حافظ محمد یوسف صاحب، اور ایک حصہ کی ذمہ داری اعجاز احمد صاحب نے قبول فرمائی، اور باقی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہم نے پوری کر دی۔ لہٰذا ہم اِس سلسلے میں اللہ رب العزت کا شکر اَدا کرنے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب، اُن کے رفقاء کار اور اعجاز احمد صاحب کے بے حد شکر گزار ہیں۔ غزالہ احمد کے صاحبزادے اقبال احمد کی کمپیوٹر کی مدد کے بغیر ہم کمپوزنگ اور پیج ڈیزائننگ کا کام نہ کر سکتے تھے، لہٰذا ان کا شکریہ اَدا کرنا بھی ضروری ہے۔

۔۔علاوہ ازیں۔۔ہم شیخ عماد الدین صاحب کہ انہوں نے ہمیں اپنی کتاب کا ترجمہ اور اس کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اپنی اہلیہ رخسانہ احمد کہ انہوں نے پروف ریڈنگ میں معاونت فرمائی، اپنے فرزندِ عزیز منصور احمد کہ انہوں نے کتاب کے ۴۰ سے زائد سیمپل بنا کر ہمیں دیئے جو ہم نے تاثرات لینے کے لیے علماء کرام کی خدمت میں پیش کیے، اور برادر وسیم احمد کہ مختلف مراحل میں وہ ہماری مدد کرتے ہیں، سب کے دِل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہیں۔ علامہ علوی صاحب، سید ریاض علی صاحب، مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب، عمر حیات قادری صاحب، مسرور احمد قریشی صاحب، اور برادر فرید احمد صاحب بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جو دین اسلام کی خدمت میں ہمارے شانہ بہ شانہ چلتے رہتے ہیں۔ اللہ رب العزت ان تمام احباب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، اُن کی عمر اور صحت میں برکتیں عطا فرمائے اور تمام علمائے اہلِ سنت کی حفاظت فرمائے۔ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ ہمیں اپنا شکر گزار اور فرمانبردار بندہ بنائے اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کا سچا غلام اور فرمانبردار امتی بننے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔

امین بجاہ نبی الکریم والہٖ و اصحابہٖ اجمعین

خادم الفقراء والعلماء

محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی

چیئرمین، گلوبل اسلامک مشن (نیویارک، امریکہ)

فروری ۱۰/ ۲۰۱۸ء

+1-914-319-3839

mmahmed92@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد:

أنا العبد الفقير الى رحمة ربه عمادالدين بن أحمد بن أبي حجلة أقول بأن العلامة الشيخ محمد سجاد حسين شامي الحنفي الباكستاني حفظه الله تعالى قد سألني أن أجيزه إجازة خاصة بترجمة كتابي (**مرشد الأنام الى رؤية الهلال وأحكام الصيام**) وكتاب (**الأربعين في إرشاد السالكين**) وكتاب (**النجوم اللامعة في ثقافة المسلم الجامعة**) من اللغة العربية الى اللغة الأوردية وكذلك إجازة عامة بتدريس جميع كتبي.

وإنني أقول وبالله التوفيق لثقتي بعلم الشيخ الجليل وأنه تلقى العلوم الشرعية وخاصة اللغة العربية على كبار علماء سوريا وباكستان وقد أبدع في ترجماته للكتب بأني أجيزه إجازة خاصة بترجمة كتبي المذكورة أعلاه من اللغة العربية الى اللغة الأوردية، وإجازة عامة بتدريس جميع كتبي حتى تعم الفائدة والمنفعة بما سيترجم ويعلم باللغة اللأوردية.

كما وأتقدم بالنصح لي وللشيخ الجليل بتقوى الله تعالى في السر والعلن، والإخلاص في جميع الأقوال والأفعال والأحوال وأن ينفعنا بما علمنا ويعلمنا ما ينفعنا ويزيدنا من فضله علما، وأن يدعوا لي ولوالدي وأولادي. والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.



بسم الله الرحمن الرحيم

والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وأصحابه أجمعين وبعد:

I am the poor for Allah's mercy, **Imadudeen Ahmad Abu Hijleh**, was asked by **Alama Shaykh Muhammad Sajjad Hussain Shami, Al Hanafi, Al Pakistani** (my Allah protect him) to give him a specific ijaza (permission) to translate my books **"Murshid Al-Anam Ila Ru'yat Al Hilal wa Ahkam as-Siyam"** and the Book of **"Al Arbain fee Irshad as-Salikeen"** and **"An-Najum A-Lamia fee Thaqafit al-Muslim Al-Jamia"** from the Arabic language to the Urdu language and a general ijaza to teach all of my books.

Because I trust the Shaykh's tremendous knowledge in the Islamic Sciences, especially the Arabic Language, as I knew that he studied these sciences with very well-known world scholars in Syria and Pakistan, I am giving him a specific ijaza to translate my books mentioned above from the Arabic language to the Urdu language and a general ijaza to teach all my books, so others can benefit from this knowledge.

I advise him, including myself, to have taqwa for Allah (SWT) and the sincerity in every speech, every action, every status and to make dua for me, and my parents, my children and family.

والحمد لله رب العالمين

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين

Imadudeen Ahmad Abu hijleh

عماد الدين بن أحمد بن

﴿تقریظ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی مدظلہ العالی﴾

مسئلہ رؤیتِ ہلال اوراحکام صیام کے تحقیقی جائزے پر مشتمل عربی کتاب 'مرشد الانام الی رؤیت الہلال واحکام الصیام'، فضیلۃ الشیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلۃ کی تصنیف لطیف ہے، اِس مفید اور تحقیقی کتاب کا اردو ترجمہ اِس وقت پیش نظر ہے۔ اِس کتاب کے مترجم ممتاز دینی اسکالر علامہ محمد سجاد حسین شامی حفظہ اللہ تعالیٰ صاحب علم و فضل اور باصلاحیت عالم دین ہیں۔ عربی ادب وزبان پر انہیں عبور حاصل ہے۔ قحط الرجال کے دَور میں ایسے علماء کا وجود غنیمت ہے۔ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ (خیبر پختونخواہ، پاکستان) میں ان سے میری پہلی بالمشافہ ملاقات ہوئی، کچھ علمی مباحث پر گفتگو ہوئی۔ اِس ملاقات میں اُن کی علم دوستی، معارف پروری اور سادگی سے میں بہت متاثر ہوا، اور پھر رابطے بڑھتے چلے گئے۔

میں ذاتی طور پر اُن کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری گزارش پر کتاب ھٰذا کا اردو ترجمہ کرنے کی ذمہ داری قبول کی اور پھر ترجمہ کرنے کا حق اَدا کر دیا۔ فاضل جلیل علامہ محمد سجاد حسین شامی ۷/دسمبر ۱۹۷۹ء کو ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مناظر اسلام، شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد اسلم نقشبندی ہزاروی رحمہ اللہ پوری زندگی امام احمد رضا حنفی قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ القوی کے مسلک کی پاسبانی اور ترجمانی کرتے رہے۔ مفتی محمد اسلم نقشبندی ہزاروی، صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ متواضع طبیعت کے حامل، خوش گفتار، باعمل عالم دین تھے۔ چہرے کی نورانیت دیدنی تھی۔ حیات مستعار کے آخری سال شدت کی گرمی میں بھی، پیرانہ سالی، علالت و نقاہت کے باوجود ماہِ رمضان المبارک کے پورے روزے رکھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آج کے مسلمان ماہِ صیام کی فضیلت وشان اور روزے کی اہمیت سے غافل ہیں، اور روزہ خور ہیں۔

۲۶/دسمبر ۲۰۱۶ء کو آپ کی نمازِ جنازہ استاذ العلماء مولانا پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی، مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ کے بعد قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا۔۔۔ مفتی محمد اسلم صاحب نے تحریکِ ختمِ نبوت میں شاہ پور جیل (سرگودھا) میں میرے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور ایامِ اسیری کے دوران ماہِ رمضان کے روزے بھی رکھے۔ پھر فرمایا۔۔۔ مفتی صاحب کے چہرے کو دیکھو، ایسے ہوتے ہیں سنی علماء کے چہرے!۔

مترجم کتابِ ھٰذا اپنے والد محترم کے روحانی فیضان کے امین ہیں۔ انہوں نے جامعہ اسلامیہ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اگست ۲۰۰۲ء میں پنجاب یونیورسٹی (لاہور) سے ایم۔اے، عربی (MA,Arabic) کی ڈگری درجہ اول میں حاصل کی۔ صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری (برمنگھم،

برطانیہ) کی سرپرستی میں دمشق، شام سے عربی لغت میں تخصص کی تعلیم کے مراحل طے کیے۔ اس دوران شیخ عبدالرزاق الحلبی، شیخ ادیب الکلاس، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، ڈاکٹر ایمن الشوا، شیخ احمد الأحمد، شیخ کریم الراجح اور ڈاکٹر شوقی ابو خلیل اور دیگر علماءِ شام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ شیخ احمد کفتارو کے دمشق شام، میں واقع تعلیمی ادارے سے ۲۰۰۶ء میں گیارہویں یونیورسل 'امام وخطیب کورس' میں بھی شرکت کی۔ آپ اِس وقت (ہری پور ہزارہ) کے ایک سرکاری تعلیمی ادارے میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علامہ شامی نے ہری پور ہزارہ کے معروف صوفی بزرگ، غوثِ زماں خواجہ محمد عبدالرحمٰن قادری علوی چھوھروی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفِ مبارکہ 'مجموعہ صلوات الرسول' کا مختصر تحقیقی جائزہ بھی کتابی شکل میں تحریر کیا، جسے جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ علامہ شامی بہت سی عربی کتب کے تراجم کر چکے ہیں جو ابھی زیرِ طبع ہیں۔

پیشِ نظر کتاب 'مرشد الانام الیٰ رؤیتِ الہلال واحکام الصیام'، میں 'رؤیتِ ہلال' کی کیفیت، آئمہ اربعہ کے نزدیک رؤیتِ ہلال، مختلف سائنسی آلہ جات اور نصب کردہ دُور بینوں سے 'رؤیتِ ہلال' کا شرعی حکم، اختلافِ مطالع، علمِ حساب کے قائلین کے مؤقف اور پھر کتاب وسنت کی روشنی میں ان کا ردِّ بلیغ کرنا، شیخ عماد الدین کا ہی خاصہ ہے۔ یقیناً اُن کی یہ علمی وتحقیقی کاوش لائقِ صد تحسین ہے۔ کتاب کے آخری حصے میں روزے کی اقسام، سنتیں، آداب، روزے کے مکروہات، روزے کی قضاء، کفّارۂ صوم، فدیۂ صوم، اور اعتکاف کے متعلق اہم مباحث ذکر کی گئی ہیں، جن کے مطالعہ سے دِل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں۔۔ مساجد اور ان کے احکام، نمازِ تراویح، نمازِ وتر، دُعائے قنوت، نمازِ تہجد، نمازِ تسبیح، صدقۂ فطر، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق شرعی مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب کتنی اہمیت کی حامل ہے اِس کا اندازہ مطالعہ کرنے ہی سے ممکن ہوگا۔

میں برادرِ عزیز حافظ محمد یوسف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ (امریکہ) کا صمیمِ قلب سے شکریہ اَدا کرتا ہوں، جنہوں نے اِس مفید کتاب کا عربی نسخہ مجھے بھجوایا اور اس کا اردو ترجمہ کرانے کی خواہش ظاہر کی۔ انہیں کی محنت، لگن اور کاوش کی بدولت اِس نافع کتاب کا اردو ترجمہ اِس وقت آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ برادرِ گرامی صاحبزادہ غلام مرتضیٰ شاذی زیدہ مجدہٗ کی وساطت سے علامہ محمد سجاد حسین شامی صاحب (مترجم کتاب ھٰذا) سے رابطہ ممکن ہوا۔ میں اِس کتاب کے مصنف، مترجم، ناشر اور سب احباب ورفقاء کے لیے دُعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اِس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور سب احباب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد نور المصطفیٰ رضوی

خانقاہ ڈوگراں، ضلع شیخوپورہ، پنجاب، پاکستان

۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ۔۔۔ بمطابق۔۔۔ ۱۷ رفروری ۲۰۱۸ء

﴿مقدمہ مترجم﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سِرًّاوَّجَھْرًاوَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ نَبِیِّہٖ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ لَیْلاً وَّنَھَاراً۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۔۔۔قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا ص وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ج وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ﴿آل عمران:۱۰۳﴾

اور مضبوط پکڑلو اللہ کی رسّی سب کے سب اور الگ الگ نہ ہو، اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو جبکہ تم باہم دشمن تھے تو الفت پیدا کی تمہارے دِلوں میں تو ہو گئے تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی، اور تھے تم کنارے پر ایک غارِ جہنم کے تو نکالا تم کو اُس سے۔ اِسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں، تو اب تو ہدایت پا جاؤ (معارف القرآن)

۔۔۔امام قرطبی علیہ الرحمہ (م ۶۷۱ ھ) اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْاُلْفَۃِ وَیَنْھیٰ عَنِ الْفُرْقَۃِ ، فَاِنَّ الْفُرْقَۃَ ھَلَکَۃٌ وَالْجَمَاعَۃَ نَجَاۃٌ۔

یقیناً، اللہ تعالیٰ اِس آیتِ قرآنیہ میں اُلفت و محبت کا حکم دے رہا ہے اور علیحدگی و فرقت سے منع فرما رہا ہے، کیونکہ فرقت و علیحدگی میں ہلاکت ہے جبکہ جماعت و اتحاد میں نجات ہے

۔۔۔امام محمد بن جریر الطبری علیہ الرحمہ (م ۳۱۰ ھ) اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول مبارک یوں لکھتے ہیں:

حَبْلُ اللّٰہِ: الْجَمَاعَۃُ:۔۔۔اللہ کی رسّی سے مراد جماعت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ صحابیِ رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے منبرِ مبارک پر یہ ارشاد فرمایا تھا:

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ الْقَلِیْلَ لَمْ یَشْکُرِ الْکَثِیْرَ وَمَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ، اَلتَّحَدُّثُ بِنِعْمَۃِ اللّٰہِ شُکْرٌ وَتَرْکُھَا کُفْرٌ وَالْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ وَالْفُرْقَۃُ عَذَابٌ (مسند امام احمد:۱۸۴۴۹)

جو شخص قلیل شے پر شکر اَدا نہیں کرتا وہ شخص کثیر شے پر بھی شکر اَدا نہیں کرتا، اور جو شخص لوگوں کا شکر اَدا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر اَدا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا چرچہ کرنا شکر ہے اور اُس کو ترک کرنا کفر ہے۔ جماعت، رحمت ہے جبکہ علیحدگی عذاب ہے

۔۔۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت جماعت کے ساتھ ہے

معلوم ہوا کہ رؤیتِ ہلال کے متعلق بھی سوادِ اعظم والی جماعت کو پکڑنا لازم و ملزوم ہے۔

قارئین محترم! شیخ عماد الدین بن احمد ابی حجلۃ حفظہ اللہ ورعاہٗ کی تصنیفِ لطیف "مرشد الانام الی رؤیت الهلال واحکام الصیام" بمعرفت پیرِ طریقت، راہبرِ شریعت، صاحبزادہ نور المصطفی رضوی حفظہ اللہ کی جانب سے اِن کے برادرِ اصغر صاحبزادہ غلام مرتضیٰ شاذی حفظہ اللہ بذریعہ رجسٹری ہری پور ہزارہ موصول ہوئی تھی تا کہ اس تحقیقی کتاب کا اردو ترجمہ لکھوں۔

الحمد للہ ۱۸/ مارچ ۲۰۱۵ء کو اِس دلچسپ عربی کتاب کا اردو ترجمہ بنام "مسئلۂ رؤیتِ ہلال اور احکامِ صیام کا تحقیقی جائزہ" شروع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مختلف مصروفیات کے ساتھ ساتھ ۱۸/ اپریل ۲۰۱۶ء کو اس کتاب کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔ جامعہ اسلامیہ لاہور، قبلہ مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ کی طرف سے مجھے اردو ترجمے کا شوق پیدا ہوا تھا اور دمشق میں عربی ادب تخصّص کے اساتذۂ کرام حفظہم اللہ نے عربی ذوق میں مہارت عطا فرمائی۔ الحمد للہ۔

قارئین کرام مسئلہ رؤیتِ ہلال ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں اتفاق واتحاد لازمی ہے جس کا اظہار مجھ ناچیز کی طرف سے مقدمۂ ھٰذا کی سابقہ سطور میں ہوا اور آپ نے مطالعہ بھی فرمایا۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارا اسلام شرعی نصوص کے مطابق اتفاق اور اتحاد کا درس دیتا ہے۔ اس عربی کتاب کا ترجمہ کرنے کے دوران مجھے شیخ عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ کا ذکر کردہ فقہی اصول بہت دلچسپ لگا اور میرا دِل باغ باغ ہو گیا، وہ فقہی اصول یہ ہے:

لَا مَسَاغَ لِلْاِجْتِهَادِ فِي مَوْرِدِ النَّصِّ ۔۔۔ نص کی موجودگی میں اجتہاد کی کوئی حاجت نہیں ہوتی

معلوم ہوا کہ ہم مسلمان، قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کی نصوص کے مطابق مطالع قمر (Rising point of moon) کو ترجیح دیں گے۔ قرآن کریم اور حدیثِ نبوی کی نصوص کے مطابق دُوربین (Telescope) خطِ استواء (Equator)، اور نظامِ فلکی و نجوم (Astronomical System) وغیرہ کو ترجیح دیں گے کیونکہ ہم مسلمان ہیں لہٰذا سب سے پہلے کتاب وسنت کی نصوص، پھر منطق وفلسفہ۔

محترم قارئین! آپ اِس کتاب کا مکمل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، شیخ عماد الدین بن احمد نے علمِ حساب کے علماء،

فضلاء وماہرین کے موقف اور دلائل بڑی صداقت وتوضیح سے تحریر کیے، اور پھر انہوں نے کتاب وسنت کی نصوص کو ترجیح دی اور علمِ حساب کے ماہرین کا ردِ بلیغ بھی ذکر کیا تا کہ حقائق آشکار ہوں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہم سب کو حضورِ اکرم ﷺ، صحابہ کرام واہل بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف صالحین رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ کے طریقہ کے مطابق 'مسئلہ رؤیتِ ہلال' سمجھنے کی توفیق فرمائے۔

قارئین محترم! آسمان پر ظاہر ہونے والے بدرِ منیر کا مسئلہ تب سمجھ میں آتا ہے جب حضور پُر نور، سراج منیر ﷺ کی احادیثِ مبارکہ سمجھ آتی ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے چودھویں کے چاند کی طرح نورانی چہرہ عطا فرمایا، اور 'وَالضُّحٰی' کہہ کر اُس نورانی چہرۂ مبارک، رخِ تاباں وعنبریں کی قسم بھی اُٹھادی۔ ایک عربی شاعر حضور اکرم ﷺ کی مدح سرائی میں کیا لکھ گیا، ملاحظہ فرمائیں:

الْبَدْرُ يَكْمُلُ كُلَّ شَهْرٍ مَرَّةً   وَهِلَالُ وَجْهِكَ كُلَّ يَوْمٍ يَكْمُلُ۔

چاند ہر ماہ میں ایک ہی مرتبہ چودھویں کا چاند بنتا ہے، لیکن اَے میرے حضور!

آپ کا مبارک چہرہ ہر دن چودھویں کا چاند نظر آتا ہے

آخر میں یہ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ میرے اِس متواضع اردو ترجمہ کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول فرمائے اور اِسے نافعِ خلائق بنائے۔ راقم الحروف محمد سجاد حسین شامی، اِس کے والدین، مشائخ شام و پاکستان اور تمام امتِ رسالت مآب ﷺ کی بخشش ومغفرت فرمائے۔ (آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین)

اللہ تعالیٰ پروفیسر محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی، حافظ محمد یوسف صاحب اور خصوصاً پیرِ طریقت ورہبرِ شریعت صاحبزادہ علامہ نور المصطفیٰ رضوی اور صاحبزادہ علامہ غلام مرتضیٰ شاذی حفظہما اللہ کو اللہ تعالیٰ اَجرِ جمیل عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم کے مطابق علمِ دین اور خدمت دین کو ترجیح دی۔ اللہ کریم اُن کے تمام اَحباب و رفقاء، مریدین ومتوسلین کو دین ودُنیا وآخرت کی سعادتیں نصیب فرمائے۔ (آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین)

محمد سجاد حسین شامی (حفظہ اللہ)

ہری پور ہزارہ (پاکستان)

+92 (0)346-569-2963

بسم الله الرحمن الرحيم

﴾مقدمہ: طبعۃ الاولیٰ﴿

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تعریفات، جس نے نعمتِ ایمان سے ہمیں معزز بنایا، جس نے ماہِ رمضان شریف کے روزوں کی وجہ سے ہمیں شرف بخشا، تاکہ ہمیں اُس کی عبادت کا حسن اور طاعت و بندگی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے (آمین)۔

یقیناً، اِس کتاب کے تحریر کرنے کا مقصد، 'رؤیتِ ہلال' کا اِثبات، اس کی کیفیت کا بیان اور اس کے متعلق مسائل کی وضاحت ہے۔ ماہِ رمضان اور عید الفطر کے اِثبات کے متعلق حساب و کتاب کرنے کے عمل کا بطلان اور تردید پیش کرنا ہے، خصوصاً، جب 'رؤیتِ ہلال' کے متعلق مشکلات بڑھ گئیں، افہام و تفہیم کے لیے دَرپیش خطرات بڑھ گئے، عجیب و غریب فتاویٰ صادر ہوئے جن کی وجہ سے 'رؤیتِ ہلال' کے لیے صحیح حساب و شمار سمجھنے میں انحراف ہونے لگا اور جو سنتِ نبوی سے ثابت تھا اُس سے چشم پوشی ہونے لگی اور لوگ بھول گئے کہ یہ 'فرض کفایہ' ہے، جیسا کہ آپ کو اِس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح رائے کی طرف اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرماتا ہے۔

اِس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی خاطر بعض اہم مباحث کا اضافہ بھی کیا گیا، کیونکہ اُن کے متعلق سوالات کثرت سے پوچھے جاتے ہیں۔ مثلاً: دمے کے مریضوں کے لیے (spray) سپرے کے استعمال کا شرعی حکم، جلد پر پلاسٹک کے استعمال کرنے کا حکم، حالتِ روزہ میں مادۂ نیکوٹین (nicotine)[1] سگریٹ کے دھویں کو سونگھنے کا حکمِ شرعی، طویل دن والے علاقوں میں روزوں کی کیفیت ۔۔۔ اور اِن کے علاوہ دیگر بہت سی مباحث جن کا تعلق ماہِ رمضان شریف سے متصل ہے۔

کتابِ ھذٰا میں مندرجہ ذیل امور قابل ذکر ہیں:

بابِ اوّل: ۔۔۔ صیام (روزوں) کی تعریف، شریعتِ مطہرہ میں اس کا حکم، روزوں کی حکمتیں اور اسرار و رموز۔

بابِ دوم: ۔۔۔ ماہِ رمضان المبارک اور عید الفطر کے لیے 'رؤیتِ ہلال' اور اس کے متعلق سات ۷ ابحاث، خصوصاً 'فصل ششم' جس میں دس ۱۰ فصول مذکور ہیں۔

بابِ سوم: ۔۔۔ صیام کی سمجھ بوجھ کے لیے اِس باب میں گیارہ ۱۱ ابحاث مذکور ہیں۔

بابِ چہارم: ۔۔۔ اِس باب میں اہم مباحث جن ہیں کا تعلق ماہِ رمضان شریف سے ہے۔ واضح رہے کہ یہ باب

پانچ ۵ مباحث پر مشتمل ہے۔

(خاتمہ)۔۔۔فضائل روزہ:

میں نے اِس کتاب کو ''مرشد الانام الیٰ رؤیۃ الہلال واحکام الصیام'' کا نام دیا ہے، اللہ عزّوجل سے دُعا کرتے ہوئے کہ جو کچھ میں نے تحریر کیا اُس کا نفع عام بنائے، اس کو میری میزانِ حسنات میں شامل فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں وہ سکھائے جو کچھ ہمیں نفع دے اور جو کچھ ہم کو سکھایا ہے وہ ہمارے لیے باعثِ نفع بنائے۔ اپنے فضل وکرم سے ہمارے علم میں اضافہ فرمائے، اخلاق کی درستگی کے لیے ہمارے ظاہر و باطن کی مدد فرمائے، اپنی رضا اور پسندیدہ کاموں کے لیے ہمیں توفیقِ جمیل مرحمت فرمائے، ہمارے لیے ہماری ذریّت واولاد کی اصلاح فرمائے ہماری، ہمارے والدین، تمام مسلمین ومسلمات، زندہ اور فوت شدگان کی مغفرت فرمائے۔ ﴿آمین﴾

۔۔۔یقیناً، وہ ہمارے قریب ہے اور ہماری دُعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

الداعی الیٰ اللہ

عماد الدین بن احمد بن ابی حجلۃ

(۱)۔۔۔تمباکو میں زہریلے مادے کا نام نیکوٹین ہوتا ہے۔

﴿باب اوّل﴾

﴿صیام کی تعریف، اسلام میں روزوں کی تاریخی حیثیت، اس کا حکم اور حکمتیں﴾

صیام کی تعریف:

صوم کی لغوی تعریف: مطلقاً کسی چیز سے رکنا اور باز رہنا لغوی طور پر صوم کہلاتا ہے، جیسا کہ حضرت بی بی مریم علیہا السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْماً فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيّاً ﴿۲۶:۱۹﴾

میں نے منت مانی اللہ مہربان کے لیے روزے کی، تو میں بات نہ کروں گی آج کسی انسان سے (معارف القرآن) ۔۔۔(یعنی گفتگو و کلام کرنے سے باز رہنا)

صوم کی شرعی تعریف: اچھے بُرے کے درمیان فرق کرنے والے، طاقت رکھنے والے، عقل مند مسلمان کا حالتِ روزہ میں کھانے پینے سے باز رہنا روزہ کہلاتا ہے۔ اِس شرعی تعریف میں مسلمان عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا اور صبح صادق سے لے کر غروبِ شمس کے درمیانی وقت میں بچہ کی ولادت سے خالی ہونا بھی شامل ہے۔

اِس کی مزید وضاحت یوں ہے:

''روزہ کسی چیز مخصوص سے، زمانۂ مخصوص میں، کسی شخص مخصوص کے لیے، مخصوص طریقہ سے رکنے اور دُور رہنے کا نام ہے''۔

روزوں کی شرعی تاریخی حیثیت:

اہل کتاب اور سابقہ اُمتوں کے ہاں بھی روزہ رکھنا مشہور تھا۔ رسالت مآب ﷺ ہر مہینے تین ۳ دن روزہ رکھتے تھے، عاشوراء کے دن کا روزہ بھی رکھتے۔ ماہِ رمضان کے روزوں کے متعلق ارشاد ہوا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳:۲﴾

اَے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ، جس طرح فرض کیا گیا اُن پر، جو تم سے پہلے تھے، کہ اب پرہیز گار ہو جاؤ (معارف القرآن)

جہاں تک ماہِ رمضان کے روزوں کا تعلق ہے تو وہ ۲ھ ماہِ شعبان میں فرض کیے گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے نو ۹ مرتبہ رمضان شریف کے نو ۹ مہینوں کے روزے رکھے تھے، اور آپ ﷺ ہجرت کے گیارہویں سال، ماہ

ربیع الاوّل میں وصال پا گئے تھے۔

ماہِ رمضان میں دن کے وقت کھانے پینے والے کا حکم:

بے شک ماہِ رمضان کے روزے کتاب وسنت کی نص سے فرض ہوئے، اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ تمام مکلّف مسلمانوں پر رمضان شریف کا چاند نظر آنے کی وجہ سے روزے رکھنے ضروری ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴿البقرة:۱۸۵﴾

تو جس نے پالیا تم میں سے اس مہینہ کو، تو اس کے روزے رکھے (معارف القرآن)

۔۔۔دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿البقرة:۱۸۳﴾

اَے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ، جس طرح فرض کیا گیا اُن پر جو تم سے پہلے تھے، کہ اب پرہیزگار ہو جاؤ (معارف القرآن)

۔۔۔رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَىٰ خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ وَ إِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ الْحَجِّ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ (رواہ الشیخان)

۔۔۔اسلام کی بنیاد پانچ ۵ چیزوں پر قائم ہے:

(۱)۔۔۔اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اِس بات کی گواہی دینا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(۲)۔۔۔نماز قائم کرنا۔

(۳)۔۔۔زکوٰۃ اَدا کرنا۔

(۴)۔۔۔حج اَدا کرنا۔

(۵)۔۔۔رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کا اِنکار کرنے والے شخص کے کفر پر علماء کا اِجماع ہے، اور ایسے شخص کے ساتھ مرتد کا معاملہ کیا جائے گا۔ مسلمان حکمران کی طرف سے اُس کا معاقبہ کیا جائے گا۔۔یا۔۔جو شخص دار الاسلام میں مسلمان حکمران کی نمائندگی کرتا ہو۔ ہاں! اگر وہ توبہ کر لے تو اُس کی توبہ قبول کی جائے گی، ورنہ ایسا شخص مسلمان حکمران کی طرف سے جاری کردہ حدِّ قتل میں قتل کیا جائے گا۔ واضح رہے! ایسا تب ہوگا جب رمضان

المبارک کے روزوں کی فرضیت کا اِنکار کرنے والا شخص نومسلم نہ ہو۔ اُس کو غسل بھی نہیں دیا جائے گا، اُس کو کفن بھی نہیں پہنایا جائے گا، اور نہ ایسے شخص کی نمازِ جنازہ اَدا کی جائے گی۔ مسلمانوں کے قبرستان میں ایسے شخص کو دفن بھی نہیں کیا جائے گا، اور وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

البتہ جس شخص نے کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان المبارک کا روزہ ترک کیا اور ایسا شخص روزوں کی فرضیت کا اِنکار بھی نہیں کرتا، یعنی ایسے شخص نے کاہلی و سستی کی وجہ سے رمضان المبارک کا روزہ ترک کیا تو وہ 'فاسق' کہلائے گا اور حاکمِ وقت ۔۔یا۔۔ نگرانِ ملک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے شخص کو گرفتار کرے، اور رمضان المبارک میں بوقت دن ایسے شخص کو کھانے پینے سے روکے رکھے، تا کہ اُس کو روزے رکھنے کا طریقہ آ جائے[۲]۔

یہ بھی واضح رہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کا اِنکار کرنے والے شخص پر حدِ شرعی کا جاری نہ کرنا اور سستی و کاہلی کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنے کی وجہ سے اُس کو جیل میں گرفتار نہ کیا گیا، تو اِس کی وجہ سے حکمِ شرعی ساقط نہیں ہوتا بلکہ یہ حکم تارکِ صوم کی گردن پر دیگر احکام کی طرح تا قیامت باقی رہتا ہے۔

رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت کا اِنکار کرنے والا شخص حالتِ اِنکار میں فوت ہو گیا تو وہ حالتِ کفر پر مرا، روزِ قیامت وہ جہنم کا حقدار ہو گا۔

اور کاہلی و سستی کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنے والا شخص فاسق ہے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اُس کے لیے سخت سزا ہے۔ ایسے شخص کے لیے ضروری ہے کہ جو روزے وہ نہ رکھ سکا اُن کی دُنیا میں قضا کرے، ساتھ ساتھ وہ اپنے فقہی مذہب کے مطابق اُن روزوں کا کفّارہ بھی اَدا کرے گا۔

نوٹ:۔۔۔اِس صورتِ مسئلہ کی وضاحت عنقریب ذکر کی جائے گی۔

روزے کی حکمت اور اُس کے فوائد و اَسرار:

بے شک رمضان المبارک کے روزے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ عبادت ہے، مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اِطاعت و فرمانبرداری کرے، اور ایسا کرنا اِس بات کی غمازی بھی ہے کہ اللہ عزّوجل مطلقاً عبادت کا حق دار ہے۔ فقط یہ یقین ہو کہ رمضان شریف کے روزوں میں بے شمار حکمتیں اور فوائد ہیں، جن حکمتوں کا اِحاطہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا! البتہ بعض حکمتوں کے متعلق اُس نے اپنے بعض بندوں کو مطلع فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم اُن بعض فوائد اور حکمتوں میں سے بعض ذکر کرتے ہیں:

(۱)۔۔۔روزہ رکھنے کی وجہ سے بندے کے اندر ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات کا مراقبہ کرنے کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ مجاہدۂ نفس، نفسانی خواہشات سے دُوری کے ارادہ سے خواہشات کا مقابلہ کرنے

کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ روزہ صبر کرنا سکھاتا ہے، دُنیاوی اُمور میں حق و باطل، چھوٹے بڑے کے درمیان فرق کرنا سکھاتا ہے۔ روزہ رکھنے کی وجہ سے بندۂ مؤمن کا دِل نرم اور جسم پُرسکون ہوتا ہے۔ بندۂ مؤمن اپنے تمام اعضاء سمیت بارگاہِ الٰہی میں حالتِ عبادت میں رہتا ہے اور قوت و عزیمت کا شعور محسوس کرتا ہے، کیونکہ اُس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے اور وہ ہرگز اس کو رسوا نہیں کرے گا، خصوصاً غیر ممالک میں جہاں ڈیوٹی کرنے کا وقت کافی طویل ہوتا ہے۔ کافی طویل روزہ رکھنے کی وجہ سے مقصدِ روزہ تبدیل نہیں ہوتا، جیسا کہ یہ بات ممالکِ اسلامی میں مشہور ہے، لیکن ایسی صلاحیت کے حصول کے لیے حاجتِ صبر اور شیطان کو مغلوب کرنا ضروری ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں وارد ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ ۔۔۔صبر کرنا نصف ایمان ہے۔

۔۔۔اِس حدیثِ مبارکہ کو امام حاکم نے 'مستدرک' میں روایت کیا۔

(۲)۔۔۔روزہ رکھنے کی وجہ سے مسلمانوں کے مابین رحمت و خیر کی امنگیں جنم لیتی ہیں، کیونکہ وہ فقراء ومحتاج کی دادرسی کرتے ہیں۔

(۳)۔۔۔نفسِ انسانی بھوک و پیاس برداشت کرنے کا عادی بنتا ہے، وہ نعمتوں سے محروم ہونے کے معانی کا اِدراک کرتا ہے اور استقامت سے اِطاعتِ خداوندی بجالاتا ہے۔ روزہ کی وجہ سے بندۂ مؤمن کے ہاں عبادتِ الٰہی کا معنی متحقق ہوتا ہے، لہٰذا ہمارے لیے واجب ہے کہ ہم کھانے پینے میں فضول خرچی سے اجتناب کریں۔

(۴)۔۔۔میڈیکل کی روشنی میں، روزہ خون میں شکر اور چربی کی مقدار کم کرتا ہے جس کی وجہ سے معدہ وانتڑیاں پرسکون رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ روزہ صحتِ انسانی کے لیے بیشمار فوائد کا حامل ہے۔

(۵)۔۔۔ماہِ رمضان، سال بھر کے تمام مہینوں میں سے افضل ترین مہینہ ہے۔ اِس ماہ میں قرآن کریم نازل ہوا، اِس ماہ میں 'لیلۃ القدر' موجود ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ رمضان شریف کا مہینہ، مغفرت، رحمت، اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مہینہ ہے۔ اِس ماہِ مقدس میں روزہ رکھنے کا اَجر وثواب زیادہ اور فضیلت عظیم الشان ہے۔

حدیث قدسی ہے:

قَالَ اللّٰهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَ اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ ،وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ

رِیحِ الْمِسْکِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، یَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ

ابن آدم کا ہر عمل اُس کے لیے ہے مگر روزہ، یقیناً وہ میرے لیے ہے اور اُس کی جزا میں خود دوں گا۔ روزہ ایک ڈھال ہے، جب تم میں سے کوئی شخص حالتِ روزہ میں ہو تو اُس کو چاہیے کہ نہ تو جماع کرے اور نہ شور شرابا، اور اگر اُس کو کوئی شخص گالی دے۔۔۔یا۔۔اُس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرے تو روزے دار کے لیے ضروری ہے کہ وہ کہے۔۔۔

بے شک میں روزے دار ہوں اور اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد عربی (ﷺ) کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ روزہ دار کے لیے دو ۲ قسم کی خوشیاں ہیں جن دونوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُسے خوش کرتا ہے۔ پہلی خوشی، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی کہ جب وہ روزہ کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرے گا (بخاری و مسلم)

۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَ صُفِّدَتْ الشَّیَاطِیْنُ

جب ماہِ رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے مضبوطی سے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے (مسلم)

۔۔۔آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

اَلصَّلَوَاتُ الخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلیٰ الْجُمُعَةِ، وَ رَمَضَانُ اِلیٰ رَمَضَانَ
مُکَفِّرَاتٌ لِمَا بَیْنَهُنَّ مَا اجْتُنِبَتُ الکَبَائِرُ (مسلم)

پانچ ۵ فرض کردہ نمازیں، ایک جمعہ کی نماز پڑھ کر دوسرے جمعہ کی نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا پھر اُس کے بعد آنے والے رمضان کے روزے رکھنا۔ یہ سارا کچھ اُن کے درمیان صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، ہاں جب تک کبیرہ گناہوں سے بچا جائے (مسلم)

۔۔۔اس موضوع کے متعلق احادیثِ نبویہ بکثرت ہیں۔

امام غزالی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

روزے کے تین ۳ درجات ہیں:

(۱)۔۔۔صومِ عموم۔ (۲)۔۔۔صومِ خصوص۔ (۳)۔۔۔صومِ خصوص الخصوص۔

(۱)۔۔۔صومِ عموم: اِس سے مراد پیٹ و شرمگاہ کا شہوت کی اتباع کرنے سے بچنا ہے۔

(۲)۔۔۔صومِ خصوص: اِس سے مراد کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاءِ جسمانیہ کو گناہوں سے

محفوظ رکھنا ہے۔

(۳)۔۔۔صومِ خصوص الخصوص: اِس سے مراد دِل کو دُنیاوی اُفکار، گندے خیالات سے پاک رکھنا ہے۔ دِل کو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئے سے خالی رکھنا ہے۔ صومِ خصوص الخصوص وہ خاص الخاص قسم ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن، اِن دونوں کے علاوہ کسی تیسری چیز کا خیال آ جانا روزہ توڑنے کے برابر تصوّر کیا جاتا ہے۔ حالتِ روزہ میں دُنیاوی اُفکار کا آ جانا دین داری سے نکل کر دُنیادار ہونے کے برابر ہوتا ہے[۳]۔

امام عبداللہ بن علوی حداد علیہ الرحمہ **رقمطراز ہیں:**

''تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم نیکی والے اَعمال بکثرت بجالاؤ، خصوصاً ماہِ رمضان میں! کیونکہ اس مہینے میں نفل اَدا کرنے کا ثواب فرض اَدا کرنے کے برابر ہے، اور بندۂ مؤمن کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس ماہِ مقدس میں آخرت کے اَعمالِ ثواب کے علاوہ کوئی دوسرا عمل نہ کرے، دُنیاوی اَعمال کو اس ماہِ مقدس میں شامل حال نہ کرے، البتہ جب انتہائی شدید مجبوری درپیش ہو''[۴]۔

  

---

(۱)۔۔۔تمباکو میں زہریلے مادے کا نام نیکوٹین ہوتا ہے۔

(۲)۔۔۔نهاية المحتاج:۳/۱۴۹، وحاشیہ شبراملسی علیٰ نهاية المحتاج:۳/۱۴۹۔

(۳)۔۔۔احیاء علوم الدین ۱/۳۱۰ (۴)۔۔۔رسالة المعاونة والمظاهرة والموازرة:۱۰۹۔

﴿باب دوئم﴾

﴿'رؤیتِ ہلال' برائے ابتدائے رمضان المبارک، اور 'رؤیتِ ہلال' برائے عید الفطر﴾

بحثِ اوّل:۔۔۔ رؤیتِ ہلال کی وجہ سے ماہِ رمضان اور ماہِ شوال۔۔یا۔۔پھر رمضان المبارک کے مکمل تیس ۳۰ دن کے روزے رکھنے کا ثبوت اور اِس رائے کے قائلین کے تاثرات۔

بحثِ دوم۔۔۔: گواہوں کی تعداد اور ہلال رمضان وشوال کی رؤیت پر ثبوت۔

بحثِ سوم۔۔۔: بعد اَز غروبِ شمس رؤیتِ ہلال اور آسمان کا عینی مشاہدہ کرنے کے لیے دُور بینوں، مشینوں کی استعانت۔

بحثِ چہارم۔۔۔: مطالع قمر کے مختلف ہونے کا حکم۔

بحثِ پنجم۔۔۔: صوم رمضان اور عید الفطر کے اِثبات کے متعلق حساب لگانے والے علماء کے اقوال۔

بحثِ ششم۔۔۔: حساب کے ذریعے اعداد وشمار لگانے والے قائلین کا علمی رَد (یہ بحث دس حصّوں پر مشتمل ہے)۔

بحثِ ہفتم۔۔۔: امریکہ اور یورپین ممالک میں عید الفطر اور قدومِ رمضان کے لیے چاند دکھائی دینے والے امور وقرائن۔

خاتمہ۔۔۔: خاتمہ کے ضمن میں سابقہ فصول کا خلاصہ قابلِ ذکر ہے۔

﴿تمہید﴾

تالیفِ کتابِ ھٰذا کا مقصد بلکہ اِس موضوع پر کچھ تحریر کرنے کی جسارت اِس وجہ سے ہوئی کہ چاند کو دیکھنے (رؤیتِ ہلال) کی مشکلات پیچیدہ ہوگئیں اور اُمتِ مسلمہ کے درمیان خطرات بڑھ گئے، کیونکہ بہت سے لوگوں نے فلکیاتی علوم کو سیکھ لیا، حسابِ اعداد وشمار عام ہوا، جبکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے جس 'رؤیتِ ہلال' کا حکم مبارک دیا تھا اُس کو بالائے طاق رکھ دیا گیا، اور یہ بات بھول گئے ۔۔یا۔۔ پھر یہ بات بُھلا دیئے گئے کہ رمضان شریف کا مہینہ شروع کرنے کے لیے اور عید الفطر کی بجا آوری، رؤیتِ ہلال (پہلی رات کے چاند کو دیکھنا) سے ہی ممکن ہے اور جو "فرض کفایہ" ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ 'رؤیتِ ہلال'، رمضان شریف کے روزے شروع کرنے کے لیے اور عید الفطر کے دن کے لیے اَساس و بنیاد ہے، اور اِس مؤقف پر اَحکام شریعت ثابت ہیں۔ جیسا کے معلوم ہوا کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اِس موضوع کے متعلق وارد شدہ اَحادیثِ نبویہ پر علمائے اسلام کا اِجماع ہے، تو اللہ تعالیٰ کی مرحمت کردہ توفیق کے ساتھ پہلے ہم 'رؤیتِ ہلال' کے قائلین کے دلائل ذکر کریں گے، پھر 'اعداد وشمار' اور 'علمِ فلکی' کے قائلین کے دلائل، اور آخر میں اِن دونوں آراء کو جمع کرنے والے قائلین کے دلائل، اور پھر اِن تمام اقوال کی روشنی میں راجح مؤقف کی وضاحت کریں گے۔ یہ بھی واضح رہے کہ جب عام وخاص اور معتمد علماء کے ہاں مسئلہ معروف ومشہور ہوگا تو پھر ہم اَقوال کا تذکرہ بکثرت نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ ہم حقیقت کو عام فہم اور سہل طریقہ سے واضح کریں، جس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہ ہو، تاکہ مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو اور تمام لوگ مسئلہ ھٰذا کو من وعن سمجھ سکیں۔

لہٰذا میں نے کتابِ ھٰذا کو سات ۷ ابحاث اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا جو کہ بالترتیب درج ذیل ہیں:

بحثِ اوّل:۔۔۔ رؤیتِ ہلال کی وجہ سے ماہِ رمضان و ماہِ شوال کا قدوم ۔۔یا۔۔ پھر تیس ۳۰ دن کا مہینہ مکمل کرنے کا ثبوت اور اِس مؤقف کے قائلین۔

بحثِ دوم:۔۔۔ ماہِ رمضان وشوال میں 'رؤیتِ ہلال' کے ثبوت پر گواہوں کی تعداد۔

بحثِ سوم:۔۔۔ غروبِ آفتاب کے بعد رؤیتِ ہلال اور نصب کردہ، دُوربینوں کی استعانت ۔۔یا۔۔ وہ مشین جس کو 'سی سی کیمرہ' کا نام دیا جاتا ہے۔

بحثِ چہارم:۔۔۔ اختلافِ مطالع (Rising point of moon) کا حکم۔

بحثِ پنجم:۔۔۔ عیدالفطر اور روزہ کے اثبات کے متعلق علم فلکیات وحساب کی روشنی میں حقائق۔

بحثِ ششم:۔۔۔ صوم وعید کے اِثبات کے متعلق اعداد وشمار/حساب لگانے والے قائلین کا علمی ردِ بلیغ (یہ دس ۱۰ فصول پر مشتمل ہے)۔

بحثِ ہفتم:۔۔۔ امریکہ اور یورپین ممالک میں ماہِ رمضان اور ماہِ شوال کا چاند دکھانے والے اُمور کا ثبوت۔

خاتمہ:۔۔۔خاتمہ ھٰذا، سابقہ فصول کے خلاصہ پر مشتمل ہے۔


(وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَوْفِیْقَ)

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمانے والا ہے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

﴿بحثِ اوّل﴾

﴿رؤیتِ ہلال کی وجہ سے ماہِ رمضان اور ماہِ شوال کا قدوم ۔۔یا۔۔پھر تیس ۳۰ دن کا مہینہ مکمل کرنے کا ثبوت، اور اِس مؤقف کے قائلین﴾

اوّل:۔۔۔رؤیتِ ہلال کی کیفیت:

رؤیتِ ہلال سے مراد انسانی آنکھ کا نئے مہینے کے چاند کو دیکھنا ہے، جیسا کے شوافع کے ہاں معتمد ہے ۔۔یا۔۔ پھر احناف کے نزدیک معتمد علیہ قول یہ ہے کہ انسانی آنکھ ۔۔یا۔۔دُوربین وغیرہ سے پہلی رات کے چاند (ہلال) کو دیکھنا ہے۔دُوربین وغیرہ کا استعمال اِس لیے تاکہ انسانی نظر کی طاقت دیکھنے میں بڑھ جائے۔

مشہور 'سی۔سی۔ڈی کیمرہ' کے ساتھ چاند کی تصویر لینا 'رؤیتِ ہلال' میں صحیح نہیں، اِس کی وضاحت 'بحثِ سوم' میں آئے گی۔رؤیتِ ہلال انتیس ۲۹ تاریخ، یعنی ماہِ شعبان کی تیسویں ۳۰ رات کو ممکن ہوتی ہے۔اِسی طرح ماہِ رمضان میں ممکن ہے۔اور اگر اس طرح شعبان المعظم کی رات کو رؤیتِ ہلال ممکن ہو تو پھر ماہِ رمضان کا اعلان کرنا صحیح ہوگا، اور اِسی طرح اگر ماہِ رمضان کی رات کو چاند دکھائی دے تو پھر فوراً عید الفطر کا اعلان کیا جائے گا۔اگر انتیس ۲۹ شعبان کی رات نیا چاند دکھائی نہ دے تو ہم ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کریں گے، اِس کے بعد ہم ماہِ رمضان کے روزے رکھنے شروع کریں گے۔

اِسی طرح ماہِ رمضان کی انتیس ۲۹ تاریخ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو پھر ماہِ رمضان کے تیس ۳۰ دن مکمل کریں گے اور پھر اُس کے بعد عید الفطر اَدا کی جائے گی۔اور ایسا کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قمری مہینہ انتیس ۲۹ دن ۔۔یا۔۔ پھر تیس ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔اور واضح رہے کہ قمری ماہ میں رات، دن سے پہلے شروع ہوتی ہے۔

شیخ محمد بخیت المطیعی رحمہ اللہ **رقمطراز ہیں:**

''جو شخص بھی نئے مہینے کی پہلی رات اپنی آنکھوں سے نئے چاند کو دیکھے تو اُس کو معلوم ہوگا کہ اُس نئے چاند کی روشنی انتہائی مدھم ہے، اُس چاند کا وجود ایک بہت چھوٹی قوس کے مشابہ ہوتا ہے، وہ نیا چاند غروبِ شمس سے کچھ دیر پہلے مغرب کی طرف ٹھہرتا ہے، اور پھر وہ مغربی افق میں غروب ہو جاتا ہے۔پھر اُس چاند کی روشنی بڑھنی شروع ہوتی ہے اور وہ آسمان پر کافی دیر ٹھہرتا ہے، حتیٰ کہ اُس چاند کی روشنی بالکل مکمل ہو جاتی ہے، پھر وہ چاند اپنے نور کے ھالہ (دائرہ) میں چلتا ہے، اور ایسا اسلامی ماہ کے نصف تک جاری رہتا ہے۔اُس وقت اُس چاند کو 'بدر' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، پھر اُس کے بعد جہتِ مشرق سے فوراً غروبِ شمس ۔۔یا۔۔غروبِ شمس کی تھوڑی دیر بعد چاند

طلوع ہوجاتا ہے اور پھر اُس چاند کی روشنی تھوڑی مدھم ہوتی رہتی ہے۔اور جب چاند کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے تب غروبِ شمس سے چاند کا چمکنا متأخر ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ چاند طلوعِ فجر کے ساتھ طلوع ہوجاتا ہے،اور اِسی طرح چاند سورج کے چمکنے کے ساتھ ساتھ چمکنے لگتا ہے لیکن چاند دکھائی نہیں دیتا،اور ایسا اِس وجہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ چاند نکلا نہیں ہوتا۔۔یا۔۔چاند کا سفر کرنا معدوم ہے، بلکہ اُس وقت چاند کی روشنی انتہائی مدھم اور سورج کی روشنی انتہائی زیادہ ہوتی ہے،اور عین ممکن یہ بھی ہے کہ سورج کی چمک کی وجہ سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اُس دوران چاند کو دیکھا جائے تو اُس وقت چاند کو دیکھنا عمومی عادت کے خلاف ہوگا،جس طرح کسی وجہ سے سورج کی روشنی مدھم ہو تو اُس دوران چاند کو دیکھنا ممکن ہوجاتا ہے،اور پھر چاند چھپ جاتا ہے اور اُس کو دیکھا نہیں جاسکتا،حتیٰ کہ چاند غروبِ شمس کے فوراً بعد ۔۔یا۔۔کچھ دیر بعد مغرب کی جہت سے دوبارہ طلوع ہوجاتا ہے[1]۔

شیخ عمادالدین بن احمد بن ابی الحجلۃ (مصنفِ کتابِ ھٰذا) کی رائے یہ ہے:

کہ نئے چاند کو سمتِ مغرب میں تھوڑا مائل بہ سمت جنوب دیکھا جاتا ہے اور یہ جگہ سورج کے غروب ہونے والی جگہ کے قریب ہوتی ہے،لہٰذا ایسی جگہ پر چاند کو دیکھنا ذرا مشکل ہوتا ہے کیونکہ ایسی جگہ پر چاند،سورج کے قریب ہوتا ہے۔ چاند کو نہ دیکھ سکنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ چاند کا روشن ہونے والا حصہ بہت زیادہ مدھم اور تاریک ہوتا ہے،جس کی وجہ سے اُس وقت چاند کو دیکھنا انتہائی مشکل ہوتا ہے،تو ایسی صورتِ حال میں دُوربین کو واضح افقی جگہوں پر نصب کردیئے جانے کو ترجیح دی جاتی ہے،اور اِس بات کو بھی مدِنظر رکھا جاتا ہے کہ وہاں افق میں کسی وجہ سے ٹیڑھا پن پیدا نہ ہو جیسا کہ اونچے اونچے ٹیلوں، پہاڑوں اور بلند و بالا مکانات کا ہونا مشکلات پیدا کرتا ہے۔اِس دوران دُوربینوں کو چلانے والا آپریٹر روشن جگہوں سے دُوری طلب کرتا ہے تاکہ اُن دوربینوں،مشینوں کا نتیجہ صحیح برآمد ہو۔اِسی طرح 'رؤیتِ ہلال' واضح صاف دکھائی نہ دینے والے/موسم کو تبدیل کرنے والے عوامل سے بھی بچا جاتا ہے،مثلاً: فضا میں گردوغبار،بادل اور نمی کا ہونا،صحیح نتیجہ' آلات کو صاف ستھرا پیش نہیں کرسکتا۔

اِسی طرح نصب کردہ آلات برائے رؤیتِ ہلال کے لیے یہ امر بھی ضروری ہے کہ رؤیتِ ہلال کا مقصد اسلامی مہینے کا پہلا چاند ہے نہ کہ آخری چاند۔ مہینے کے شروع والے چاند سے مراد وہ چاند ہوتا ہے جو جنوب کی اُس سمت میں دکھائی دے جہاں سورج کی ٹکیہ غروب ہوتی ہے اور اُس دوران چاند کے دونوں کنارے جنوب کی طرف بالائی سطح پر بلند ہوتے دکھائی دیتے ہیں، جبکہ اسلامی مہینے کا آخری چاند غروبِ آفتاب کے بعد دکھائی دیا جانا مشکل اور ناممکن ہوتا ہے کیونکہ آخری ماہ کا چاند تو غروبِ آفتاب سے پہلے ہی سورج کے غروب ہونے کی جگہ کے قریب تھوڑا سا شمال کی طرف غروب ہوجاتا ہے اور اُس وقت چاند کے دونوں کنگرے نیچے کی طرف بجانبِ شمال

جھکے ہوتے ہیں اور مغرب کی جہت ایسا دیکھنا غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے ممکن ہوتا ہے، جس طرح نئے چاند کو غروبِ آفتاب کے بعد دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔ یہ امر بھی واضح رہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے چاند کو دیکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (اِس مسئلہ کی وضاحت 'بحثِ سوم' میں مکمل تفصیل سے ذکر کردی جائے گی)۔

یہ امر بھی ناممکن ہے کہ نئے چاند کو غروبِ آفتاب کے بائیس [۲۲] منٹ بعد دیکھا جائے اور نہ ہی نئے چاند کو پندرہ [۱۵] گھنٹے اور چوبیس [۲۴] منٹ پہلے دیکھنا ممکن ہے (اِس مسئلہ کی وضاحت 'بحثِ پنجم' میں مکمل کی جائے گی)۔

نصب کردہ رسدگاہ کے دوران، دُور اُفقِ سماوی کا عینی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، اِس سے مراد نصب کردہ مشنری و آلات اور افقِ سماوی کے درمیان مقرر کردہ زاویے کو آپس میں ملانا ہے۔ ملانے والی لائن، نئے چاند اور پیغام رسانی کرنے والی مشین کے درمیان ہوتی ہے، اور اُس وقت رؤیتِ ہلال ممکن ہوتا ہے جب زاویے کی دُوری پانچ [۵] درجے کے برابر ہو۔

اِس کے علاوہ چاند کو دیکھنا ناممکن ہے اور اسی طرح سورج سے زاویہ کی دُوری ہو، اِس سے مراد ملانے والا خط (Line) فلکیاتی مشین اور سورج کے درمیان مقرر کردہ زاویہ ہے، جبکہ اُن کو ملانے والی لائن نئے چاند اور فلکیاتی آلہ کے وسط میں ہو۔

رؤیتِ ہلال کے لیے یہ بھی ناگزیر اور ضروری ہے کہ سورج سے زاویہ کی دُوری آٹھ [۸] درجے ہو۔

دوم:۔۔۔رؤیتِ ہلال کی وجہ سے ماہِ رمضان اور عید الفطر کا ثبوت:

ماہِ رمضان میں روزوں اور ماہِ شوال میں عید الفطر کا ثبوت مذاہبِ اربعہ کے علماء کے نزدیک دو [۲] صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے پائے جانے سے ممکن ہے:

☆۔۔۔پہلی صورت یہ ہے کہ جب آسمان خوب صاف ستھرا ہو تب رؤیتِ ہلال ضروری ہوگا۔

☆۔۔۔دوسری صورت یہ ہے کہ شعبان کا مہینہ تیس [۳۰] دن کا مکمل کیا جائے گا اور اِسی طرح ماہِ رمضان کے تیس [۳۰] دن مکمل روزے رکھے جائیں گے، جب رؤیتِ ہلال مَطلع اَبر آلود وغیرہ کی وجہ سے مشکل ہو جائے۔

امام شیرازی شافعی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

ماہِ رمضان کے روزے رؤیتِ ہلال سے ہی ممکن ہوں گے، اور اگر لوگوں پر مَطلع اَبر آلود ہو تو اُن کے لیے 'واجب' ہے کہ پہلے ماہِ شعبان کو مکمل کریں پھر ماہِ رمضان کے روزے رکھنے شروع کریں گے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

صُومُوا لِرُؤيَتِهِ وَاَفْطِرُوا لِرُؤيَتِهِ فَاِنْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سَحَابٌ، فَاَكْمِلُوا

الْعِدَّةَ وَلَا تَسْتَقْبِلُوا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالاً (النسائی)

چاندکو دیکھ کر روزے رکھواور چاندکو دیکھ کر روزے رکھنا ختم کردو! اور اگر بادل کی وجہ سے نئے چاندکو دیکھنا مشکل ہوتو پھر تم شعبان کا مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلواور رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھو

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ امام شیرازی کے کلام کی شرح اور اُس پر تعلیق لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اِس حدیثِ نبوی کو امام نسائی نے صحیح اَسناد کے ساتھ اِسی طرح روایت کیا، اور امام مسلم نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا اور اس روایت کے الفاظ یوں ہیں''۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَمَدَّہٗ لِرُؤْیَتِہٖ، فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا الْعِدَّةَ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے رؤیت کے لیے چاندکو ظاہر فرمایا، اگر بادل کی وجہ سے تم چاندکو نہ دیکھ سکو، تو ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلو

۔۔۔اسی مذکورہ روایت کو امام ترمذی علیہ الرحمہ اِن الفاظ سے نقل کرتے ہیں:

لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ، صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ، فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَہٗ غِیَابَةٌ فَاَکْمِلُوْا ثَلَاثِیْنَ یَوْماً

ماہِ رمضان سے پہلے اُس کا روزہ رکھنا شروع نہ کرو! چاند دیکھ کر رمضان کے روزے رکھو اور شوال کا چاند دیکھ کر رمضان کے روزے رکھنا ترک کردو! اگر ماہِ شوال کا چاند دیکھنے میں مَطلع اَبر آلود ہوتو ماہِ رمضان کے تیس ۳۰ دن مکمل روزے رکھ لو

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے کہا:

یہ حدیثِ نبوی 'حسن صحیح' ہے، اور 'غیابۃ' سے مراد 'بادل' ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

اِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَصُوْمُوْا، و اِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا ، فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوا لَہٗ (بخاری و مسلم)

جب تم ہلالِ رمضان دیکھو تو روزے رکھنے شروع کرلو، اور جب تم ہلالِ شوال دیکھو تو رمضان کے روزے رکھنے ترک کردو۔ اور اگر شوال کا چاند دکھائی دینے میں مَطلع اَبر آلود ہوتو پھر رمضان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلو

۔۔۔مسلم کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

فَاقْدِرُوْا ثَلَاثِیْنَ۔۔۔تیس ۳۰ دن شمار کرلو

۔۔۔مسلم کی دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تَفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوا لَہٗ

اُس وقت تک رمضان کے روزے رکھنے شروع نہ کرو جب تک ہلال رمضان نہ دیکھ لو! اور اُس وقت تک رمضان کے روزے رکھنے ترک نہ کرو جب تک شوال کا چاند نہ دیکھ لو! اور اگر مَطلع اَبر آلود ہو تو تیس ۳۰ دن مکمل کرلو

۔۔۔ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْماً

اگر تم کو مَطلع اَبر آلود دکھائی دے، تو ماہِ رمضان میں تیس ۳۰ دن کے روزے مکمل کرلو

۔۔۔ایک روایت کے الفاظ اِس طرح ہیں:

فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوا الْعِدَّةَ

اگر تمہارے اوپر مَطلع اَبر آلود ہو تو گنتی کے دن مکمل تیس ۳۰ کرلو

۔۔۔ایک روایت کے الفاظ ایسے بھی ہیں:

فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُم الشَّهْرَ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ

اگر ماہِ رمضان میں مَطلع اَبر آلود ہو تو اس کے تیس ۳۰ دن شمار کرلو

۔۔۔مذکورہ بالا تمام روایات صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔ بخاری کی روایت ہے:

فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُم، فَاكْمِلُوا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ

اگر ماہِ رمضان کا چاند دکھائی دینے میں فضا میں آسمانی بادل موجود ہوں، تو پھر ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کر لیجئے

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ ماہِ شعبان کا خصوصی خیال فرماتے تھے جو اس ماہ کے علاوہ کسی اور ماہ کا خصوصی خیال نہ فرماتے۔ پھر ہلال رمضان دیکھ کر ماہِ رمضان کے روزے رکھنے شروع فرمادیتے۔ اور اگر رمضان کے چاند کو دیکھنے کے لیے مَطلع اَبر آلود ہوتا تو ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا شمار فرماتے، اُس کے بعد ماہِ رمضان کے روزے رکھنے شروع فرماتے۔

۔۔۔اِس روایت کو ابوداؤد اور دار قطنی نے ذکر کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

۔۔۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ حَتَّىٰ تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ، ثُمَّ صُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ

ماہِ رمضان شروع کرنے میں جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ نیا چاند (ہلال) نہ دیکھ لو۔۔۔یا۔۔۔ پھر اُس ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کرلو پھر ماہِ رمضان کے روزے رکھو حتیٰ کہ تم نیا چاند دیکھ لو، ورنہ رمضان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلو۔

اِس حدیثِ نبوی کو امام ابوداؤد، نسائی، دار قطنی، وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ بخاری و مسلم کی شرط پر

روایت کیا، اور اِس باب میں بہت زیادہ ذخیرۂ احادیث موجود ہیں۔

امام نووی علیہ الرحمہ نے احادیثِ نبویہ کو بیان کیا، مختلف روایات ذکر کیں، علمائے کرام کے اقوال پر بحث کی، اس کے بعد 'مسئلہ رؤیتِ ہلال' کے متعلق دوسرے مذاہبِ ثلاثہ کی رائے یوں ذکر کرتے ہیں:

''ہمارے اصحاب (شوافع) وغیرہ کہتے ہیں کہ صومِ رمضان دخولِ رمضان کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، اور دخولِ ماہِ رمضان رؤیتِ ہلال سے جانا جاتا ہے۔ اگر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرنا ضروری ہے اُس کے بعد ماہِ رمضان کے روزے شروع کئے جائیں گے، اور اِس بارے میں یہ امر برابر ہے کہ مَطلع صاف ہو ۔۔یا۔۔ مَطلع اَبر آلود ہو، آسمان پر بادل زیادہ ہوں ۔۔یا۔۔ کم۔ اِس بات کی دلیل گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم''[۲]۔

امام ابن قدامہ حنبلی مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''رؤیتِ ہلال کی وجہ سے صومِ رمضان واجب ہو جاتا ہے، اگر نیا چاند (ہلالِ رمضان) مَطلع صاف ہونے کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکا تو ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کیا جائے گا پھر ماہِ رمضان کے روزے رکھے جائیں گے، اور اگر شعبان کی تیسویں رات کو مَطلع اَبر آلود ہوا ۔۔یا۔۔ فضا میں گرد و غبار ہوا (اور چاند دکھائی نہ دیا) تو تیسویں دن کا روزہ ماہِ رمضان کی نیت کے ساتھ رکھنا واجب ہے''[۳]۔

امام ابو البرکات احمد الدردیر مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''جب ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن مکمل ہو جائے تو تب ماہِ رمضان کے روزے رکھنا واجب ہو جاتے ہیں ۔۔یا۔۔ پھر دو ۲ عادل گواہوں کی گواہی دینے سے ماہِ رمضان شروع ہو جاتا ہے۔ جن دو ۲ گواہوں نے رؤیتِ ہلال کی شہادت دی اُن پر بھی رمضان شریف کا روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا، اگرچہ اُن دونوں نے حاکمِ وقت کو مَطلع نہ کیا ہو''[۴]۔

امام ابن عبد البر مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''جمہور اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ جب ماہِ شعبان کے ختم ہونے کا یقینِ کامل ہو جائے تب ماہِ رمضان کے روزے شروع کئے جائیں گے اور ماہِ رمضان کے شروع ہونے کا یقینِ کامل 'رؤیتِ ہلال' سے حاصل ہوگا ۔۔یا۔۔ پھر جب ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل طور پر گزر جائے۔ اور اِسی طرح ماہِ رمضان کے ختم ہونے کا علم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴿البقرۃ:۱۸۵﴾

تو جس نے پالیا تم میں سے اس مہینہ کو تو اس کے روزے رکھے (معارف القرآن)

''اِس آیتِ قرآنیہ سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کو ماہِ رمضان کے شروع ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے وہ

شخص ضرور روزے رکھے گا۔ واللہ اعلم۔ 'یقینی علم' سے مراد نئے چاند کو صاف ستھرا، ظاہراور واضح طور پر دیکھنا ہے ۔۔یا۔۔پھر ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل گزر جائیں''[۵]۔

امام مرغینانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ ماہِ شعبان کی انتیس ۲۹ تاریخ کو ہلال رمضان دیکھنا شروع کردیں۔ اگر وہ ماہِ رمضان کا نیا چاند دیکھ لیں تب وہ ماہِ رمضان کے روزے رکھیں گے۔اگر مَطلع اَبرآلود ہوتو پھر وہ ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کریں گےاوراس کے ختم ہونے کے بعد ماہِ رمضان کے روزے رکھیں گے''[۶]۔

یہی بات علامہ ابن عابدین نے 'دُرِ مختار' پر اپنے تحریر کردہ حاشیہ بنام 'رُدّالمختار' میں ذکر کی۔حسابِ قمری لگانے والوں کے خلاف علامہ ابنِ عابدین شامی علیہ الرحمہ نے رد بھی لکھا[۷]۔

مصنفِ کتاب عمادالدین بن احمد لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ ہمارے لیے واضح ہوا جو کچھ 'رؤیتِ ہلال' کے قائلین نے کہا۔ماہِ شوال میں مسئلہ رؤیتِ ہلال کا ظاہری ثبوت ہونا۔۔یا۔۔پھر مہینے کو تیس ۳۰ دن کا مکمل کرنا اُس وقت ایک مشکل معاملہ ہوگا جب 'رُؤیتِ ہلال' مشکل ہو۔ایسی رائے اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک مذاہبِ اربعہ معتمدہ کے علماء کرام کی رائے ہے جس میں کوئی خلاف نہیں اور ایسی رائے کے قائلین، ان مذاہب کے شیوخ کے بھی اکابرین ہیں۔لہٰذا اُن کے اقوال قابلِ اعتماد ہوں گے اور اُن کی کتب اصل کتب ہیں۔مثلاً:

امام نووی شافعی، امام ابن قدامہ حنبلی، امام ابن عابدین حنفی، امام دردیر مالکی، رحمہم اللہ تعالیٰ، اور ان علماءِ کرام کے اقوال کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوا کہ انہوں نے مندرجہ ذیل اُمور کی وجہ سے 'رؤیتِ ہلال' پر اعتماد کیا۔

(۱)۔۔۔ یہ مسئلہ علمِ فلکیات کے خصائص واوصاف میں سے نہیں، جیسا کہ اس مسئلہ کے بارے میں صحیح احادیثِ نبویہ بکثرت موجود ہیں۔اِسی لیے شارع علیہ الصلاۃ والسلام، ہمارے لیے بیان کرتے ہیں کہ یقیناً روزہ اور افطار (روزوں کا اختتام) رؤیتِ ہلال سے ہی ثابت ہوگا، اور رؤیت کے ناپید ہونے کے دوران مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل کیا جائے گا۔

(۲)۔۔۔یقیناً، 'رؤیتِ ہلال' 'نمازِ جنازہ' کی طرح 'فرضِ کفایہ' ہے۔اگر رؤیت کسی ایک نے بھی نہ کی تو تمام مسلمان گنہگار رہوں گے، کیونکہ اہلِ عبادت کی عبادت رؤیتِ ہلال پر مترتب ہوتی ہے۔

خبردار! ماہِ رمضان کا روزہ دخولِ رمضان سے شروع ہوگا، اور شرعی طور پر عید الفطر کے دن روزہ نہیں ہوتا۔

(۳)۔۔۔مصادرِ تشریع: قرآنِ کریم، سنتِ مطہرہ، اجماع اور قیاس ہیں، اِن کے بارے میں علمِ حدیث سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے، جب رسولِ اکرم ﷺ نے اُن کو بطورِ قاضی، یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا:

''اگر تمہارے پاس کوئی مسئلہ آیا تو اُس کا حل کیسے پیش کرو گے؟''

۔۔۔عرض کی: اللہ کی کتاب سے۔

''فرمایا: اگر تم کو اُس مسئلہ کا حل کتاب اللہ سے نہ مل سکا تو پھر؟''

۔۔۔عرض کی: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اُس مسئلہ کا حل پیش کروں گا۔

فرمایا: ''اگر اُس کا حل کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے نہ مل سکا تو پھر کیا کرو گے؟''

۔۔۔عرض کی: تب میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور مایوس نہیں ہوں گا۔

تو اُس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سینہ پر دستِ مبارک ذرا زور سے رکھا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے پیغام رساں کو ایسی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ راضی ہوگا''۔

(ابوداؤد)

ہم کو اِس حدیثِ مذکورہ سے جو دلیل سمجھ آئی اور جس دلیل پر علماءِ اصول متفق ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اجتہاد کرنے پر برانگیختہ کیا، جب کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے درپیش مسئلہ کا حل نہ ملے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمارے زیرِ تحقیق مسئلہ (مسئلہ رؤیتِ ہلال) پر سنتِ مطہرہ احادیثِ نبویہ کی صورت میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔

اِسی بناء پر علماءِ اصول نے ایک مشہور فقہی قاعدہ مستنبط کیا ہے کہ:

لَا مَسَاغَ لِلِاجْتِهَادِ فِيْ مَوْرِدِالنَّص

نص کی موجودگی میں اجتہاد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی

۔۔۔اور واضح ہے کہ یہ ایسا فقہی قاعدہ ہے کہ جس پر علماءِ اسلام کا اجماع بھی ہے۔

(۴)۔۔۔حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ کی احادیث میں بالکل ذکر نہیں ملتا کہ وجوبِ صوم۔۔یا۔۔افطارِ صوم (روزے ختم کرنا) کے لیے وقت کا حساب لگایا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ وقت کا حساب لگانے والے علماء کو فقہائے کرام نے ترجیح نہیں دی، بلکہ انہوں نے حسابِ شمسی کے برعکس مؤقف پر اعتماد کیا، اس کی وجہ سے ماہِ رمضان شروع کیا جائے گا، روزے رکھے جائیں

گے، ماہِ شوال شروع اور اختتام پذیر ہوگا اور عید الفطر اَدا کی جائے گی۔ کیونکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے روزہ اور عید الفطر ان دونوں کو رؤیتِ ہلال کے ساتھ معلق فرمایا، اسی وجہ سے مذاہبِ اربعہ کے علمائے کرام نے حسابِ شمسی لگانے والے علماء کا صراحۃً رَد کیا، ان کی دلیل کا اِنکار کیا۔ عنقریب ہم ان کے دیگر اقوال بھی احاطۂ تحریر میں لائیں گے، پیچیدہ اقوال کی تشریح بھی کی جائے گی اور بحثِ ششم میں اس موضوع پر جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔

فائدہ:۔۔۔

امام رملی علیہ الرحمہ اور دیگر علمائے کرام کہتے ہیں کہ اس شخص کی بات معتبر نہیں ہوگی جس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہونے کا دعویٰ پیش کیا اور لوگوں کو بتایا کہ حضور ﷺ نے مجھے خواب میں بشارت دی ہے کہ 'کل رمضان ہوگا'، ایسے شخص کے قول پر ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوگا، اس مسئلہ پر علماء کا اجماع ہے۔

یہ حکم و مسئلہ اِس وجہ سے نہیں کہ اُس شخص کی سیّدنا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی حالتِ خواب میں زیارت و دیدار مشکوک ہے، بلکہ اِس حکم کی وجہ یہ ہے کہ سونے والے شخص کا حافظہ کامل اور مضبوط نہیں ہوتا[8]۔

اِس امر کے باوجود مذاہبِ اربعہ کے علماءِ کرام نے رؤیتِ ہلال پر اِکتفا کیا ہے اور اِس بات پر اِکتفا کیا ہے کہ 'حساباتِ شمسی' ترک کئے جائیں گے۔ انہوں نے ہلال رمضان و شوال کے اِثبات کی کیفیت کو تین[3] اَقسام میں تقسیم کیا ہے۔ درج ذیل بحث میں اُن کی وضاحت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے زیرِ مطالعہ ہوگی۔

---

(۱)۔۔۔ارشاد اھل الملۃ الی اثبات الاھلہ: ۸۷۔ (۲)۔۔۔المجموع شرح المعذب: ۶/ ۲۷۵۔۲۷۷۔ المنہاج وشرحہ المغنی: ۱/ ۴۲۰۔
(۳)۔۔۔الشرح الکبیر: ۳/ ۴۔ (۴)۔۔۔الشرح الصغیر: ۱/ ۶۸۲۔
(۵)۔۔۔الاستذکار: ۴/ ۹۔۸۔ (۶)۔۔۔الھدایۃ ۱/ ۱۱۷۔ (۷)۔۔۔ردالمحتار علی الدر المختار: ۲/ ۳۸۷۔
(۸)۔۔۔نھایۃ المحتاج الی شرح المنھاج: ۳/ ۱۵۱۔

﴿بحث دوم﴾

﴿ماہِ رمضان وشوال میں 'رؤیتِ ہلال' کے ثبوت پر گواہوں کی تعداد﴾

یہ واضح حقیقت ہے کہ مذاہبِ اربعہ کے علماءِ کرام ماہِ رمضان وشوال کے نئے چاند کے اثبات کی کیفیت کے متعلق تین[۳] وجوہات پیش کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

وجہ اوّل:۔۔۔ لوگوں کی اکثریت نے رؤیتِ ہلال کا عینی مشاہدہ کیا ہو۔

وجہ دوم:۔۔۔ دو[۲] عادل مسلمانوں نے رؤیتِ ہلال کا مشاہدہ کیا ہو۔

وجہ سوم:۔۔۔ صرف ایک عادل شخص نے رؤیتِ ہلال کا مشاہدہ کیا ہو۔

۔۔۔اب ہم مذاہبِ اربعہ میں سے ہر مذہب کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں:

اوّل۔۔۔احناف: ہلال رمضان کے متعلق علمائے اَحناف لکھتے ہیں۔

(۱)۔۔۔ جب آسمان، بادل۔۔یا۔۔گردوغبار وغیرہ کی وجہ سے صاف نہ ہو تو تب حاکمِ وقت رؤیتِ ہلال کے بارے میں ایک عادل شخص کی گواہی قبول کرے گا، وہ شخص خواہ مرد ہو۔۔یا۔۔عورت، خواہ آزاد ہو۔۔یا۔۔غلام[۱]۔

ایسے شخص کا عادل ہونا شرط ہے کیونکہ امورِ دینیہ میں فاسق آدمی کا قول قابلِ قبول نہیں۔ عدل سے مراد صحیح روایت کے مطابق وہ شخص ہوتا ہے جو 'مستور الحال' ہو۔

(۲)۔۔۔ اگر آسمان صاف ستھرا ہو تو گواہی اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک لوگوں کی اکثریت نئے چاند کو نہ دیکھ لے، لوگوں کے مُطلع کرنے سے 'رؤیت ہلال' کا علم ہوگا، ایک شخص کا ایسی صورتِ حال میں رؤیتِ ہلال کی گواہی دینا غلطی و وہم پیدا کرتا ہے۔ نیا اسلامی مہینہ شروع کرنے سے پہلے اُس وقت تک خاموشی بہتر ہے جب تک خلقِ کثیر شامل نہ ہو[۲]۔

امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

خلقِ کثیر کی وجہ سے علمِ شرعی واقع ہوتا ہے اور وہ اُن کے مُطلع کرنے کے ساتھ ساتھ گمانِ غالب بھی ہے۔ اور وہ حاکمِ وقت کی رائے سے حاصل ہوگا جس رائے میں کسی ایک بھی فقہی مذہب کو خاص نہیں کیا جائے گا[۳]۔

جس شخص نے بذاتِ خود ہلال رمضان دیکھا تو وہ شخص رمضان کا روزہ رکھے گا، اگرچہ حاکمِ وقت ایسے شخص کی گواہی قبول نہ کرے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

صُوْمُوْا الِرُؤْيَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِہٖ

چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنے ختم کرو

۔۔۔اور اُس شخص نے تو بذاتِ خود واضح طور پر نیا چاند دیکھا ہے، اگر وہ روزے نہیں رکھے گا تو اُس پر روزہ کی قضا لازم آئے گی نہ کہ کفارہ لازم آئے گا[۴]۔

ہلالِ شوال کے متعلق علمائے اَحناف نے کہا:

''جس شخص نے بذاتِ خود ماہِ شوال کا چاند دیکھا وہ احتیاطاً روزہ رکھے گا، اور اگر آسمان پر بادل ظاہر ہوں تو ہلالِ شوال دو ۲ مردوں ۔۔یا۔۔ایک مرد اور دو ۲ عورتوں کی شہادت سے ثابت ہوگا۔ اور جب مَطلع صاف ستھرا ہو تو گواہوں کی تعداد کا زیادہ ہونا ضروری ہوگا، یعنی لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ اُن کے مُطلع کرنے سے علمِ یقینی حاصل ہو''۔

امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

ہمارے علمائے اَحناف نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ ہلالِ رمضان، رؤیتِ ہلال سے ثابت ہو جاتا ہے ۔۔یا۔۔پھر ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کیے جائیں گے اور اگر آسمان پر بادل ۔۔یا۔۔گرد و غبار وغیرہ ہو تو ہلالِ رمضان میں ظاہری روایت کے مطابق ایک عادل شخص کی گواہی قابلِ قبول ہوگی ۔۔یا۔۔پھر صحیح روایت کے مطابق 'مستور الحال' شخص کی گواہی قبول کی جائے گی۔ لوگوں کے اتفاق کے مطابق اُس 'مستور الحال' شخص کا فسق ظاہر نہ ہو۔ اور ایک ہی بات ہے کہ ہلالِ رمضان کی خبر دینے والا شخص اندرونِ شہر کا ہو ۔۔یا۔۔ظاہری روایت کے مطابق بیرونِ شہر کا ہو، اگرچہ اُس شخص کی گواہی اُس کی مثل دوسرے شخص کی گواہی کے برعکس کیوں نہ ہو[۵]۔

اور اگر آسمان صاف ستھرا ہو، مَطلع اَبر آلود نہ ہو تو پھر ہلالِ رمضان اور ہلالِ شوال کے لیے لوگوں کی اکثریت کا گواہی دینا شرط ہوگا، جن کی وجہ سے علمِ شرعی حاصل ہوتا ہے اور ظنِ غالب واقع ہوتا ہے کیونکہ اُس جگہ 'مَطلع' ایک ہے، 'مَطلع' کے متعلق دوسری کوئی خبر نہیں، لوگوں کی آنکھیں صحیح ہیں، نئے چاند کو دیکھنے کے لیے لوگوں کی ہمتیں، جوش و جذبہ بالکل صحیح ہے۔

معلوم ہوا کہ لوگوں کے جمِ غفیر کے درمیان رؤیتِ ہلال کے متعلق کسی ایک شخص کا گواہی دینا ظاہری روایت کے مطابق غلط رائے شمار ہوگا[۶]۔

دوم۔۔۔مالکیہ: فقہ مالکی کے علماء نے ہلالِ رمضان کے متعلق درج ذیل اقوال بیان کیے[۷]۔

(۱)۔۔۔لوگوں کی ایسی جماعت کا ہلالِ رمضان کو دیکھنا ضروری ہے جو فائدہ مند ہو اگرچہ وہ عادل نہ

ہوں، لیکن وہ لوگوں کی ایسی اکثریت ہو جن کا عادۃً جھوٹ پر اکٹھے ہونا محال ہو، ایسے لوگوں اور اُن کی جماعت کے بارے میں عادل ہونا، مذکر ہونا، اور آزاد ہونا شرط نہیں ہے۔

(۲)۔۔۔دو ۲ عادل مردوں کا ہلالِ رمضان کو دیکھنا ضروری ہے، یہ زیادہ افضل ہے اور اکثر اوقات ضروری ہوتا ہے۔ ہلالِ رمضان کی جن دو ۲ مردوں نے خبر دی ہو، اُن دونوں پر ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انہوں نے حاکمِ وقت کو مُطلع نہیں کیا۔ اور اگر اُن دونوں کے علاوہ کسی اور شخص نے ہلالِ رمضان نہ دیکھا ہو تب اُن دونوں پر حاکمِ وقت کو مُطلع کرنا واجب ہوگا۔ مالکیہ کے ہاں 'عادل' ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص مذکر ہو، بالغ ہو، عقل مند ہو، آزاد ہو، جو گناہوں کا اِرتکاب نہ کرتا ہو، اور وہ صغیرہ گناہوں پر مصر بھی نہ ہو، اور جو امور انسانی اخلاق کے خلاف ہیں وہ ایسے امور کا اِرتکاب بھی نہ کرتا ہو۔

(۳)۔۔۔ایک عادل شخص کا ہلالِ رمضان کو دیکھنا بھی ماہِ رمضان کی آمد کو ثابت کرنا ہوتا ہے، اُس شخص پر روزے رکھنا اور صدقۂ فطر اَدا کرنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایسے عادل شخص نے ہلالِ رمضان کے نظر آجانے کے متعلق کسی ایسے شخص کو خبر دی جو ہلالِ رمضان کو دیکھنے کا اہتمام نہیں کرتا، تو ایسے شخص پر بھی ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور صدقۂ فطر اَدا کرنا لازم آئے گا۔

البتہ ایسا شخص جو بذاتِ خود ہلالِ رمضان کی رؤیت کا اہتمام کرتا ہے، ایسے شخص پر ماہِ رمضان کے روزے اور صدقۂ فطر اَدا کرنا (مذکورۃ الذکر شخص کے مُطلع کرنے سے) واجب نہیں ہوگا۔ اور یہ امر بھی واضح ہے کہ اگر حاکمِ وقت کو فقط ایک عادل شخص نے 'رؤیتِ ہلال' کے متعلق بتایا تو حاکمِ وقت کے لیے ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دینا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر حاکمِ وقت نے فقط ایک عادل شخص کی شہادت پر ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دے دیا تو ماہِ رمضان کے روزے رکھنے لازم نہیں آئیں گے۔ ہاں! اگر حاکمِ وقت بذاتِ خود ہلالِ رمضان کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پھر حکم دے، تو تب اُس کی رعایا پر روزے رکھنے واجب ہو جائیں گے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہلالِ رمضان دیکھنے والا شخص بذاتِ خود اگر ماہِ رمضان کا روزہ نہ رکھے تو صحیح روایت کے مطابق اُس پر روزے کا کفّارہ اور قضا لازم آئے گی۔

فقہائے مالکیہ نے ہلالِ شوال کے متعلق یہ کہا کہ دو ۲ عادل مرد حضرات کی 'رؤیتِ ہلال' کے مقابلے میں ایک شخص کی گواہی پر نہ ہی روزہ رکھا جائے گا اور نہ ہی افطار کیا جائے گا۔ اور اِسی طرح ایک بہت بڑی جماعت نے ہلالِ شوال کو دیکھا جن سب کا جھوٹ پر متفق ہونا ممکن تھا، تو اُن کی گواہی پر بھی روزہ نہیں رکھا جائے گا اور نہ

ہی روزے ختم کرنے کا حکم دیا جائے گا، لیکن فقط اُن کا خبر دینا ایک علم کا فائدہ دے گا۔

سوم۔۔۔شوافع: فقہائے شوافع ہلال رمضان کے متعلق کہتے ہیں:

ایک عادل شخص کی رؤیت ہلال کی گواہی دینے سے 'رؤیتِ ہلال' ثابت ہو جائے گی، اگر چہ وہ شخص 'مستور الحال' کیوں نہ ہو، برابر ہے کہ آسمان صاف ستھرا ہو۔۔یا۔۔آسمان پر وہ کچھ موجود ہو جو رؤیت ہلال کے لیے مشکلات پیدا کرے۔ رؤیتِ ہلال کے متعلق خبر دینے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان، عقلمند، بالغ، آزاد، مذکر اور عادل ہو[8]۔

امام رملی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

کہ رؤیتِ ہلال کا ثبوت ایک عادل شخص کے مشاہدہ کرنے سے مل جاتا ہے، اگر چہ مَطلعِ سماوی صاف ستھرا نہ ہو، وہ اِس قول پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں:

تَرَاءَىٰ النَّاسُ الهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

لوگوں نے ہلال رمضان کو دیکھنے کی کوشش کی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ بیشک میں نے نئے چاند (ہلال) کو دیکھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۔۔۔اِس کو ابوداؤد نے روایت کیا اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا[9]۔

علامہ جردانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ایک عادل شخص کی گواہی وشہادت قابل وقبول ہوگی اگر چہ آسمان صاف ستھرا نہ ہو۔۔یا۔۔مَطلع اَبر آلود کیوں نہ ہو، مگر اُس مَطلعِ سماوی کی وجہ سے عموماً رؤیتِ ہلال کا مشاہدہ کرنا ممکن ہو، جس طرح انہوں نے 'تحفہ' میں ذکر کیا اور اِس قول پر امام رملی علیہ الرحمہ نے اعتماد کیا، جیسا کہ 'شرح مستفیدین' میں مذکور ہے''[10]۔

اور جب ایک عادل شخص کی گواہی کے مطابق قاضیٔ وقت، ہلال رمضان نظر آجانے کا حکم جاری کرے گا تب اُس ہلال (نیا چاند) کے دکھائی دیئے جانے والے اہلِ علاقہ، تمام پر روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا۔ اور اُس اہلِ علاقہ پر بھی یہی حکم نافذ ہوگا جن کا علاقہ، مَطالعِ قمر میں رؤیتِ ہلال کی جگہ کے قریب ترین ہو۔

یہ بھی واضح رہے کہ عام لوگوں پر اُس وقت تک روزہ رکھنا لازم نہیں آئے گا جب تک قاضیٔ وقت/ حاکمِ ملک نے صاحبِ شہادت کی شہادت سن نہ لی ہو، اور پھر اُس شہادت کے صحیح ہونے پر حکم بھی نہ لگایا ہو۔ یہ امر بھی واضح رہے کہ جس شخص نے ہلال رمضان دیکھا اُس شخص پر بذاتِ خود روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا اور جس شخص نے اُس کی خبر کی تصدیق کی، اُس پر بھی روزہ رکھنا لازم وواجب ہو جائے گا، اگر چہ اُس شخص نے قاضیٔ وقت/ حاکمِ وقت

کو رؤیتِ ہلال کی گواہی دے دی ہو۔ مگر حاکمِ وقت نے اُس کی گواہی کو قبول کرنے سے اِنکار کر دیا ہو۔۔یا۔۔ اُس شخص نے قاضیٔ وقت/ حاکمِ وقت کو شہادت و گواہی دی ہی نہ ہو۔ (تب بھی اُس شخص پر بذاتِ خود روزہ رکھنا لازم و واجب ہوگا)۔

ایک شخص کا رؤیتِ ہلال کی گواہی دینا بھی فقہائے شوافع کی دلیل ہے۔ اِس قول پر وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کرتے ہیں:

جَاءَ أَعرابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اِنِّي رَأَيتُ الهِلَالَ۔ قَالَ الْحَسَنُ: فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي: رَمَضَانَ۔، فَقَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ فَلْيَصُومُوا غَدًا۔ (ابوداؤد والنسائی)

''ایک اعرابی حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا: بیشک میں نے ہلال کو دیکھا ہے (حسن نے اِس روایت کی وضاحت میں لکھا کہ ہلال رمضان کو دیکھا) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ۔۔۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)؟

اَعرابی نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا! کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ 'اللہ کے رسول ہیں؟ اُس نے عرض کی: جی ہاں!

فرمایا: اَے بلال! لوگوں کو مُطلع کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں!''

فقہائے شوافع، ہلالِ شوال کے متعلق کہتے ہیں کہ جس طرح ہلالِ رمضان، ایک عادل شخص کی گواہی پر ثابت ہو جاتا ہے اِسی طرح ایک عادل شخص کی گواہی پر ہلالِ شوال کی رؤیت بھی ثابت ہو جائے گی۔

یہ بات ''بشریٰ کریم'' کتاب میں مذکور ہے اور 'فتح العلام' میں امام جردانی نے اِس کو نقل بھی کیا[11]۔

امام نووی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

کہ ایک عادل شخص کی گواہی کے مطابق ہم ماہِ رمضان کا روزہ رکھیں گے، پھر ہم نے تیس ۳۰ دن مکمل کرنے کے بعد شوال کا چاند نہ دیکھا تب ہم صحیح روایت کے مطابق روزے رکھنے ختم کر دیں گے، اگرچہ آسمان صاف ستھرا ہو، آسمان پر کوئی بادل بھی موجود نہیں، تو اب ماہِ رمضان کے تیس ۳۰ دن مکمل ہو جانا حجتِ شرعی بن جائے گی، اور روزے رکھنے ختم کر دیں گے[12]۔

اور جس شخص نے ہلالِ ماہِ رمضان دیکھا تو اُس پر روزے رکھنے واجب ہو جائیں گے اگر چہ وہ شخص فاسق ہی کیوں نہ ہو[۱۳]۔

چہارم۔۔۔حنابلہ[۱۴]:

فقہائے حنابلہ رؤیتِ ہلالِ رمضان کے متعلق کہتے ہیں کہ ایک عادل شخص کی گواہی پر 'رؤیتِ ہلال' کی گواہی ثابت ہو جائے گی، لیکن دیگر مہینوں میں دو۲ عادل مردوں کی گواہی قابلِ قبول ہوگی۔ حنابلہ کے نزدیک 'عدل' سے مراد ہے کہ وہ شخص شرعی اَحکام کی پابندی کرنے والا ہو، ظاہری اور باطنی طور پر عدل کرنے والا ہو، اگر چہ وہ شخص غلام ہو۔۔یا۔۔عورت ہو۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا بچہ جو اچھے اور بُرے کے درمیان فرق کرتا ہے اُس بچہ کے چاند دیکھنے سے ماہِ رمضان کا قدوم ثابت نہیں ہوگا، اور نہ ہی 'مستور الحال' شخص کا نئے چاند کو دیکھنا ماہِ رمضان کے قدوم کو ثابت کرتا ہے۔ اِس مؤقف پر فقہائے حنابلہ کی دلیل وہی ہے جو دلیل فقہائے شوافع کی دلیل ہے۔ یعنی سابقہ ذکر آمدہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت۔

ہلال نظر آجانے کے متعلق ثقہ عادل شخص کی بات جس شخص نے بھی سنی اُس شخص پر ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہوگا، اگر چہ حاکمِ وقت اُس ثقہ عادل شخص کی گواہی کی تردید کردے۔ عین ممکن ہے کہ حاکمِ وقت کا اُس کی شہادت کو رد کرنا اِس وجہ سے ہو کہ اُس کو اِس شخص کے متعلق علم نہیں، اور ایسا عمل اُس شخص کے عادل نہ ہونے کی دلیل بھی نہیں بن سکتا، اِس عادل شخص کے متعلق دوسرا شخص جانتا ہے کہ وہ عادل ہے۔ عین ممکن ہے حاکمِ وقت اس کے عادل ہونے سے باخبر نہ ہو۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ جس شخص نے ہلالِ رمضان دیکھا اُس کے لیے ضروری اور واجب نہیں کہ وہ مسجد ۔۔یا۔۔قاضی کے پاس جائے اور اُس کو مُطلع کرے۔ اِسی طرح اُس شخص پر یہ بھی لازم نہیں کہ وہ لوگوں کو خبر دے۔ اور اگر اُن لوگوں نے دو۲ بندوں کی شہادت سے تیس ۳۰ دن روزہ رکھا اور اگلے دن کے لیے اُن کو نیا چاند دکھائی نہ دیا، مَطلع اَبر آلود تھا۔۔یا۔۔مطلع صاف ستھرا تھا، اب وہ روزے رکھنے ختم کردیں گے کیونکہ اسلامی مہینہ تیس ۳۰ دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اور اگر انہوں نے ایک شخص کی گواہی کے مطابق تیس ۳۰ دن روزہ رکھا اور انہوں نے تیس ۳۰ دن گزر جانے کے بعد نیا چاند نہیں دیکھا تو وہ روزے رکھنا ختم نہیں کریں گے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ ۔۔۔ 'چاند دیکھ کر روزہ رکھو'۔

اگر انہوں نے اٹھائیس ۲۸ دن روزہ رکھا پھر نئے چاند کو دیکھ لیا، اب وہ فقط ایک دن کی روزے کی قضا کریں گے۔ اِس قول کو امام احمد نے نقل کیا، انہوں نے سیّدنا علیٰ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کو بطورِ حجت پیش کیا۔

یَبْعُدُ الْغَلَطُ بِیَوْمَیْنِ ۔۔۔دو ۲ دن مسلسل غلطی کرنا بعید ہوتا ہے۔

اگر انہوں نے بادل، دھواں ۔۔یا۔۔ گرد و غبار وغیرہ کی وجہ سے روزہ رکھا تو ایک صورت میں وہ روزہ ختم نہیں کریں گے، اور اگر اُن کو ماہِ شعبان اور رمضان کا نیا چاند دکھائی نہ دیا تو اُن پر واجب ہے کہ وہ روزے کے لیے احتیاطً ماہِ رجب وشعبان کو ناقص تصوّر کریں گے اور روزے رکھنا ختم نہیں کریں گے، جب تک وہ شوال کا نیا چاند نہ دیکھ لیں ۔۔یا۔۔ پھر وہ بتیس ۳۲ دن روزے رکھیں گے کیونکہ جو روزہ انہوں نے اضافی رکھ لیا تھا وہ احتیاط کے پیشِ نظر تھا، اور اِسی طرح انہوں نے صومِ واجب پر دو ۲ دن مسلسل روزے رکھنے کا اضافہ کیا۔

رؤیتِ ہلالِ شوال کے متعلق فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ:

''تمام مہینوں میں دو ۲ عادل مرد حضرات کی شہادت قابلِ قبول ہوگی اور ماہِ رمضان کے شروع کرنے کے لیے اور ختم کرنے کے لیے بھی یہی حکم ہے۔'' اِس کی دلیل حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب علیہ الرحمہ سے مروی روایت ہے:

فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ، فَصُومُوا وَأَفْطِرُوا (کنزالعمال)

''اگر دو مسلمان گواہی دیں تو روزے رکھنے شروع کردو اور افطار کرو''

امام ابن قدامہ مقدسی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''جس شخص نے بذاتِ خود ہلالِ رمضان کو دیکھا مگر اُس کی گواہی رَد کردی گئی، تو اُس کے لیے روزے رکھنا لازم ہوں گے، یہی مذہبِ حنبلی میں مشہور قول ہے۔ اس میں یہ بات ایک ہی ہے کہ وہ شخص عادل ہو ۔۔یا۔۔ فاسق، حاکمِ وقت کے پاس اُس نے ہلالِ رمضان کی گواہی دی ہو ۔۔یا۔۔ نہ دی ہو، اُس کی شہادت قبول کی گئی ہو ۔۔یا۔۔ مردود ہو، (ایسے شخص کے لیے روزہ رکھنا لازم ہوجائے گا)۔

یہ امام مالک، لیث، امام شافعی، اصحابِ رائے اور ابن المنذر کا قول ہے، جبکہ اسحاق وعطاء نے کہا کہ 'وہ شخص روزہ نہیں رکھے گا'۔

امام حنبل نے احمد سے روایت کی کہ وہ شخص لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہی روزہ رکھے گا۔ اِسی طرح کا قول حسن بصری اور ابن سیرین سے مروی ہے کیونکہ وہ دن ایسا ہے جس کا ماہِ شعبان میں شامل ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، تو وہ انتیس ۲۹ روزے کے مشابہ ہوگا، جبکہ ہم فقہائے حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ اگر اُس شخص کو یقین کامل ہو کہ

یہ ہلال، ہلالِ رمضان ہی ہے تو اُس پر ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے، یہ اِسی طرح ہی ہے جیسے اُس شخص کو حاکمِ وقت نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہو۔ اور اُس دن کا ماہِ شعبان میں شامل ہونے کا حکم اُس شخص کے علاوہ دوسرے شخص پر صادر کیا جائے گا۔ باطنِ قلب سے وہ شخص جانتا ہے کہ یہ چاند ماہِ رمضان کا چاند ہے۔ فلہٰذا، اُس شخص پر بذاتِ خود ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے، اور یہ اُس کے عادل ہونے کے ضمن میں آئے گا[15]''۔

حاکمِ وقت کا روزوں کے بارے میں حکم جاری کرنا اختلاف کو ختم کرنا ہے۔

ماہِ رمضان کے لیے نئے چاند کا نظر آجانا اور ماہِ رمضان کے روزے واجب ہو جانے کے متعلق حاکمِ وقت کا حکم جاری کرنا شرط نہیں ہے، یعنی اہلِ علاقہ جب ماہِ رمضان کے شروع ہونے کے لیے نیا چاند دیکھ لیں تو اب اُن پر روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے، لیکن حاکمِ وقت اپنے کسی خاص طریقہ سے ہلالِ رمضان کے نظر آجانے کے متعلق حکم جاری کرتا ہے تو پھر عام مسلمانوں پر بھی روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے، اگرچہ بعض مذاہب والے مسلمان اِس میں اختلافِ رائے کیوں نہ رکھیں۔ کیونکہ حاکمِ وقت کا حکم جاری کرنا لوگوں کے مابین پائے جانے والے اختلاف کو دُور کرتا ہے۔ اِس بات میں تمام کا اتفاق ہے مگر فقہائے شوافع کہتے ہیں:

''ہلالِ رمضان کے دکھائی دیئے جانے اور روزہ واجب ہو جانے کے لیے لوگوں کی رضامندی بھی مشروط ہے۔ پھر جب حاکمِ وقت ماہِ رمضان کے چاند نظر آجانے کے متعلق حکم جاری کرے گا تو لوگوں پر رمضان کے روزے رکھنا واجب ہو جائیں گے، اگرچہ حاکمِ وقت ایک عادل شخص کی شہادت پر ہی حکم جاری کیوں نہ کرے[16]''۔

راقم الکتاب عماد الدین بن احمد کہتا ہے:

''ایسا اُس وقت ہوگا جب حاکمِ وقت کا مذہب رؤیتِ ہلال پر قائم ہو، جیسا کہ یہ بات مذاہبِ اربعہ میں 'معتمد علیہٗ' ہے، اُس وقت حاکمِ وقت کا جاری کردہ حکم لوگوں کے مابین پائے جانے والے اختلاف کو ختم کردے گا۔ اور اگر حاکمِ وقت کا مذہب علمِ فلکیات و حسابِ فلکی پر موقوف ہو، تب حاکمِ وقت کے جاری کردہ حکم کی کوئی اہمیت و اِفادیت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اَحکامِ شرعی، شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس سے حاصل کیے جاتے ہیں اور انہوں نے ہی تو فرمایا ہے:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنا ختم کردو''۔

۔۔۔علمائے مالکیہ کے ایک مستند عالم کہتے ہیں اور یہ بات امام قرافی نے 'الذخیرۃ' میں بھی درج کی:

لَوْكَانَ الإِمَامُ يَرىٰ الحِسَابَ فِي الْهِلَالِ، فَأَثْبَتَ بِهٖ، لَمْ يُتْبَعْ، لِاِجْمَاعِ السَّلَفِ عَلىٰ خِلَافِهٖ[17]

”حاکم وقت اگر مسئلہ رؤیتِ ہلال کے لیے حسابِ قمری کو ترجیح دیتا ہو اور پھر حسابِ قمری کے مطابق حکم بھی جاری کرتا ہو تو اُس کے حکم کی اتباع نہیں کی جائے گی کیونکہ سلف صالحین کا اِجماع اس کے خلاف ہے“۔

پھر یہ بات ہے کہ اگر دن کے وقت نیا چاند (ہلال) نظر آ گیا، تو اس مسئلہ کے بارے میں مذاہبِ اربعہ کے علماء نے سیر حاصل گفتگو کی ہے، ایسی صورتحال میں کیا ماہِ رمضان کے روزے رکھنا صحیح ہوگا۔۔یا۔۔نہیں؟

آسمانی مشاہدہ کرنے کے لیے نصب کردہ دُوربینوں (Telescopes) کی مدد سے رؤیتِ ہلال ثابت ہو جائے گی۔۔یا۔۔نہیں؟ اِن کے متعلق تفصیل آئندہ بحث میں ذکر کی جائے گی۔

---

(۱)۔۔۔الھدایۃ:۱/۱۱۹۔(۲)۔۔۔الھدایۃ:۱/۱۱۹۔(۳)۔۔۔ردّالمحتار:۲/۳۸۸۔
(۴)۔۔۔الھدایۃ:۱/۱۱۸۔(۵)۔۔۔ردالمحتارر:۲/۳۹۱۔
(۶)۔۔۔تنبیہ الغافل الوسنان علیٰ احکام ہلال رمضان:۷۷۔۷۸۔(۷)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۸۲۔۶۸۴۔
(۸)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/۶۰۱۔(۹)۔۔۔نھایۃ المحتاج:۳/۱۵۱۔(۱۰)۔۔۔فتح العلام:۴/۱۲۔
(۱۱)۔۔۔المرجع السابق:۴/۱۲۔۱۴۔(۱۲)۔۔۔المنھاج وشرحہٗ المغنی:۱/۴۲۲۔
(۱۳)۔۔۔مغنی المحتاج:۱/۴۲۱۔(۱۴)۔۔۔الشرح الکبیر:۳/۸۔۱۱، الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/۶۰۱۔۶۰۳۔
(۱۵)۔۔۔الشرح الکبیر مع المغنی:۳/۱۰۔۱۱۔(۱۶)۔۔۔الفقہ علی المذاہب الاربعہ:۱/۵۵۲۔
(۱۷)۔۔۔العلم المنشور:۳۴، الذخیرہ:۲/۴۹۳۔

﴿بحث سوم﴾

﴿غروبِ آفتاب کے بعد رؤیتِ ہلال اور نصب کردہ دُور بینوں کی اِستعانت﴾

اوّل:۔۔۔آسمانی مشاہدہ کے لیے نصب کردہ دُور بینوں کی مدد:

شیخ سعید حوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

"دُور بینوں کی مدد سے نئے چاند کو دیکھنا روزے کو واجب کر دیتا ہے کیونکہ دُور بین کا کام انسانی نظر کی طاقت میں اضافہ کرنا ہے اور دُور بین ہم کو وہ چیز نہیں دکھاتی جس کا وجود ہی نہ ہو! لہٰذا دُور بین کے ساتھ نئے چاند کو دیکھنا ضروری ہے، نیا چاند جب خطِ شمس سے تجاوز کر جائے تب نئے مہینے کا داخل ہو جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ فقہائے کرام کے قول۔۔۔اِنَّ الرؤیَۃَ مُعتَبرَۃ ۔۔۔بے شک چاند دیکھنا معتبر ہے۔۔۔کا مطلب یہ ہے کہ وقتِ مغرب کے بعد دیکھا جائے"۔

شیخ سعید حوی علیہ الرحمہ مزید رقمطراز ہیں:

"کہ دُور بین کے ذریعے رؤیتِ ہلال نے حساباتِ فلکی کے نظام کو بھی تبدیل کر دیا ہے"[1]۔

شیخ محمد بخیت المطیعی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"نئے چاند کو دیکھنے والے شخص کی گواہی قابل قبول ہے، اگر وہ ہلال کو ایک بہت بڑی دُور بین سے ہی دیکھے، اَحناف کے نزدیک نیا چاند نظر کی طاقت کم ہونے کی وجہ سے آلۂ دُور بین سے دیکھا جاتا ہے، کیونکہ دُور بین کے واسطہ سے نئے چاند کی ٹکیہ کو دیکھنا مقصود ہوتا ہے اور دُور بین کا کام قریب و بعید والی اشیاء کو صحیح دکھائی دینے میں مدد کرنا ہوتا ہے، اور دُور بین کے بغیر اُن کا دیکھنا ممکن نہیں"[2]۔

مگر فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ نئے چاند کی جگہ کو متعین کرنے کے لیے دُور بین کا استعمال کرنا جائز اور صحیح ہے، دُور بین کا مقصد نئے چاند کی رؤیت کو ثابت کرنا نہیں ہوتا، یعنی جب دُور بین کی مدد سے نئے چاند کو دیکھا جائے گا تو اُس کی جگہ پہچان لی جائے گی پھر دُور بین آنکھوں سے دُور کر دی جائے گی اور پھر صرف انسانی آنکھ نئے چاند کو دیکھے گی، اور اگر انسانی آنکھ نے بغیر کسی دُور بین کے نئے چاند کو دیکھ لیا تب ماہِ رمضان اور روزے ثابت ہو جائیں گے۔ اور عید الفطر کے لیے دیکھا تو وہ ثابت ہو جائے گی وگرنہ ثابت نہیں ہوگی۔

دوم:۔۔۔سی، سی، ڈی کیمرہ کی مدد:

سی، سی ڈی کیمرہ آسمانی تصویروں کے لیے ایک ٹیکنالوجی ہے، یہ کیمرہ نئے چاند کی مختلف تصویریں کھینچتا

ہے جن کو انسانی آنکھ سے دیکھنا ممکن نہیں، نہ ہی دُور بین وغیرہ سے دیکھنا ممکن ہے۔ تقریباً اس میں کھینچی جانے والی تصاویر کی تعداد تین سو ۳۰۰ ہوتی ہے، پھر بعد میں ایک خاص کمپیوٹر کے خاص پروگرام سے یہ تمام تصاویر ایک تصویر میں جمع کر دی جاتی ہیں، پھر تیار کردہ دیگر امور کے ساتھ اُس خاص تصویر کا مرحلہ مکمل ہو جاتا ہے، بعد میں اُن تمام تصاویر کو جمع بھی کیا جاتا ہے پھر اُن تصاویر کے مجموعہ سے۔۔یا۔۔کسی ایک تصویر سے نئے چاند کو دیکھنا ممکن نہیں ہوتا، اِس لیے تین سو ۳۰۰ تصاویر ایک تصویر میں جمع کرنے کے بعد نئے چاند کو دیکھنے کا مرحلہ مکمل ہو جاتا ہے۔

راقم عمادالدین بن احمد کہتا ہے:

''کہ نئے چاند کو دیکھنے کے لیے یہ ٹیکنالوجی (two technicalpoints) دو ۲ ٹیکنیکل نقاط کی وجہ سے شرعی طور پر صحیح نہیں:

سببِ اوّل:۔۔۔دُور بین کے ساتھ دیکھنا دن کو مکمل ہو گیا تھا اور قابلِ اعتماد شرعی رؤیتِ ہلال تو غروبِ شمس کے بعد قابلِ اعتماد ہوتی ہے۔

سببِ ثانی:۔۔۔یقیناً، رؤیتِ ہلال مکمل شمار نہیں کی جائے گی، جو چیز مکمل ہوتی ہے وہ نئے چاند کی تین ۳۰۰ سو تصویروں کا ایک تصویر میں اکٹھا کرنا ہے، اور اُن کو انسانی آنکھ اور خاص دُور بین سے دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور پھر اُس کے بعد اُن تمام تصاویر کو کمپیوٹر میں داخل کرنا تا کہ کمپیوٹر اُن تمام تصاویر کو اکٹھا کر کے ہلال (نئے چاند) کی ایک تصویر بنا ڈالے، ایسا کرنا شرعی طور پر باطل ہے۔

سوم:۔۔۔غروبِ شمس کے بعد رؤیتِ ہلال:

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

''کہ صاحب الھدایہ امام برہان الدین المرغینانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب 'مختارات النوازل' میں رقمطراز ہیں:

''دن کے وقت ہلال (نئے چاند) کو دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں''۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

''اگر نیا چاند وقتِ زوال سے پہلے نظر آئے تو وہ چاند گذشتہ رات کا چاند ہوتا ہے''۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ چاند شفق میں جا کر غائب ہو گیا تو وہ آنے والی رات کا چاند ہو گا اور اسی طرح کہ اگر وہ وقتِ عصر کے بعد ظاہر ہو۔ انہوں نے اپنی کتاب 'التجنیس' میں لکھا:

''ہم مزید کہیں گے کہ اگر لوگوں نے ہلالِ فطر دن کے وقت دیکھ لیا تو وہ اُس دن کا روزہ مکمل کریں گے، خواہ

انہوں نے اُس چاند کو زوال سے پہلے دیکھا۔۔یا۔۔زوال کے بعد دیکھا، کیونکہ ہلال (نیا چاند) آنے والی رات کا ہوتا ہے، یہی مذہب مختار ہے"۔

'الفیض' نامی کتاب میں درج ہے کہ اگر لوگوں نے دن کے وقت نیا چاند وقتِ زوال سے پہلے دیکھا۔۔یا۔۔ وقتِ زوال کے بعد دیکھا تو نہ ہی روزہ رکھا جائے گا اور نہ ہی روزہ اُس چاند کو دیکھنے کی وجہ سے ختم کیا جائے گا، بلکہ وہ چاند آنے والی رات کا چاند ہوگا"۔

قاضی خان علیہ الرحمہ نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دن کے وقت نئے چاند کو دیکھنے کا اعتبار بالکل نہیں کیا جائے گا۔ قاضی خان کہتے ہیں کہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک جیسا کہ 'مختصر خلیل' میں ہے کہ دن کے وقت کا چاند دیکھنا آنے والی رات کے لیے شمار کیا جائے گا۔ اِس کتاب کے شارح، شیخ عبدالباقی کہتے ہیں کہ ہلالِ رمضان۔۔یا۔۔ ہلالِ شوال کو دیکھنا اِس امر کے خلاف ہے کہ جس شخص نے اُس کو وقتِ زوال کے بعد اُس چاند کو آنے والی رات کے لیے خاص کر دیا ہو، اگر ایسا ماہِ شعبان کے آخر میں ظاہر ہو تو لوگ حالتِ غیر روزہ (فطر) میں ہی رہیں گے۔ اور اگر ایسا ماہِ رمضان کے آخر میں ظاہر ہوا تو لوگ حالتِ روزہ میں ہی رہیں گے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وقتِ زوال سے پہلے پہلے چاند نظر آ گیا تو وہ گذشتہ رات کا چاند ہوگا، اگر وقتِ زوال کے بعد نظر آ گیا تو وہ چاند آنے والی رات کا چاند ہوگا۔

حافظ ابن عبدالبر علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"اگر وقتِ زوال سے قبل ہلال کو دیکھا گیا تو وہ گذشتہ رات کا چاند ہوگا اور اگر ہلال (نیا چاند) وقتِ زوال کے بعد دیکھا گیا، تو پھر وہ آنے والی رات کا چاند شمار کیا جائے گا"[۳]۔

فقہائے شوافع کی رائے:

ابن حجر علیہ الرحمہ کی شرح 'المنہاج' میں ہے:

"ماہِ رمضان۔۔یا۔۔اِس کے علاوہ غروبِ آفتاب سے پہلے ہلال (نیا چاند) کی کوئی اہمیت نہیں، خواہ وہ چاند زوال سے پہلے نظر آئے۔۔یا۔۔زوال کے بعد، ماضی اور مستقبل کے لیے اُس چاند کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی"۔

امام اردبیلی نے 'الأنوار' میں لکھا ہے:

"کہ اگر لوگوں نے تیسویں ۳۰ دن کے دوران دن کے وقت ہلال کو دیکھا تو وہ آنے والی رات کا ہلال تصور کیا جائے گا، خواہ وہ چاند وقتِ زوال سے پہلے دیکھا گیا۔۔یا۔۔وقتِ زوال کے بعد دیکھا گیا ہو۔ اگر وہ ماہِ رمضان سے پہلے دکھائی دے تو اُس سے ماہِ رمضان شروع نہیں ہوگا اور اگر وہ ماہِ شوال سے پہلے دکھائی دے تو اُس کی

وجہ سے ماہِ رمضان کے روزے ختم نہیں کیے جائیں گے"۔

فقہائے حنابلہ کی رائے:

امام مرداوی علیہ الرحمہ نے 'الانصاف' میں لکھا:

"اگر وقتِ زوال سے پہلے ۔۔یا۔۔بعد بوقتِ دن چاند دیکھا گیا تو وہ چاند آنے والی رات کا چاند ہوگا، یہی حنابلہ کا مذہب مختار ہے، خواہ وہ چاند مہینے کے شروع میں نظر آئے ۔۔یا۔۔آخر میں، اُس چاند کے نظر آجانے کی وجہ سے روزہ رکھنا واجب نہیں ہوتا اور روزے ختم کرنا مباح بھی نہیں ہوتا"۔

امام مرداوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔۔۔

"کہ مذاہبِ اربعہ کی کتب کی یہ نصوص بول رہی ہیں کہ دن کے وقت چاند نظر آجانا روزے رکھنے کے عمل کو واجب نہیں کرتا اور روزے رکھنے کے عمل کو مباح بھی قرار نہیں دیتا۔ رؤیتِ ہلال وہ معتبر ہے جو رات کے وقت ہو۔ جس شخص نے اِس قول کی مخالفت کی، اُس شخص نے 'اجماع' کی مخالفت کی[۴]"۔

امام عبدالحیٔ لکھنوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"دن کے وقت عدمِ رؤیتِ ہلال پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ﴿البقرۃ:۱۸۹﴾

تم سے پوچھتے ہیں چاند کی مختلف شکلوں کے بارے میں، کہہ دو یہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے تاریخ کی پہچان ہے۔ (معارف القرآن)

۔۔۔اور یہ فرمانِ خداوندی بھی دلالت کرتا ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ﴿الاسراء:۱۲﴾

اور بنایا ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں، چنانچہ مٹی مٹی دھندلی رکھی ہم نے رات کی نشانی، اور کر دیا دن کی نشانی کو کھلتی دکھاتی، تا کہ تلاش کرو اپنے پروردگار کا فضل، اور تا کہ جانتے رہو ہر ہر سال کے شمار کو اور حساب کو (معارف القرآن)

آیتِ لیل سے مراد 'چاند' اور آیتِ نہار سے مراد 'روشن سورج' ہے۔ یہ اِس بات پر دلیل ہے کہ چاند رات کی نشانی ہے نہ کہ چاند دن کی نشانی ہے۔ لہٰذا دن کے وقت چاند دیکھنا قابلِ اعتبار نہیں۔ اور چاند لوگوں کے لیے حج اور روزوں کے لیے مقرر کیا گیا، چاند کی وجہ سے سالوں اور حساب وغیرہ کی گنتی کا علم ہوتا ہے اور یہ سب کچھ تب ہوگا جب چاند رات کو طلوع ہو نہ کہ رات کے علاوہ[۵]"۔

علامہ عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:

''مطلق طور پر مہینے کی انتیس ۲۹ تاریخ کو دن کے وقت نئے چاند کا نظر آ جانا اجماعِ اُمت کے مطابق آنے والی رات کے لیے شمار ہوگا، جس طرح ابن الھمام وغیرہ نے ذکر کیا۔ اِس بناء پر 'ردّ المحتار علی الدر المختار' میں۔۔۔علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ:

مہینے کی انتیس ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آ جانے کے متعلق کسی بھی عالِم نے نہیں کہا کہ وہ چاند گزری ہوئی رات کا چاند ہوگا، کیونکہ ایسا کہنے سے یہ لازم آتا ہے کہ مہینہ اٹھائیس ۲۸ دن کا ہے، جیسا کہ اس کے متعلق بعض محققین نے لکھا۔ بیشک مذہبِ مختار یہ ہے کہ دن کے وقت چاند کا نظر آ جانا مطلقاً کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، خواہ رؤیتِ ہلال صبح کے وقت ہو۔۔۔یا۔۔۔زوال سے پہلے۔ یہی روایت فقہائے اَحناف کی عام کتب میں ظاہری روایت کے ضمن میں درج ہے''[۶]۔

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''کہ اگر لوگوں نے دن کے وقت ہلال کو دیکھا تو وہ آنے والی رات کا چاند ہوگا، اِس میں یہ بات برابر ہے کہ انہوں نے وقتِ زوال سے پہلے چاند دیکھا۔۔۔یا۔۔۔زوال کے بعد، یہ ہم شافعیوں کا مذہب ہے، اس میں کوئی خلاف نہیں اور یہی بات امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام محمد بن حسن شیبانی، امام ثوری، امام ابن ابی لیلیٰ، امام ابو یوسف اور امام عبدالمالک بن حبیب المالکی علیہم الرحمہ نے کہی۔ اگر لوگوں نے ہلال وقتِ زوال سے پہلے دیکھا تو وہ گذشتہ رات کا چاند ہوگا اور اگر وقتِ زوال کے بعد دیکھا تو وہ چاند آنے والی رات کا چاند ہوگا، اس میں مساوی ہے کہ وہ چاند ابتدائے ماہ کا ہو۔۔۔یا۔۔۔انتہائے ماہ کا ہو''[۷]۔

امام سبکی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''کہ جب نیا چاند (ہلال) غروب ہونے والے سورج کی شعاع سے جدا ہو اس طرح کہ اُس چاند کی رؤیت ومشاہدہ ممکن نہ ہو، لیکن واضح رہے کہ وہ چاند روشن اور بلند ہوتا ہے، وہ سورج کے قریب ہوتا ہے لیکن اُس چاند کا سفر دوسری رات تک جاری رہتا ہے، اور وہ چاند عشاء کے وقت کے بعد بھی باقی ٹھہرتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ چاند ایک رات کا بیٹا ہے''[۸]۔

لیکن میں (عماد الدین بن احمد) کہتا ہوں کہ فقہائے کرام کی مذکورہ بالا عبارات سے ہمارے لیے واضح ہوا کہ یقیناً ہلال (نیا چاند) مہینے کی پہلی رات کو غروبِ شمس کے بعد ہی ظاہر ہوتا ہے، پھر تھوڑی دیر مغربی اُفق میں وہ نیا چاند غروبِ آفتاب کے بعد ٹھہرا رہتا ہے، پھر اُس کے بعد دوسری رات کو اُس نئے چاند کا آسمان پر ٹھہرنا اور بلند ہونا زیادہ ہو جاتا ہے۔ اِس مسئلہ کو ہم نے 'بحثِ اوّل' میں بیان بھی کیا، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے کہا:

"بیشک ہلال اگر ایک رات کا ہو۔۔یا۔۔نئے ماہ کی دوسری رات کا، عام طور پر ناممکن ہے کہ وہ چاند کسی بھی حالت میں دن کے وقت دیکھا جائے، نہ زوال سے پہلے اور نہ ہی زوال کے بعد، بلکہ اگر وہ چاند زوال سے پہلے۔۔یا۔۔بعد اَز زوال بوقتِ دن دیکھا گیا تو وہ سابقہ ماہ کا چاند ہوگا، کیونکہ نیا چاند ہر قمری مہینے کے آخر میں چھپ جاتا ہے اور بالکل ظاہر نہیں ہوتا۔ اِس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُس وقت چاند کی روشنی انتہائی کم اور سورج کی روشنی انتہائی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا چاند شرعی طور پر نئے مہینے کے آغاز میں شمار نہیں ہوتا۔ ماہِ جدید کا آغاز اُس وقت کیا جائے گا جب نیا چاند، غروبِ شمس کے بعد سمتِ مغرب میں دکھائی دے، اور یہ حکم مشاہدہ پر مبنی ہے جس میں عام وخاص برابر ہیں اور اِسی پر عبادت کے اَعمال کا دارومدار ہے جو تمام لوگوں کو شامل ہوگا، اور یہ دو[2] اوقات کے حساب پر مبنی نہیں ہوگا، اگرچہ حسابِ قمری اس کی موافقت کرے کیونکہ اَحکامِ شرعی، شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ۔۔۔ چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو۔

البتہ اِس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر رؤیتِ ہلال ایک جگہ سے ثابت ہوئی تو یہ رؤیت، تمام زمین والوں کو شامل ہوگی۔۔یا۔۔نہیں۔

یہ معاملہ اختلافِ مطالع (Rising point of moon) کی بناء پر ہوگا، اِس کی شرح آگے آنے والی بحث میں بیان کی جائے گی۔ (واللہ الموفق)

---

(۱)۔۔۔الأساس فی السنۃ وفقہھا:۶/ ۲۵۳۷۔ (۲)۔۔۔اِرشاد اہل الملۃ:۲۰۴۔
(۳)۔۔۔الاستذکار:۴/۱۳۔ (۴)۔۔۔انظر تنبیہ الغافل الوسنان علی احکام ہلال رمضان:۸۶۔۹۵۔
(۵)۔۔۔الفلک الدوار فی رؤیۃ الہلال بالنہار:۱۳۶۔۱۳۸۔ (۶)۔۔۔نفس المرجع:۱۳۵۔۱۳۸۔
(۷)۔۔۔المجموع:۶/۲۷۹۔ (۸)۔۔۔العلم المنشور:۵۱۔۵۲۔

﴿بحثِ چہارم﴾
﴿اختلافِ مطالع (Rising point of moon) کا حکم﴾

اختلافِ مطالع سے مراد وہ تبدیلی ہے جو ایک علاقہ کی دوسرے علاقہ سے خطِ استواء (Equator) کے قریب و بعید ہونے کی وجہ سے ہو۔ یہ تبدیلی سورج کے مَطلع (Rising point of sun) اور نئے چاند کے مَطلع (Rising point of moon) کے درمیان پائی جاتی ہے جن دونوں کی وجہ سے اوقاتِ نماز میں اثر مترتب ہوتا ہے، روزے کا وقت، روزے کا شروع کرنا، ختم کرنا اور اِسی طرح شرعی فقہی اَحکام وغیرہ۔ اور جب ایک علاقہ کا عرضِ بلد، دوسرے علاقہ کے عرضِ بلد سے مختلف نہیں ہوتا، تو پھر سورج و چاند دونوں کے مَطلع میں بھی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، اور ایسے عمل کو 'مَطلعِ واحد' ہونے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مطالع قمر کا مختلف ہونا ممالک اور شہروں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک ملک میں نیا چاند نظر آجاتا ہے جبکہ دوسرے ملک میں نظر نہیں آتا، اِسی طرح 'مطالع شمس' بھی مختلف ہیں۔ ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک ملک میں سورج طلوع ہوتا ہے جبکہ دوسرے ملک میں ابھی تک رات باقی ہوتی ہے۔ یہ باتیں 'علم ہیئت' کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہیں، ایسا ہوتا ہے اور دیکھا گیا ہے۔

محقق ابن حجر علیہ الرحمہ کے فتاوی میں علامہ سبکی اور علامہ اسنوی نے صراحتاً بیان کیا کہ جب مطالع مختلف ہوتے ہیں تو پھر رؤیتِ ہلال ایک علاقہ میں لازم ہوتی ہے جبکہ دوسرے علاقہ میں رؤیت ہلال ثابت نہیں ہوتی، اُس وقت مشرقی علاقوں میں رات بہ نسبت مغربی علاقے پہلے داخل ہوتی ہے، اُس وقت ایسی تبدیلی لازم ہوتی ہے کہ رؤیتِ ہلال مشرق اور مغرب میں مختلف ہوتی ہے[1]۔

لیکن چاند اور سورج کا جب ایک مَطلع ہو تب دونوں کی رؤیت بھی ایک ہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کی اکثریت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر زوال کے وقت دو[2] بھائی ایک ہی دن فوت ہو گئے، ایک بھائی مشرق میں فوت ہوا جبکہ دوسرا مغرب میں، تو مغرب میں رہنے والا بھائی، مشرق میں رہنے والے کی وراثت کا پہلے حقدار بنے گا کیونکہ اُس کی موت پہلے واقع ہوئی ہے۔ معلوم ہوا جب ایسا عمل اوقات میں ثابت ہو تو پھر ہلال کے بارے میں اس کا ثابت ہونا لازم کیوں نہ ہوگا؟ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہلال، مشرق میں سورج کے قریب ہے لیکن سورج کی کرنیں

اُس کو چھپا دیتی ہیں، اور جب سورج کا مغرب میں غروب ہونا تاخیر سے ہوتا ہے تب اُس وقت ہلال سورج سے دُور ہوتا ہے اور نظر آجاتا ہے[۲]۔

شیخ محمد بخیت مطیعی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"تم جان لو کہ مطالع کے مختلف ہونے کے متعلق کسی عالم کا بھی اختلاف نہیں کیونکہ یہ ثابت شدہ مشاہدہ ہے، شریعتِ مطہرہ اور عقلِ انسانی اس کی موافقت بھی کرتی ہے جس طرح شریعتِ اسلامیہ اور عقلِ انسانی مطالع کے ایک ہونے پر بھی اتفاق کرتے ہیں۔ کیا ہم نے نہیں دیکھا کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے مطالع کے مختلف ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ اَحکام بنائے ہیں، اُن ہی کی وجہ سے اوقاتِ نماز مختلف ہوتے ہیں اور اوقاتِ حج۔ کیونکہ حج کے لیے اہلِ مکہ کے مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور وراثت کا حقدار بھی اُس شخص کو بنایا جائے جو پہلے --یا-- بعد میں فوت ہوا ہو۔ اِس کے علاوہ اور بہت سے مسائل ہیں جن پر علمائے اسلام کا اتفاق بھی ہے۔ اِس کے علاوہ علمائے کرام نے آنکھوں سے ماہِ رمضان وشوال کے لیے نئے چاند کو دیکھنے، روزے کے واجب ہونے، روزوں کے ختم ہونے --یا-- ختم نہ ہونے کے بارے میں علمی اختلاف کیا ہے"[۳]۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

ایک وقت میں مشارق ومغارب کے تمام مسلمانوں پر روزوں کے واجب ہونے --یا-- واجب نہ ہونے کے متعلق دو[۲] آراء کے مابین فقہائے کرام نے اختلاف کیا۔ مطالع کے مختلف ہونے --یا-- چاند کے مطالع کے ایک ہونے میں جمہورِ علمائے اَحناف، مالکیہ اور حنابلہ کی یہ رائے ہے کہ تمام مسلمانوں کے درمیان ایک دن ہی روزہ شروع ہوگا، مطالع کے مختلف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، جب کہ فقہائے شوافع کی یہ رائے ہے کہ مسافتِ بعیدہ کی وجہ سے چاند کے مطالع مختلف ہونے کے حساب سے عید اور روزے شروع کرنے میں اختلاف ہوگا[۴]۔

ذکر کردہ مسائل کی وجہ سے ہمارے لیے واضح ہوا کہ علماء کے درمیان مطالع مختلف ہونے میں کوئی خلاف نہیں کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو عینی مشاہدہ سے ثابت ہے لیکن علماء نے اس کے معتبر ہونے --یا-- معتبر نہ ہونے کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اسی لیے علمائے کرام کے درمیان اِس بابت کوئی اختلاف نہیں کہ حاکمِ وقت --یا-- اُس کے نمائندہ کے لیے روزے شروع کرنے --یا-- روزے ختم کرنے کا حکم دینا منع ہے جب اُس حاکم کے ہاں اس کے مختار مذہب کے مطابق ثابت ہو جائے کیونکہ حاکمِ وقت کا حکم دینا اختلاف کو ختم کر دیتا ہے۔ اس مسئلہ کو ہم نے 'بحثِ دوم' میں ذکر بھی کیا ہے۔

اِس مسئلہ کے بارے میں اب ہم جمہورِ علماء کی رائے اور اُن کے دلائل، فقہائے شوافع کی رائے اور اُن کے

دلائل ذکر کریں گے۔

☆۔۔۔علمائے اَحناف نے کہا ہے کہ مطالع کا مختلف ہونا اور بوقتِ دن زوال سے پہلے ۔۔یا۔۔زوال کے بعد چاند کا نظر آ جانا ظاہری مذہب کے مطابق معتبر نہیں ہوگا۔اکثر مشائخ کی رائے بھی یہی ہے، اِسی رائے پر اُن کا فتویٰ بھی ہے،اور دوسرے کے مطالع پر رؤیتِ ہلال کے ثابت ہو جانے کی وجہ سے فقط کسی ایک پر عمل کرنا لازم نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر کسی نے سب سے پہلے رؤیتِ ہلال کا مشاہدہ کیا ہو تو اُس پر سب سے پہلے عمل کرنا واجب ہوگا، حتیٰ کہ اگر جمعہ کی رات کو مشرق میں چاند دیکھا گیا اور ہفتے کی رات مغرب میں چاند دیکھا گیا تو اہلِ مغرب پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ اہلِ مشرق نے سب سے پہلے چاند کو دیکھ لیا تھا۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کہتے ہیں۔۔۔

"کہ یہ مسئلہ ہم احناف کے نزدیک قابلِ اعتماد ہے جب کہ مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک (صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ) حدیثِ مبارک کے مطابق مطلقاً رؤیتِ ہلال کے ساتھ خطاب عام ہوگا۔اوقاتِ نماز کا مسئلہ اِس کے برعکس ہے[5]"۔

☆۔۔۔علمائے مالکیہ کہتے ہیں کہ جب ہلال (نیا چاند) دیکھا گیا تو تمام علاقے وملک والوں کے لیے روزے رکھنے کا حکم عام ہوگا، اگر چہ وہ ملک وعلاقہ والے لوگ دُور ہوں اور اس مسئلہ میں قصر کی مسافت کا خیال نہیں کیا جائے گا، اور اس مسئلہ کے بارے میں مطالع کا ایک ہونا۔۔یا۔۔مطالع کا مختلف ہونا بھی شامل نہیں، جن کی طرف رؤیتِ ہلال دکھائی دینے کی خبر پہنچی ہو اُن تمام پر روزہ رکھنا واجب ہوگا، اگر چہ چاند نظر آ جانے کی خبر دو[2] عادل مردوں کی شہادت سے بیان کی گئی۔۔یا۔۔ایک بہت بڑی جماعت کی شہادت وگواہی سے ثابت ہوئی، اور اگر یہ خبر تواتر کی حد کو پہنچ جائے تو پھر اس خبر کے متعلق گواہی بھی قابلِ حجت نہیں ہوگی[6]۔

☆۔۔۔علمائے حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر ایک علاقے والوں نے ہلال کو دیکھا تو تمام اہلِ علاقہ پر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔اِس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴿البقرة:۱۸۵﴾

تو جس نے پالیا تم میں سے اس مہینہ کو، تو اس کے روزے رکھے (معارف القرآن)

ثقہ بندوں کی گواہی سے ماہِ رمضان کا چاند نظر آ گیا، اب تمام مسلمانوں پر روزے رکھنا واجب ہوں گے کیونکہ رؤیتِ ہلال کے ثابت ہونے کے متعلق عدل وانصاف والی گواہی قائم ہوگئی ہے، اب ان تمام پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ یہ حکم دُور کے لیے ہے۔اور اِسی طرح جب شہر وعلاقے ایک دوسرے کے قریب ہوں تو پھر بھی یہی

حکم ہوگا[۷]۔

سنتِ مطہرہ اور قیاس سے جمہور کے دلائل[۸]:

(۱)۔۔۔سنتِ مطہرہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے علاوہ دیگر سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ (بخاری)

''چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنے ترک کردو، اور اگر
مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر تم شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کرلو''۔

یہ حدیثِ نبوی اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام مسلمانوں پر روزے رکھنے کا لازم ہونا مطلقاً رؤیتِ ہلال کے ساتھ معلق ہے، اور معلق کا حکم اپنے اِطلاق پر جاری ہوتا ہے، لہٰذا ایک مسلمانوں کی جماعت کی گواہی کافی تصور کی جائے گی۔۔یا۔۔پھر ایک قابلِ قبول شخص کی گواہی ہی کافی ہوگی۔ اِس مسئلہ کی وضاحت سابقہ مباحث میں ہم نے تفصیل سے بیان کی ہے۔

(۲)۔۔۔قیاس: جمہور علماء نے رؤیتِ ہلال کے لیے ایک علاقہ کی وجہ سے دُور والے علاقوں کو قریب والے علاقوں پر قیاس کیا ہے، اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دُور و قریب والے علاقوں کے درمیان فرق کرنے والی دلیل پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

☆۔۔۔علمائے شوافع کہتے ہیں کہ جب کسی علاقے میں رؤیتِ ہلال ثابت ہوگئی تب روزہ رکھنا واجب ہوجائے گا، اور ہر وہ علاقہ جو قریبی مطالع کے موافق ہو اُس پر یہی حکم لازم ہوگا۔ دُور والا مطالع اُس حکم کے لزوم سے خارج ہوگا، یہ اختلافِ مطالع کے حساب کے مطابق ہوگا۔ مطالع کا مختلف ہونا چوبیس ۲۴ فرسخ کی مسافت سے کم نہیں ہوگا، ایک فرسخ پانچ ہزار پانچ سو چوالیس ۵۵۴۴ میٹر ہوتا ہے، اِس کو جب چوبیس ۲۴ فرسخ کے ساتھ ضرب دی جائے گی، اور فرسخ کو کلومیٹر میں تبدیل کیا جائے، تو اُس وقت مسافت ۱۳۳۰۵۶ میٹر ہوگی یعنی تقریباً ۱۳۳ کلومیٹرز[۹]۔

تاج تبریزی علیہ الرحمہ متنبہ کرتے ہیں کہ مطالع کے اختلاف کے لیے ناممکن ہے کہ وہ چوبیس ۲۴ فرسخ سے کم ہو اور ایسا تین ۳ مراحل پر مشتمل ہوتا ہے، امام کردی علیہ الرحمہ سے یہ فائدہ ہوا کہ انہوں نے تبریزی سے پڑھا بھی ہے اور اُن کے اقوال نقل بھی کیے ہیں[۱۰]۔

اختلافِ مطالع کی بناء پر مسافر روزے دار پر چند اَحکام مرتّب ہوتے ہیں، ایسا علاقہ جس میں مَطلع مختلف ہو ایسے دوسرے علاقہ کی نسبت، جس سے روزہ شروع کیا گیا ہو[۱۱]۔

اوّل:۔۔۔ اگر روزے دار نے ہلال نظر آ جانے والے علاقے سے اُس علاقے کی طرف سفر کیا جس علاقہ میں ہلال دیکھا نہ گیا تھا، تو اب اُس روزے دار پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہوگا۔ اُس شخص پر وہاں کے اہلِ علاقہ کی آغازِ رمضان سے اختتامِ رمضان تک موافقت کرنا واجب ہوگی۔ اگر وہ لوگ ماہِ رمضان کے روزے تیس ۳۰ دن رکھتے ہیں تو وہ مسافر بھی تیس ۳۰ دن روزے رکھے گا، اگر چہ اُس نے اکتیس ۳۱ روزے ہی کیوں نہ رکھ لیے ہوں۔ وہ ایسے کہ اُس شخص نے ایک روزہ اپنے علاقہ میں رکھا تھا جہاں سے چاند نظر آیا تھا، اُس نئے علاقہ میں سفر کرنے کی وجہ سے وہ اب روزوں کے حکم میں اُس نئے علاقہ والوں کے ساتھ ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اِسی طرح کی ایک روایت مروی ہے جب انہوں نے 'کُریب' نامی شخص کو ایسا ہی حکم دیا۔

دوم:۔۔۔ یہ مسئلہ، سابقہ مسئلہ کے برعکس ہے کہ اگر ایک مسافر نے اُس علاقہ سے سفر کرنا شروع کیا جس علاقہ میں نیا چاند نظر نہ آیا اور وہ دوسرے علاقے میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں ہلالِ رمضان نظر آ گیا ہے، لہٰذا اب وہ اُن کے ساتھ روزے رکھے گا اور اس پر واجب ہے کہ وہ شخص اُن کے ساتھ ہی عید الفطر اَدا کرے کیونکہ اب وہ اُس اہلِ علاقہ کے حکم میں شامل ہے، خواہ اُس مسافر نے اٹھائیس ۲۸ دن ۔۔یا۔۔ انتیس ۲۹ دن روزہ رکھا ہو کیونکہ اُن علاقہ والوں کے ہاں تو ماہِ رمضان مکمل ہو گیا ہے۔ اور اگر اُس مسافر نے اٹھائیس ۲۸ دن روزہ رکھا تو وہ ایک دن کے روزے کی قضا کرے گا، یہ اس لیے کہ اسلامی مہینہ اٹھائیس ۲۸ دن کا نہیں ہوتا۔

سوم:۔۔۔ ایک شخص کو ایک علاقہ میں عید الفطر کی نماز اَدا کرنا نصیب ہوگئی، مگر اُس دن اُس شخص نے بذریعہ ہوائی جہاز اپنے اہلِ خانہ کی طرف سفر کیا لیکن اُس کے اہلِ خانہ تو حالتِ روزہ و ماہِ رمضان میں تھے، اب اُس شخص پر واجب ہے کہ وہ اُس دن اُن کے ساتھ کھانے پینے سے دُور رہے کیونکہ اب وہ شخص اُن کے حکم میں شامل ہو گیا ہے، لہٰذا اُن کی مشارکت اُس شخص پر لازم ہے۔

سنتِ نبوی، قیاس اور معقول کے ساتھ اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنے کے متعلق شوافع کے دلائل ۱۲:

سنتِ نبویہ:۔۔۔ فقہائے شوافع نے دو ۲ احادیثِ نبوی ﷺ سے استدلال کیا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں سے پہلی حدیث یہ ہے:

عَنْ کُرَیبٍ، اَنَّ اُمَّ الفَضْلِ بِنْتَ الحَارِثِ بَعَثَتْهُ اِلٰی مُعاوِیَةَ رضی اللہ عنہ بِالشَّامِ، قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَیْتُ حَاجَتَهَا، وَاسْتُهِلَّ عَلَیَّ رَمَضَانُ وَاَنا بِالشَّامِ، فَرَاَیْتُ الهِلَالَ لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَدِمْتُ المَدِیْنَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ، فَسَاَلَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمَا، ثُمَّ

ذَكَرَ الهِلَالَ فَقَالَ: متٰى رَاَيْتُم الْهِلَالَ؟
فَقُلْتُ: رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ الجُمُعَةِ فَقَالَ: اَنْتَ رَاَيْتَهُ ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، وَرَآهُ النَّاسُ، وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِيَةُفَقَالَ: لٰكِنَّا رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ، فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حتّٰى نُكْمِلُ ثَلَاثِيْنَ اَوْنَرَاهُ، فَقُلْتُ: اَوَلَا تَكْتَفِيْ بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةِوَصِيَامِهِ؟ فَقَالَ: لَا، هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (رواہ مسلم)

حضرت کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک اُم فضل (جوکہ حارث کی بیٹی ہیں) انہوں نے حضرت کریب کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ملکِ شام بھیجا، کریب کہتے ہیں کہ میں ملکِ شام پہنچا اور میں نے اُم فضل کی ضرورت پوری کی اور میں ملکِ شام میں ہی تھا کہ ماہِ رمضان کا چاند نظر آ گیا، میں نے ہلال (نیا چاند) شبِ جمعہ کو دیکھا اُس کے بعد میں ماہِ رمضان کے آخری ایّام کے دوران مدینہ منورہ پہنچا، مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خیریت دریافت کی پھر ہلالِ رمضان کا ذکر کیا اور پوچھا، تم نے ہلالِ رمضان کب دیکھا؟ میں نے عرض کیا: ہم نے ہلالِ رمضان شبِ جمعہ کو دیکھا تھا۔

فرمایا۔۔۔کیا تم نے بذاتِ خود ہلالِ رمضان کو دیکھا؟

میں نے عرض کی: جی ہاں! میں نے خود دیکھا، اور لوگوں نے بھی دیکھا تھا، لوگوں نے بھی روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔۔۔لیکن ہم نے تو ہلالِ رمضان ہفتہ کی رات کو دیکھا تھا، اور اب ہم روزے رکھ رہے ہیں یہاں تک کہ ہم تیس ۳۰ دن مکمل کریں گے۔۔یا۔۔پھر ہلالِ شوال کو دیکھ لیں گے۔ میں نے عرض کیا: کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رؤیتِ ہلال و روزہ ہمارے لیے بطورِ حجت و ثبوت کافی نہیں؟

تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اِس طرح حکم نہیں دیا۔ (مسلم)

یہ روایت اِس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اہل شام کی رؤیتِ ہلال پر اِکتفا نہیں فرمایا، اور رؤیتِ ہلال کے ایک علاقہ کے عمل کو دوسرے علاقہ کے عمل پر لازم قرار نہیں دیا۔

دوسری حدیث شریف: دوسری حدیث شریف، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ، فَلَا تَصُوْمُوْا حتّٰى تَرَوْهُ، وَلَا تُفْطِرُوْا حتّٰى تَرَوْهُ، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْالَهٗ (مسلم)

بیشک مہینہ انتیس [۲۹] دن کا ہوتا ہے، چاند کو دیکھ کر ہی روزے رکھو اور چاند کو دیکھ کر ہی روزے رکھنا ختم کردو، اور اگر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر حساب لگالو۔

یہ حدیثِ نبوی اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وجوبِ صوم کے لیے رؤیتِ ہلال ضروری ہے، لیکن تمام کا ہلالِ رمضان دیکھنا لازمی نہیں بلکہ بعض مسلمانوں کا رؤیتِ ہلال کافی ہے۔

قیاس:۔۔۔فقہائے شوافع نے 'مطالع شمس' کے تبدیل ہونے کے عمل کو 'مطالع قمر' کے تبدیل ہونے پر قیاس کیا ہے اور کہا کہ: 'مطالع شمس' کی وجہ سے اوقاتِ نماز میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

معقول:۔۔۔شریعتِ مطہرہ نے ماہِ رمضان کے شروع ہونے سے ہی روزوں کے وجوب کو لازم وملزوم قرار دیا ہے، اِس اسلامی مہینہ کے شروع ہونے میں بھی تبدیلی ہوتی ہے اور اسلامی ممالک کے قریب وبعید واقع ہونے میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ علاقوں، ملکوں کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے ماہِ رمضان کے شروع کرنے کے حکم میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔

---

(۱)۔۔۔تحفۃ المحتاج:۳/۳۸۲۔ (۲)۔۔۔تنبیہ الغافل الوسنان علیٰ احکام ہلال رمضان:۱۰۴۔۱۰۵۔
(۳)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ الیٰ إثبات الاہلۃ:۱۹۱۔ (۴)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/۶۰۵۔
(۵)۔۔۔ردّالمحتار علیٰ الدر المختار:۲/۳۹۳۔ (۶)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۸۴، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد:۱/۴۸۷، الفقہ المالکی المیسر:۱/۱۹۲۔ (۷)۔۔۔المغنی:۳/۸۷۔ (۸)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/۶۰۸۔۶۰۹۔
(۹)۔۔۔المجموع:۶/۲۸۱۔۲۸۲، الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/۶۰۷، نہایۃ المحتاج:۳/۱۵۶۔ (۱۰)۔۔۔فتح العلام بشرح مرشد الانام:۴/۱۵۔ (۱۱)۔۔۔فقہ الصیام محمد ہیتو:۳۵۔۳۶، الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/۶۰۷، الفقہ المنہجی:۲/۷۸، فتح العلام:۴/۱۶، مغنی المحتاج:۱/۴۲۲، المجموع:۶/۲۸۲۔ (۱۲)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/۶۰۷۔۶۰۸۔

﴾بحثِ پنجم﴿

﴾عید الفطر اور روزہ کے اثبات کے متعلق علمِ فلکیات وحساب کی روشنی میں حقائق﴿

اوّل:۔۔۔علمِ فلکیات وعلمِ حساب:

علمِ فلکیات وعلمِ حساب کے بارے میں ہماری مراد قمری مہینوں کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ یہ مہینے عربی قمری سال کے اجزاء ہیں، چاند کا اپنی منزل میں منتقل ہونے کے دوران گردش کرنا، کبھی کبھی چاند کا سورج کے ساتھ اکٹھے ہونا تو کبھی سورج سے جدا ہونا۔ اِن تمام مراحل میں چاند کی روشنی میں کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے۔ چاند، سورج کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور بارہ ١٢ مرتبہ سورج سے علیحدہ ہوتا ہے، اور اِس عمل کے تسلسل کی وجہ سے مہینے بارہ ١٢ بن جاتے ہیں۔

۔۔۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ عِدَّ ةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَاللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِيۡ كِتَابِ اللّٰهِ ﴾التوبۃ:٣٦﴿

بے شک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتابِ الٰہی میں (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ نے چاند کے منازل مقرر فرمائے اور اُس کی روشنی بنائی، بعض اوقات روشنی تیز ہوتی ہے اور بعض اوقات مدھم، تا کہ ہم سالوں اور حساب کی تعداد جان سکیں[1]۔

۔۔۔جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

هُوَالَّذِىۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ[1] ﴾یونس:٥﴿

وہ اللہ جس نے بنایا سورج کو روشن، اور چاند کو چمک دار اور مقرر فرما دیا اُن کی منزلیں،

تا کہ جانتے رہو برسوں کا شمار اور حساب (معارف القرآن)

قمری سالوں کے حساب کی روشنی میں علمائے فلکیات بتاتے ہیں کہ تین سو چوّن ٣٥٤ دن ہوتے ہیں، پانچواں دن اور چھٹا دن، جب اِن دونوں کو بارہ ١٢ مہینوں میں تقسیم کرلیا جائے تو پھر ہر مہینہ انتیس ٢٩ اور کچھ زیادہ کا بنتا ہے حالانکہ چاند، سورج کے ارد گرد ہر مہینہ میں ایک مرتبہ جمع ہوتا ہے اور جب چاند، سورج سے جدا ہوتا ہے تو وہ دن علمائے فلکیات کے نزدیک مہینے کا پہلا دن ہوتا ہے، حتیٰ کہ پھر وہ دوبارہ ایسی حالت میں آجاتا ہے اور ایسا عمل بعض اوقات دن کے دوران اور بعض اوقات رات کے دوران ہوتا ہے۔ علمائے فلکیات نے سورج وچاند کی منازل کے حساب، چاند کے

سورج کے قریب وبعید ہونے کے حساب، اور سورج کی کرنوں کے چاند سے جدا ہونے کے وقت کو ترجیح دی ہے۔

جیسا کہ علمائے فلکیت نے قوسِ نور (Rainbow) کے حساب کے عمل کو ترجیح دی۔ اِس سے فاصلہ پیدا کرنے والا وہ زاویہ مراد ہے جو غروب کے وقت چاند وسورج کے درمیان ہوتا ہے۔ علمائے فلکیات نے قوسِ مکث کے حساب کو بھی ترجیح دی، جس سے فاصلہ پیدا کرنے والا ایسا زاویہ مراد ہوتا ہے، جو آسمانی خطِ استواء (Equator) کے اوپر چاند وسورج دونوں کی جگہوں کے درمیان ہوتا ہے۔ واضح رہے کے استواءِ سماوی، آسمانی خطِ استواء سے مراد فضا (Space) میں پائی جانے والی ایسی جگہ ہوتی ہے جو زمینی خطِ استواء (Equator) کے برابر ہو۔

اِن مذکورہ معلومات کے پیشِ نظر علمائے فلکیات نے اپنے حساب لگانے کے عمل کو مختلف مراحل میں تقسیم کیا ہے جن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رؤیتِ قمر کب ممکن ہے؟ اور کب ناممکن؟ [۲]۔

علمائے فلکیات کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ چاند، اپنے آسمانی چکر (حرکت) کے دوران ایک ایسے نقطہ پر پہنچتا ہے، جس میں سورج و چاند اکٹھے ہوتے ہیں اور ایسی حالت کو 'چاند وسورج کے ملاپ' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اُس وقت چاند کی روشنی مکمل طور پر سورج کی روشنی سے غائب ہو جاتی ہے اور اِس ملاپ میں دو [۲] منٹ۔۔یا۔۔ تین [۳] منٹ لگ جاتے ہیں، پھر چاند سورج سے جدا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اُن دونوں کے درمیان تدریجاً (step by step) طویل فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے، اُس وقت چاند ظاہر ہوتا ہے مگر زمین پر چاند سورج سے جدا ہونے کے سولہ [۱۶] گھنٹے بعد دیکھا جاتا ہے۔

بعض علمائے فلکیات نے کہا ہے کہ چاند تقریباً بیس [۲۰] گھنٹے گزرنے کے بعد صاف وواضح دکھائی دیتا ہے، اور یہ بات ایک واضح حقیقت ہے کہ چاند جب تک انسانی آنکھ سے دیکھا نہ جاسکے اُس وقت تک شرعی اَحکام کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یعنی ایسی حالت میں اگر چاند ماہِ رمضان میں بھی دکھائی دے تو باتفاقِ علماء ماہِ صیام لازم نہیں ہوتا، کیونکہ انسانی آنکھ سے اُس چاند کا دیکھنا ناممکن ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسی غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی حالت) ماہِ رمضان وصیام کو لازم نہیں کرتی اگرچہ فلکی حساب کے مطابق چاند کا وجود ثابت کیوں نہ ہو۔

''اِثْبَاتُ الشُّهُوْرِ الْهِلَالِيَةِ'' نامی کتاب کے مؤلفین کہتے ہیں کہ ۱۸۵۹ء سے لے کر اب تک غروبِ شمس کے بائیس [۲۲] منٹ بعد تک نئے چاند کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکا۔۔یا۔۔، جیسا کہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سورج وچاند کے ملاپ (اکٹھے ہونے کا عمل) کے بعد کم از کم پندرہ [۱۵] گھنٹے اور چوبیس [۲۴] منٹ سے پہلے رؤیتِ ہلال ممکن نہیں ہوتا۔ ان دو [۲] چیزوں کو ترک کرنے کے بعد انسانی آنکھ 'رؤیتِ ہلال' کے عمل میں غلط مشاہدہ کرتی ہے۔ اِس کتابِ مذکورہ کے مؤلفین یہ بھی کہتے ہیں:

غروبِ شمس کے نصف گھنٹے بعد، ماہِ صفر کے قریب نئے چاند کے دکھائی دیئے جانے کا احتمال ہوتا ہے"[۳]۔

دوئم:۔۔۔علمِ فلکیات وحسابات کے ماہرین کے دلائل:

(۱)۔۔۔یقیناً، چاند کا حساب لگانے کا عمل، دلائلِ قطعی کے امور میں سے ہے جبکہ حسابِ قمری کے عمل کا اِنکار کرنا مناسب نہیں بلکہ یہ تکبر کے زمرے میں آتا ہے۔علمِ نجوم فی نفسہٖ ایک اچھا علم ہے، قابلِ مذمت علم نہیں ہے۔علمِ نجوم کی دو[۲] اِقسام ہیں:

(۱)۔۔۔علمِ نجومِ حسابی۔ (۲)۔۔۔علمِ نجومِ استدلالی۔

(۱)۔۔۔علمِ نجومِ حسابی: علمِ نجومِ حسابی ایک ایسا علم ہے جو حق وسچ پر مشتمل ہے۔اِس کی تصدیق تو قرآنِ کریم میں بھی اس طرح مذکور ہے:

اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ﴿الرحمٰن:۵﴾ سورج اور چاند حساب سے ہیں (معارف القرآن)

۔۔۔یعنی سورج چاند حسابِ معین کے ساتھ اپنے اپنے مدار میں گردش کرتے ہیں۔

(۲)۔۔۔علمِ نجومِ استدلالی: علمِ نجومِ استدلالی ایک ایسا علم ہے جس سے ستاروں کا بمطابق حوادث آسمان پر حرکت وسفر کرنا مراد ہوتا ہے۔یہ علمِ نجومِ استدلالی بھی جائز ہے۔اِس کی مثال اس طرح ہے جس طرح ایک طبیب ایک مریض کی صحت ومرض کو جاننے کے لیے اُس کی نبض کو دیکھتا ہے اور پھر اُس کی نبض کی کیفیت سے اُس کی صحت و بیماری کا استدلال کرتا ہے[۴]۔

(۲)۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان جس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا وہ یہ ہے:

اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ، لَا نَكۡتُبُ وَلَا نَحۡسَبُ

ہم ناخواندہ قوم ہیں، ہم لکھ نہیں سکتے اور نہ ہی ہم حساب کر سکتے ہیں

واضح رہے کہ یہ روایت علمائے حساب اور کاتبین کے غلطی کرنے کے متعلق دلالت نہیں کرتی بلکہ اِن دونوں کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور یہ روایت اِن دونوں کے فن کی تصدیق بھی کرتی ہے۔لیکن اِس روایت کا مقصد حساب لگانے اور لکھنے کے فن کا اظہار کرنے سے گریز کرنا ہے، اور اِس بات کو بیان کرنا ہے کہ یہ دونوں فنون، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی عطا کیے جاتے ہیں۔اِس بات کا خلاصہ یوں ہوگا کہ حساب وکتاب کے علم وفن کو ہم نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی روشنی سے پہچانا۔اُس ذات کے علاوہ ہمیں ان کا کسی نے تعارف بھی نہیں کرایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایسی ناخواندہ قوم ہیں جو حساب لگانے کے عمل کو زیرِ استعمال نہیں لاتی اور ہم ایسی ناخواندہ قوم ہیں جو لکھنے لکھانے کے عمل سے شناسا نہیں، حساب وکتاب کی معرفت، حساب لگانے والوں کے حساب کے مساوی،

اور لکھنے والے کاتبین کی کتابت کے مساوی ہے[5]۔

امام سبکی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

حدیثِ نبوی میں کتابت وحساب کے متعلق نہی وممانعت ثابت نہیں ہوتی، اور نہ ہی اُس حدیثِ مذکورہ سے حساب وکتاب کی مذمت اور تنقیص ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ دونوں افضل کام ہیں۔ حدیثِ نبوی حساب لگانے والوں کے قول کو بھی باطل نہیں کرتی۔ یقیناً چاند، سورج کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور علیحدہ ہوتا ہے، چاند کو دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔۔یا۔۔ناممکن۔۔یا۔۔اِس بات پر کذب بیانی کا حکم لگایا جاتا ہے[6]۔

(۳)۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

اِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَصُوْمُوْا وَاِذَارَاَیْتُمُوْہُ فَافْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَہٗ

جب تم چاند کو دیکھو تو روزے رکھو، اور جب تم چاند کو دیکھ لو تو ماہِ رمضان کے روزے رکھنے ختم کردو،

اور اگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر حساب لگاؤ

اِس روایت کو بخاری و مسلم وغیرہ نے بیان کیا ہے اور۔۔۔ 'فَاقْدُرُوْالَہٗ'۔۔۔کے متعلق کہا ہے کہ پھر چاند کی منازل سے حساب لگاؤ، یعنی علمِ فلکیات وحساب سے مدد طلب کرو۔

علمائے کرام نے کہا کہ ایسے ممالک جن میں لوگ حساب کے عمل پر اعتماد نہیں کرتے، ایسے ممالک جن میں سورج مسلسل دو[2] ماہ سے لے کر چھ[6] ماہ تک طلوع رہتا ہے۔۔یا۔۔اِسی مدت تک وہ چھپا رہتا ہے اور رات رہتی ہے، ایسے ممالک کے مسلمان کس حکمِ شرعی پر عمل کریں گے؟ کیا ایسے ممالک کے لوگوں کے لیے ممکن ہے کہ وہ عملی طور پر رؤیتِ ہلال کے مشاہدہ پر عمل کریں گے، اور وہ مشاہدہ بھی غروبِ شمس کے بعد ممکن ہو؟[7]۔

(۴)۔۔۔اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ اوقاتِ نماز کے لیے حسابِ قمری لگایا جاتا ہے، اِسی طرح صیام اور افطار کے لیے حسابِ قمری پر قیاس کیا جاتا ہے، اور ہم رؤیتِ حساب کے لیے، علمِ فلکیات وعلمِ حساب پر عمل کرتے ہیں۔

(۵)۔۔۔شریعتِ اسلامیہ کے فقہائے کرام ہر موقع پر اہلِ تجربہ وبصارت کی طرف علمِ فلکیات وحسابات کے لیے رجوع کرتے ہیں، یقیناً وہ قرآن کریم اور سنتِ رسول ﷺ کے الفاظ کے معنی سمجھنے کے لیے اہلِ لغت کے اقوال کو بطورِ حجت لیتے ہیں، باوجود یہ کہ اہلِ لغت کے نقل کرنے کا طریقہ ظنی ہے، اور وہ روزوں کے افطار وغیرہ کے متعلق، ماہر اطباء کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

اور وہ کونسی چیز ہے جو ہر اسلامی مہینہ کے اوّل وآخر کو جاننے سے علمِ حساب کے فوائد سے منع کرتی ہے، باوجود اِس کے کہ یہ علم قطعی علم ہے، اور قرآنِ کریم کے مطابق موافقت بھی رکھتا ہے[8]۔

(۶)۔۔۔علمائے فلکیات وحسابات کہتے ہیں کہ اِس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ عالی شان کرتا ہے:

فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ﴿البقرۃ:۱۸۵﴾

توجس نے پالیا تم میں سے اس مہینہ کو، تو اس کے روزے رکھے (معارف القرآن)

شہودِ شہر (مہینے کو موجود پانا) یا تو اُس میں زندگی کے ساتھ حاضر ہونا اور سفر نہ کرنا ہے، ۔۔یا۔۔ پھر اس ماہِ رمضان کے وجود کے متعلق جاننا ہے۔ یہ دوسری بات، آیت میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ بیشک 'شہودٗ' سے مراد علم کا ہونا ہے، اور ایسے علم کا حاصل ہونا روزے کے وجوب کا سبب بنتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان۔۔فَلۡيَصُمۡهُ۔۔تو اِس کلمہ میں حرفِ ۔۔۔فاء۔۔، حرفِ ۔۔مَنۡ۔۔کی خبر ہے۔۔یا۔۔ جوابِ شرط، اور اِس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تم میں سے جو کوئی شخص بھی اس ماہِ رمضان کریم کے وجود کو اپنی زندگی میں پائے تو اُس مسلمان پر اس کے روزے رکھنا واجب ہیں اور وجودِ شہر (مہینہ کا پانا۔۔یا۔۔مل جانا) شرعی طور پر غروبِ شمس کے بعد، ہلالِ رمضان کے وجود کے ساتھ ممکن ہو، جو ہلال دیکھنے والے شخص کو دکھائی دے۔ اِس پر احادیثِ نبویہ بھی دلالت کرتی ہیں، اور جس شخص نے جانا کہ غروبِ شمس کے بعد، ماہِ رمضان کا نیا چاند، گمانِ غالب کے مطابق نظر آ گیا ہے، خواہ چاند کے نظر آ جانے کا علم بذاتِ خود چاند کو دیکھنے سے حاصل ہو۔۔یا۔۔ کسی اعتماد والے شخص کی خبر دینے سے حاصل ہو، خواہ قاضیٔ ملک نے اُس کا حکم جاری کیا ہو، اور وہ شخص یہ بھی جانتا ہو کہ قاضیٔ وقت نے چاند کے نظر آ جانے کی خبر کو پھیلانے کا حکم دیا ہے۔۔یا۔۔ پھر فلکیاتی حساب کے ذریعے معلوم ہو، یہ سارا کچھ چاند کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور بغیر کسی تنگی و پریشانی اور مانع کے ہلالِ رمضان نظر آ گیا تو اُس شخص پر اس ماہِ رمضان کے روزے رکھنا واجب ہوں گے [۹]۔

(۷)۔۔۔'رؤیتِ ہلال' کا مقصد، ہلالِ رمضان کے وجود کا علم حاصل ہونا ہے، یہ مقصد نہیں کہ ہر شخص چاند کا خود عینی مشاہدہ کرے، علمِ فلکیات وحسابات نے اِس موقف پر مذکورہ آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے:

۔۔۔اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِ ﴿الماعون:۱﴾ ذرا بتاؤ تو، کہ جو جھٹلاتا ہے دین کو (معارف القرآن)

۔۔۔اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يَنۡهٰى ﴿العلق:۹﴾ ذرا بتانا تو، کہ جو روکتا ہے (معارف القرآن)

۔۔۔قَالَ اَرَءَيۡتَ اِذۡ اَوَيۡنَاۤ اِلَى الصَّخۡرَةِ ﴿الکہف:۶۳﴾

وہ بولا کہ اب بتایئے کہ جب ہم نے پناہ لی تھی چٹان کی جانب (معارف القرآن)

اِس کے علاوہ اور بہت سی قرآنی آیات موجود ہیں، جو تمام کی تمام اِس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہلالِ رمضان کی معرفت ضروری ہے۔ اِس کے طلوع ہونے کے متعلق حصولِ علم ضروری ہے نہ کہ ہلالِ رمضان کا بذاتِ خود عینی مشاہدہ کرنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے فلکیات وحسابات کہتے ہیں:

"نئے چاند کی پیدائش روزوں اور روزوں کے ختم ہونے کو ثابت کرتی ہے، اگر چہ حساباتِ فلکی کے مطابق روئیتِ ہلال کی اِمکانیت ممکن نہ ہو، کیونکہ روئیتِ ہلال سے مقصود، ہلال رمضان کے وجود کا علم ہے اور اس کو ہم حسابِ قمری کے ذریعہ سے جان سکتے ہیں"۔

سوم:۔۔۔فلکیات وحسابات کے قائلین کے تین ۳ طبقات:

طبقۂ اولیٰ:۔۔۔اِس طبقہ کے قائلین کہتے ہیں کہ مطلقاً حسابات کے علم پر عمل کیا جائے گا، اور روئیتِ ہلال کی طرف کسی بھی حالت میں رجوع نہیں کیا جائے گا، خواہ صوم کا اِثبات ماہِ رمضان کے دخول سے ممکن ہو۔۔۔یا۔۔ عید الفطر کا اِثبات دخول ماہِ شوال سے ممکن ہو۔

اِس طبقہ کے علمائے کرام، ماہِ رمضان کے داخل ہونے سے چند دن پہلے روزوں کے شروع ہونے کی تاریخ کے متعلق آگاہ کر دیتے ہیں جس طرح وہ ماہِ رمضان کے ختم ہونے سے چند دن پہلے عید الفطر کی تاریخ کے متعلق مطلع کر دیتے ہیں۔

اِس طبقۂ اولیٰ کے قائلین صوم اور فطر کے اِثبات کو دو ۲ قِسموں میں تقسیم کرتے ہیں:

قِسم اوّل:۔۔۔اِس موقف کے حامل علمائے کرام کہتے ہیں کہ 'حسابِ قمری' لگانے کی وہ صورت جس میں ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوتا وہ صورت یہ ہے کہ جب ہلالِ رمضان بالکل آسمان پر چھوٹا سا نظر آئے اور پھر اُس کو دیکھنا مشکل ہو، البتہ وہ صورت جس میں 'حسابِ قمری' پر عمل کرنا جائز ہے، وہ یہ ہے کہ ہلال رمضان کا وجود اتنا ہو کہ انسان اُس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکے، ایسی صورت میں ماہِ رمضان کریم کا روزہ رکھنا جائز ہوگا۔

قِسم دوئم:۔۔۔اِس موقف کے حامل علمائے کرام کہتے ہیں کہ 'حسابِ قمری' کی وجہ سے اگر ہلال رمضان ثابت ہوا تو اب اُس ہلال کی ولادت و پیدائش کی وجہ سے ماہِ رمضان کے روزے بھی ثابت ہو جائیں گے۔ اِسی طرح ماہِ رمضان کے اختتام پر 'حسابِ قمری' کے مطابق ہلال ثابت ہوگا اور روزے رکھنے ختم کر دیئے جائیں گے، اگر چہ 'روئیتِ ہلال' ناممکن ہی کیوں نہ ہو۔

واضح رہے کہ قِسم دوم ھٰذا کے علمائے کرام کی رائے 'ہمعصر علمائے کرام' کی رائے ہے، لیکن سابقہ ذکر کردہ علمائے کرام میں مُطلق طور پر کسی شخص نے بھی ایسا قول نہیں کہا جبکہ بعض ممالک میں اِثباتِ ماہِ رمضان وصوم اور اختتام ماہِ رمضان کے لیے اِس رائے پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ بحث ششم کی فصل ہفتم میں اِن دونوں قِسموں کا رَد بھی زیر مطالعہ آئے گا۔

طبقۂ ثانیہ:۔۔۔اِس دوسرے طبقہ کے قائلین کہتے ہیں کہ وہ حالت جس میں 'روئیتِ ہلال' ممکن ہو اور پھر

'حسابِ قمری' کے مطابق بھی ایسا ہی ثابت ہوا، لیکن ایسی رؤیتِ ہلال کے دوران بادل وغیرہ ظاہر ہو گئے، تو ایسی صورتحال کو چار[4] اِقسام میں تقسیم کیا جائے گا۔

قولِ اوّل:۔۔۔ پہلا قول یہ ہے کہ ایسی صورتحال میں ماہِ صیام کا روزہ رکھنا جائز ہے، واجب نہیں، اور یہ ابن سریج قفالی اور قاضی ابوطیب کا قول ہے، امام سبکی نے بھی اِن کے قول کی ہی اِتباع کی ہے۔ اِس قولِ اوّل کی وضاحت وتعلیق، بحث ششم کی فصل ہشتم میں ذکر کی جائے گی۔

قولِ دوم:۔۔۔ دوسرے قول کے قائلین کہتے ہیں کہ جس شخص نے صحیح طور پر 'حسابِ قمری' کو جانا اور جس شخص نے بھی اُس کی تقلید کی اُس کے لیے ماہِ رمضان کے روزے رکھنا جائز ہیں۔

قولِ سوم:۔۔۔ تیسرے قول کے قائلین کہتے ہیں کہ ایسی صورتحال میں روزہ رکھنا واجب ہے۔ یہ امام ابن دقیق العید الشافعی، شیخ محمد بخیت المطیعی حنفی اور حافظ احمد بن صدیق الغماری المالکی رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کی وضاحت وتعلیق، بحثِ ششم کی فصل نہم میں ذکر کی جائے گی۔

قولِ چہارم:۔۔۔ چوتھے قول کے قائلین کہتے ہیں کہ جس شخص نے علمِ حساب کو جانا پہچانا اور اس علم کے علماء کی پیروی کی ان سب پر روزہ رکھنا واجب ہو گا۔

طبقۂ ثالثہ:۔۔۔ اس تیسرے طبقہ کے قائلین کہتے ہیں کہ 'رؤیتِ ہلال' اور 'حسابِ قمری' دونوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی جب ثقہ علمائے کرام نے علمِ حسابِ فلکی یقینی کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ 'رؤیتِ ہلال' ناممکن ہے، تو پھر گواہوں کی گواہی کو رَدّ کیا جائے گا اور 'حسابِ قمری' کو مقدّم کیا جائے گا۔

جیسا کہ یہ امام سبکی اور اُن کے پیروکاروں کا قول ہے، البتہ امام ابن حجر نے اِس قول کے لیے کچھ شرائط ذکر کی ہیں، اِس قول چہارم کی وضاحت وتعلیق بحثِ ششم کی فصل دہم میں ذکر کی جائے گی۔

علمِ فلکیات وحسابات کے قائلین کے یہ اقوال اور اُن کے دلائل مختصراً ذکر کیے گئے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے ساتھ آنے والی بحث میں، ہم اُن تمام مذکورہ اقوال کی قطع وبرید اور پھر اُن میں سے قولِ راجح کی وضاحت کریں گے۔

---

(۱)۔۔۔ارشاد اہل الحلۃ: ۸۶۔ (۲)۔۔۔العلم المنشور فی اثبات الشہور: ۱۸، ۴۰، اثبات الشہور الہلالیۃ ومشکلۃ التوقیت الاسلامی: ۱۳۱۔
(۳)۔۔۔اثباتِ الشہور الہلالیۃ ومشکلۃ التوقیت الاسلامی: ۷۹۔ (۴) ارشاد اہل الملۃ الیٰ اثبات الاہلۃ: ۸۱۔
(۵)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ الیٰ اثبات الاہلۃ: ۸۱۔ (۶)۔۔۔العلم المنشور فی اثبات الشہور: ۲۰۔
(۷)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ: ۱۷۷۔۱۸۷۔ (۸)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ: ۸۲۔

﴿بحث ششم﴾

﴿حساباتِ قمری کے قائلین اور اُن کا ردّ﴾

بحثِ سابق کی بناء پر اِس بحث کو دس ۱۰ فصلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

فصل اوّل:۔۔۔ یہ فصل 'حساباتِ قمری' کے قائلین کی پہلی اور دوسری دلیل کے ردّ پر مشتمل ہے، جس میں قرآنی آیات کو بطورِ دلیل پیش کرنا اور حدیثِ نبوی ﷺ۔۔۔نَحْنُ اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ۔۔۔کے بیان کرنے کا مقصد اور وضاحت پیش کی گئی ہے۔

فصل دوم:۔۔۔ فقہی مذاہبِ اربع کے نزدیک حدیثِ نبوی۔۔۔فَاقْدُرُوْالَهٗ۔۔۔کے بیان کرنے کا مقصد و مدعا ذکر کیا گیا۔

فصل سوم:۔۔۔ یہ فصل حسابِ قمری لگانے والوں کی دلیلِ ثالث کے ردّ پر مبنی ہے، اِس فصل میں طویل دن کے دورانیہ والے ممالک میں صومِ رمضان کے حکم کی وضاحت شامل ہے۔

فصل چہارم:۔۔۔ 'حسابِ قمری' کے قائلین کی دلیلِ چہارم کے رَدّ پر مشتمل ہے، اور اُن کا روزے کو نماز پر قیاس کرنا ہے۔

فصل پنجم:۔۔۔ اِس فصل میں 'حسابِ قمری' کے قائلین کی دلیلِ پنجم کا رَدّ مذکور ہے اور وہ اُن کا رؤیت کے لیے ہلال کو قیاس کرنا ہے تاکہ اہلِ مہارت کی طرف، دورانِ حادثات رجوع کیا جائے۔

فصل ششم:۔۔۔ اِس فصل میں 'حسابِ قمری' لگانے والوں کی دلیلِ ششم کا ردّ پیش کیا جاتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے اِس فرمانِ عالی شان۔۔۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔۔۔کی تفسیر ہے۔

فصل ہفتم:۔۔۔ اِس فصل میں اُن کی دلیلِ ہفتم کا رَدّ پیش کیا جاتا ہے اور دخولِ رمضان سے چند دن پہلے روزہ رکھنا اور دخولِ شوال سے چند دن پہلے روزہ رکھنا ترک کرنے کی وضاحت بیان کی گئی۔

فصل ہشتم:۔۔۔اِس فصل میں 'حسابِ قمری' کے قائلین کے نزدیک جوازِ روزہ کی وضاحت کی گئی، خصوصاً جب رؤیتِ ہلال کے لیے بادل وغیرہ کی وجہ سے ہلال کو دیکھنا ناممکن ہو جائے۔

فصل نہم:۔۔۔ اِس فصل میں 'حسابِ قمری' کے قائلین کے نزدیک وجوبِ صوم کی وضاحت ذکر کی گئی، خصوصاً جب رؤیتِ ہلال کے لیے مَطلع اَبر آلود ہونے کے سبب رؤیتِ ہلال ناممکن ہو۔

فصل دہم:۔۔۔ 'حساباتِ قمری' اور 'رؤیتِ ہلال' دونوں کو جمع کرنے کے متعلق قائلین کی توضیح وتلویح مذکور کی گئی۔

﴿فصل اوّل﴾

'حساباتِ قمری' کے قائلین کی طرف سے دلیل اوّل و دوم کا ردّ اور قرآنی آیت کو بطورِ دلیل پیش کرنا، اور حدیثِ نبوی۔۔۔ نَحنُ اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ۔۔۔ کی وضاحت

علمِ فلکیات و حساب کے قائلین نے بعض آیاتِ قرآنیہ کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ﴿التوبۃ:۳۶﴾

بیشک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتاب الٰہی میں (معارف القرآن)

بیشک اللہ تعالی نے چاند کے لیے اُس کے منازل مقرر فرمائے اور چاند کو روشنی دی، بعض دنوں میں اُس کی روشنی زیادہ اور بعض دنوں میں اُس کی روشنی کم ہوتی ہے تا کہ اِس کی وجہ سے ہم سالوں اور حساب کو جان سکیں جیسا کہ فرمایا:

هُوَالَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ
مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ﴿یونس:۵﴾

وہ اللہ جس نے بنایا سورج کو روشن اور چاند کو چمکدار، اور مقرر فرمادیا اُن کی منزلیں
تا کہ جانتے رہو برسوں کا شمار اور حساب (معارف القرآن)

۔۔۔اور علمائے کرام نے یہ کہا کہ یقیناً مکمل حساب کا عمل ایسے امور میں سے ہے جو امورِ دلیل والے قطعی امور ہیں، جن کا اِنکار کرنا ناممکن ہے، ستاروں کا علم (علمِ نجوم) فی نفسہٖ ایک اچھا علم ہے، قابلِ مذمت علم نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿الرحمٰن:۵﴾ 'سورج اور چاند حساب سے ہیں' (معارف القرآن)

۔۔۔یعنی دونوں اپنے حساب کے مطابق گردش کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے کہتے ہیں کہ بیشک یہ معانی اپنے جلال و جمال اور اہمیت کے اعتبار سے بڑے اہم ہیں، جن کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں۔ خالق کائنات کی تخلیق کردہ کرشمہ سازی و شاہکار کے متعلق ہم کتنی ہی گفتگو کیوں نہ کریں، خواہ ہم کتنے ہی علوم سیکھ جائیں، لیکن ہمارے پاس بہت تھوڑا علم ہی آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿الاسراء:۸۵﴾

اور نہیں دیا گیا تمہیں علم سے مگر تھوڑا (معارف القرآن)

۔۔۔یہ آیات مہینوں اور سالوں کی تعداد پر مشتمل ہیں، یقیناً شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے ماہِ رمضان کے آغاز کرنے کی کیفیت و معارفت خصوصی طور پر رُویتِ ہلال کے ساتھ متعین فرمائی۔۔یا۔۔پھر یہ فرمایا۔۔۔کہ جب اسلامی مہینہ تیس ۳۰ دن کامکمل گزر جائے۔ یہ بات واضح رہے کہ فقہی قاعدے کے مطابق عام کو خاص پر مقدم نہیں کیا جاتا، جیسا کہ اِس قاعدے پر اتفاق ہے۔حضور اکرم ﷺ کا فرمانِ عالی شان بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے جس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ، يَعْنِي: مَرَّةً تِسْعَةً وَّ عِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ

بیشک ہم ناخواندہ قوم ہیں۔ہم لکھ نہیں سکتے ،نہ ہی ہم اِس طرح، اِس طرح، مہینہ کا حساب کرتے ہیں،

یعنی ہم ایک مرتبہ انتیس ۲۹ دن اور دوسری مرتبہ تیس ۳۰ دنوں کا حساب نہیں کرتے۔

۔۔۔مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرَ هٰكَذَا ،وهَكَذَا، وهٰكَذَا،

عَقَدَ الِا بَهامَ فِي الثَّالِثَةِ، وَالشَّهْرُ هٰكَذَا وهٰكَذَا يَعْنِي تَمَامَ ثَلَاثِيْنَ

ہم ناخواندہ قوم ہیں، ہم لکھ نہیں سکتے ۔اور نہ ہی ہم اِس طرح، اِس طرح، اِس طرح، مہینہ کا حساب کرتے ہیں۔تیسری مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ نے انگوٹھے کو گرہ لگائی اور مہینہ اِس طرح اور اِس طرح، یعنی مکمل دن تیس ۳۰ کے ہوتے ہیں۔

اِس مذکورہ بالا حدیثِ نبوی کے متعلق علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، اُن اقوال میں سے ہم امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ کے قول کو پسند کرتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں:

''مہینہ کبھی تیس ۳۰ دن اور کبھی انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے، اِن دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں۔معاملہ اس طرح نہیں جس طرح 'اہلِ حساب' و نجوم کہتے ہیں کیونکہ اُن کے نزدیک مہینہ انتیس ۲۹ اور اِس سے کم بھی ہوتا ہے، جبکہ قمری سال (۳۵۴) دن اور دن کے چھوٹے حصے تک ہوتا ہے، اور اسلامی مہینوں کی تعداد بارہ ۱۲ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔اور جب اِن دنوں کو بارہ ۱۲ مہینوں پر تقسیم کیا جائے تو پھر ہر مہینہ انتیس ۲۹ دن اور ایک دن کا کچھ حصہ مزید بنتا ہے، حالانکہ چاند، سورج کے ساتھ ایک ماہ میں صرف ایک مرتبہ اکٹھا ہوتا ہے۔ اور جب چاند، سورج سے جدا ہوتا ہے تو 'اہلِ حساب و نجوم' کے نزدیک مہینہ کا وہ دن پہلا دن ہوتا ہے، حتیٰ کہ چاند دوبارہ سورج کے ساتھ اکٹھا ہو (اس طرح مہینہ مکمل ہوتا ہے)، اور ایسا کبھی کبھی دن کے دوران بھی ہو جاتا ہے اور کبھی

کبھی رات کے دوران بھی چاند، سورج کے ساتھ اکٹھا ہو جاتا ہے“۔

مگر ایسی تمام سوچ وفکر اور اِس کے اعتبار کرنے کو حضور اکرم ﷺ نے باطل قرار دیا، اور اُس کے بعد چاند کا سورج سے جدا ہونا انتیس ۲۹ دن کا ٹھہرایا، اگر چاند دیکھا جائے۔ اور اگر چاند دکھائی نہ دے تو تیس ۳۰ دن شمار کیے جائیں گے۔ صورتحال برابر ہے کہ اگر چاند کو انتیس ۲۹ کی رات کو دیکھا گیا۔۔۔یا۔۔۔پھر تیس ۳۰ دن مکمل گزرے، تو آغازِ مہینہ ان دو ۲ راتوں میں سے کسی ایک رات سے ہوگا، اِس بات کا اشارہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے ملتا ہے، البتہ راوی کا یہ کہنا: عشراً و عشراً وتسعاً۔(دس ۱۰ اور دس ۱۰ اور نو ۹ دن) یہ بات راتوں کو دنوں کے حکم میں دخول کا تقاضا کرتی ہے، اگر ’تاء‘ کو حذف کر دیا جائے تو وہ راتوں کے اعتبار کرنے پر دلالت کرے گا، اور یہی تاریخ میں اصل ہے۔ رسالت مآب ﷺ کا فرمان ہے:

(اِنَّ اُمَّةٌ اُمِیَّةٌ)۔۔۔بیشک ہم اہل عرب ناخواندہ اُمت ہیں۔

اِس کے مفہوم میں بھی ظن غالب ہے اگرچہ بعض اہل عرب لکھائی کرنے اور حساب لگانے سے واقف تھے، اہل عرب کا نہ لکھنا اور نہ ہی حساب لگانا اُن کے لیے باعثِ شرف تھا، جو اللہ تعالیٰ کے علمِ ذاتی سے بھی واضح ہے کہ وہ اپنے نبیٔ اُمی کی اُمت ہیں اور یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ہے، اور ایسی بات اہل عرب کے لیے باعثِ شرف ہے کہ وہ اُمی، نبی کے ایک وصف سے متّصف ہوئے۔

اِسی بات کو شریعتِ اسلامیہ میں اسلامی مہینوں کے لیے نشانی بنایا گیا اور ایک ایسے ظاہری معاملہ سے بیان کیا گیا جس کو ہر شخص جانتا ہے، اور اِس بارے میں وہ غلطی نہیں کر سکتا بخلاف حساب لگانے والے علم کے، کیونکہ حساب کو لوگوں میں سے قلیل لوگ ہی جانتے تھے۔

لہٰذا، حکمتِ الٰہی اور روشن بلند شریعتِ حنفیہ نے لوگوں پر تخفیف فرمائی اور حکمِ شرعی کو اُس چیز کے ساتھ مربوط فرمایا جس کا تعلق ’رؤیتِ ہلال‘ کے ساتھ ہے۔۔۔یا۔۔۔پھر جس کا تعلق تیس ۳۰ دن مکمل کرنے کے ساتھ ہے۔

واضح ہو کہ حدیثِ نبوی سے حساب و کتاب کی نہی ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی شریعت نے اِن دونوں کی مذمت اور تنقیص کی ہے، بلکہ حساب و کتاب ہمارے لیے باعثِ فضیلت ہیں۔ حدیثِ نبوی میں حساب لگانے والے شخص کے قول کے باطل ہونے کی بھی بات نہیں، جیسا کہ کہا گیا:

”بیشک چاند، سورج کے ساتھ جمع اور جدا بھی ہوتا ہے، چاند کی رؤیت ممکن اور ناممکن بھی ہوتی ہے، اور اِس بارے میں حکم بھی کذب کا ہے، لہٰذا حدیثِ نبوی میں وضاحت یہ ہے کہ حساب و کتاب کو حکمِ شرعی کے ساتھ لف نہ کیا جائے اور اُن کی وجہ سے مہینے کو نیا نام بھی نہ دیا جائے“[1]۔

مزید وضاحت کے لیے درج ذیل معلومات ملاحظہ کریں:

اوّل:۔۔۔ بیشک یقینی حسابات پر کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا، اور اسلامی مہینوں کی خاطر اُن پر عدمِ اعتماد کرنا اِس کے بطلان پر دلالت نہیں کرتا، اس کی عدمِ صحت پر دلالت نہیں کرتا اور اس کے قائل کی تکذیب بھی نہیں کرتا، بلکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے حساب و کتاب کو ایسے ہی حکم میں رکھا۔ کسی چیز کو لغو قرار دینا اور شے ہے اور اُس کو باطل قرار دینا اور شے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے بعض امور کو مؤخر کیا لیکن باطل قرار نہیں دیا، شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اس قطعی علم کو مؤخر کیا جو قاضی کے لیے نفاذِ حدود اور قتل کے لیے ضروری ہے اور گواہوں کی گواہی کے گمان کا اعتبار کیا، اور ایک طریقہ کو منع کیا اور دوسرے طریقہ کو واجب قرار دیا۔ اِس مثال کے علاوہ اور بہت سی مثالیں موجود ہیں، بلکہ ہم تو قبلہ شریف کی سمت وغیرہ کی پہچان کے لیے حساباتِ یقینی کو استعمال کرتے ہیں اور کرۂ عرض کے وجود کا اعتبار کرتے ہیں، خواہ وہ خشک زمین کا اعتبار ہو۔۔۔یا۔۔۔ سمندری اور فضائی فاصلے کا، ہمارے لیے تو وہ اہم ہے جو طریقہ دورانِ سفر سمتِ قبلہ کو متعین کرے اور شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اِس اعتبار کرنے کو لغو قرار نہیں دیا، لہٰذا ایسے طریقۂ سفر کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہوا اور عمل کرنا بھی ممکن۔

دوم:۔۔۔ اِس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اختلافِ مطالع کے مسئلہ کے متعلق جمہور فقہائے احناف اور فقہائے مالکیہ وحنابلہ میں سے کسی ایک نے بھی اِنکار نہیں کیا، بلکہ جمہور علماء وفقہاءِ کرام نے خصوصِ شرعیہ کو سمجھا اور 'رؤیتِ ہلال' کی وجہ سے اختلافِ مطالع کی طرف توجہ دینے کے بغیر وجوبِ روزہ کو تمام لوگوں کے لیے ثابت کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴿البقرۃ:۱۸۵﴾

تو جس نے پالیا تم میں سے اس مہینہ کو تو اس کے روزے رکھے (معارف القرآن)

اِس حوالہ سے اِس باب کی چوتھی بحث میں دیگر دلائل بھی ذکر کیے گئے، اُن کے باوجود فقہائے کرام نے 'اختلافِ مطالع' کا اِنکار نہیں کیا جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہیں۔ 'ہلال' کے نظر آجانے کے وقت تمام مسلمانوں نے روزوں کے حکم کو سمجھا اور انہوں نے 'اختلافِ مطالع' کو 'رؤیتِ ہلال' پر مقدم بھی نہیں کیا، کیونکہ تمام مسلمانوں پر ماہِ صیام کے روزوں کا وجوب مطلقاً 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ معلق ہے۔

اِسی طرح حسابات کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ حساب کے عمل پر تواتر، صحت، دِقّت، ثبوت اور عدمِ اِنکار کے باوجود، ہم اثباتِ صوم وافطار کے لیے 'عملِ حساب' کو مقدم نہیں کریں گے۔ کیونکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمارے لیے بہت زیادہ صحیح نصوص بیان فرمائی ہیں، جن نصوص سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ صوم وافطار

اور عید الفطر رؤیتِ ہلال پر قائم ہے، حساب (calculation) کے عمل پر یہ نظام قائم نہیں۔ لہٰذا واضح ہو کہ ہم مطلقاً حساب کے عمل کو باطل قرار نہیں دیتے لیکن ہم حساب کے عمل کو 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ معلق کرتے ہیں جن کے بارے میں احادیثِ نبویہ شاہد ہیں۔

سوم:۔۔۔احادیثِ نبویہ میں وجوبِ صوم وافطار کا حساب لگانے کے متعلق وضاحت نہیں ملتی، یہی وجہ ہے کہ علمائے میقات کے قول پر فقہائے کرام نے کوئی تاویل بھی نہیں کی، اور نہ ہی انہوں نے ماہِ رمضان کے داخل ہونے اور عید الفطر کے شروع کرنے کے متعلق 'عمل حساب' کے لیے کوئی تاویل پیش کی، کیونکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے روزہ اور عید الفطر دونوں کو 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ معلق فرمایا۔۔یا۔۔پھر اِس بات کی وضاحت فرمائی کہ بصورتِ دیگر مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل ہونا چاہئے۔

چہارم:۔۔۔مصادرِ شرعیہ چار[۴] ہیں (۱)۔۔۔قرآنِ کریم۔(۲)۔۔۔سنتِ نبوی۔

(۳)۔۔۔اجماع۔(۴)۔۔۔قیاس۔

اِن مصادرِ شرعی کے فہم ونفاذ کو ہمارے علمائے کرام جس طرح سمجھے وہ طریقہ سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ حدیثِ مبارکہ کے عین مطابق ہے، جیسا کہ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں وارد ہے کہ اُن کو رسولِ کریم ﷺ نے یمن کی طرف بطورِ قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا:

كَيْفَ تَقْضِيْ اِذَا عَرَض لَكَ قَضَاءٌ؟

۔۔۔جب تمہارے پاس کوئی مسئلہ پیش کیا گیا تو اُس کا فیصلہ کیسے کرو گے؟

قَالَ: اَقْضِیُ بِكِتَابِ اللّٰه۔

عرض کی۔۔۔:میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔

قَالَ: فَاِنْ لَمْ تَجِدْ كِتَابِ اللّٰه؟

فرمایا:۔۔۔اگر اُس مسئلہ کا حل تم کو قرآنِ کریم میں نہ مل سکا تو پھر؟

قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه (ﷺ)

عرض کی:۔۔۔پھر اللہ کے رسول (ﷺ) کی سنت سے حل کروں گا۔

قَالَ: فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰه وَلَا فِي كِتَابِ اللّٰه؟

فرمایا:۔۔۔اگر اُس مسئلہ کا حل تم کو رسول اللہ (ﷺ) کی سنت میں نہ ملا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں، پھر؟

قَالَ: اَجْتَهِدُ رَاَيِيْ وَلَا آلُوْ

عرض کی:۔۔۔پھر میں اجتہاد کروں گا مایوس نہیں ہوں گا۔

فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَدْرَهٗ وَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يُرْضِي رَسُوْلَ اللّٰهِ (ابوداؤد)

۔۔۔تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ کے سینہ پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور فرمایا:

''تمام تعریفات اُس اللہ کے لیے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو صحیح جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی جو اللہ کے رسول کو راضی کرنے والا جواب ہے''۔ (ابوداؤد)

اِس حدیثِ نبوی سے واضح ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اجتہاد کرنے پر آمادہ فرمایا، جب کوئی حکم شرعی کتاب وسنت سے معلوم نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے اُصول کا ایک فقہی قاعدہ پر اجماع ہے:

لَا مَسَاغَ لِلاِجْتِهَادِ فِي مُوْرِدِالنَّصِّ نص کی موجودگی میں اجتہاد کی ضرورت نہیں

نص سے مراد قرآن کریم اور سنتِ نبویہ ہے، اور اجتہاد سے مراد مجتہد کی طرف سے عقل وفکر کے اعمال کے ساتھ اَحکامِ شریعت کے استنباط کی کوشش کرنا ہے اور مجتہد کے لیے صحیح نہیں کہ وہ طریقۂ اجتہاد سے اُس وقت حکم استنباط کرے جب کوئی قرآن وسنت میں صریح نص موجود ہو، کیونکہ اِجماعِ علماء کے ساتھ نص، اجتہاد پر قطعی ویقینی طور پر مقدم ہے۔ ایسی نصوص، صریح صحیح اور زیادہ ہیں جو اِس بات پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہیں کہ ماہِ رمضان کا اِثبات 'رؤیتِ ہلال' سے ہی ممکن ہے، اور 'عدمِ رؤیتِ ہلال' کی صورت میں ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کیا جائے گا، اِن کے علاوہ اور کوئی تیسرا طریقہ نہیں۔

پنجم:۔۔۔وہ علمائے کرام جو رؤیتِ ہلال کے قائلین ہیں اور جو رؤیتِ ہلال کے تعسر وتنگی کی صورت میں شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرنے کے قائل ہیں، انہوں نے سابقہ ذکر حدیثِ نبوی کے کلمات:۔۔۔ ھٰکذا، وھٰکذا، وھٰکذا،۔۔۔اِس طرح اور اِس طرح اور اِس طرح۔۔۔کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ: تیسری مرتبہ ۔۔۔ھٰکذا ارشاد فرماتے ہوئے رسالت مآب ﷺ نے اپنے انگوٹھے کو مضبوطی سے پکڑا، اب یہ فعل عام وخاص اشخاص کے نزدیک نہایت واضح اور تحقیق شدہ امر ہے، اور وہ امر 'مسئلۂ رؤیتِ ہلال' ہے۔۔یا۔۔اس روایت میں پھر ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کرنے کی طرف اشارہ ہے اور رسالت مآب ﷺ نے اپنے انگوٹھے کو گرہ لگا کر حساب (calculation) کے معاملہ کو بالکل جدا فرما دیا۔

امام حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ حدیثِ نبوی۔۔۔اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسَبُ۔۔۔کی شرح

میں رقمطراز ہیں کہ (اِنَّا) سے مراد اہل عرب ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (اِنَّا) سے رسالت مآب ﷺ بذاتِ خود مراد ہیں۔اور (اُمِّيَّةٌ) سے حقیقی والدہ کی طرف منسوب نسب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِس سے اہل عرب مراد ہیں کیونکہ اُس وقت وہ لکھنا نہیں جانتے تھے۔۔یا۔۔پھر اہل عرب کی (امہات) ماؤں کی طرف نسبت ہے، جن سے وہ اہل عرب کی پیدائش کا آغاز ہوا تھا۔ (لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ) کی تفسیر یہی ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرب ناخواندہ ہیں کیونکہ لکھنا لکھانا اُن میں نادر تھا۔

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴿الجمعۃ:۲﴾

وہی ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں رسول انہیں سے (معارف القرآن)

ناخواندہ (اَن پڑھ) اُمیّون کا معنی اہل عرب پر مکمل طور پر صادر نہیں ہوتا کیونکہ اُن میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو لکھنا جانتے تھے اور حساب و کتاب کرنے کی بھی سمجھ رکھتے تھے، کتابت کرنا لکھنا اُن میں بہت کم اور نادر طور پر موجود تھا، اور یہاں (حساب) سے 'حساب النجوم' یعنی ستاروں کا حساب لگانا مراد ہے۔ اِس علم کو بھی وہ انتہائی نادر علم جانتے تھے۔ لہٰذا صوم کا حکم 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ معلق کیا گیا ہے تا کہ اُن کو مشقت میں نہ ڈالا جائے کیونکہ وہ حساب و کتاب کے علم سے واقف نہیں تھے، اور پھر صوم کا حکم 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ ہی معلق رہا، اگر چہ بعد میں ایسے بندے پیدا ہو گئے جو حساب و کتاب کے عالم بنے۔ بلکہ حدیثِ نبوی کا ظاہری سیاق و سباق تو بنیادی طور پر حساب کے ساتھ حکم کو معلق کرنے کی مطلقاً نفی کرتا ہے اور اِس بات کی وضاحت مذکورہ حدیثِ نبوی کا درج ذیل جملہ کرتا ہے:

فَاِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَاَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلَاثِیْنَ

اگر تمہارے لیے ہلال اَبر آلود ہو تو پھر تیس ۳۰ دن مکمل کر لو۔

یہاں پر رسالت مآب ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا، کہ مَطلع اَبر آلود ہونے کی صورت میں اہل حساب سے پوچھ لو! حالانکہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

'اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا'۔۔۔یعنی اسلامی ماہ کبھی انتیس ۲۹ دن اور کبھی تیس ۳۰ دن کا ہوتا ہے[۲]۔

امام عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ نے سابقہ ذکر کردہ حدیثِ نبوی۔۔اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ۔۔۔کو ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ اِس سے مراد ہے کہ مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل ہوتا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ ہم اہل عرب ناخواندہ جماعت ہیں، ہم نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ حساب لگا سکتے ہیں، ہمارے پاس حساب و کتاب کا علم نہیں جس طرح حساب

اورستاروں کا علم رکھنے والے نجومیوں کا مشغلہ ہے، ہمارا علم تو 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، ہم تو چاند کو کبھی انتیس ۲۹ دن اور کبھی تیس ۳۰ دن کا دیکھتے ہیں، جیسا کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:۔۔۔کہ شھر (مہینہ) تو مقید ہے۔۔۔ھکذا جو کلمہ پہلے ذکر ہوا اُس میں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلانے کی طرف اشارہ تھا، اور دوسری، تیسری مرتبہ جو (ھکذا) ارشاد فرمایا گیا وہ پہلے والے (ھکذا) کی خبر تھی، اور تیسری مرتبہ رسالت مآب ﷺ نے اپنے ایک انگوٹھے کو پکڑا تو انگلیاں مبارک مکمل انتیس ۲۹ بن گئیں۔

۔۔۔اُس کے بعد پھر رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'اَلشَّھرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا، وَھٰکَذَا'

۔۔۔اور اب انگوٹھے کو گرہ نہیں لگائی تو انگلیاں مبارک مکمل تیس ۳۰ بن گئیں، جس طرح راوی نے تفسیر بیان کی،

امام عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ اس کے بعد رقمطراز ہیں:

"کہ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے اسلامی مہینوں کے متعلق مسئلہ بیان فرمانے میں انگلیوں کے اشاروں کے ساتھ (سمجھانے کی خاطر) مبالغہ فرمایا تا کہ ماہرین ستارہ وحساب کی طرف رجوع کرنے کے عمل کا بطلان ثابت ہو، اور اِسی حدیثِ نبوی سے ابن سریج اور اُس کی رائے کی موافقت کرنے والے علماء کی نفی ہوتی ہے"[۳]۔

صاحبِ کتاب 'عمادالدین بن احمد بن ابی حجلۃ' کے نزدیک فصل ثامن میں امام ابن سریج علیہ الرحمہ کے قول پر ایک تعلیق قابلِ مطالعہ ہے۔

ششم:۔۔۔یہ مذکورہ حدیثِ نبوی واضح طور پر 'رؤیتِ ہلال'۔۔یا۔۔پھر اسلامی مہینہ کے تیس ۳۰ دن مکمل کرنے پر دلالت کرتی ہے اور یہ بات اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک چار[۴] فقہی مذاہب کے علماء کا مؤقف ہے، اُن کا مقصد 'رؤیتِ ہلال' ہے نہ کہ حساب کے علم پر عمل کرنا، اور اُن علماء کا اِس بات پر اِتفاق 'اِجماع' کے حکم میں ہے، جس کی وضاحت بحثِ اوّل میں گزر چکی۔

---

(۱)۔۔۔العلم المنشور فی اثبات الشھور:۱۷، ۲۰۔

(۲)۔۔۔فتح الباری بشرح صحیح البخاری:۴/۱۵۱۔۱۵۲۔

(۳)۔۔۔القول المنشور فی ہلال خیر الشھور:۱۵۲۔

﴿فصل دوم﴾

﴿حدیثِ نبوی۔۔۔فَاقْدُرُوْالَهٗ۔۔۔اور مذاہبِ اربعہ﴾

رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا، وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوا، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ (رواہ البخاری ومسلم)

''جب تم چاندکو دیکھوتو روزہ رکھواور جب تم چاندکو دیکھوتو روزے رکھنے ختم کردو،
اوراگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہوتو تیس ۳۰ دن مکمل کرو''۔

امام ابن قدامہ علیہ الرحمہ نے کہا:

''اُس دن کا روزہ رکھنا واجب نہیں، یعنی اگر ماہِ شعبان کی تیس ۳۰ تاریخ کو مَطلع اَبر آلود ہوا اور اگر لوگوں نے اُس اَبر آلود دن میں ماہِ رمضان کا پہلا روزہ رکھا تو یہ رمضان کے روزوں کی کفایت نہیں کرے گا۔ یہی قول اکثر اہلِ علم کا ہے جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور اُن کے مقلدین قابلِ ذکر ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ ماہِ شعبان مَطلع اَبر آلود ہونے کی ایسی حالت میں تیس ۳۰ دن مکمل کیا جائے گا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ سے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شُعْبَانَ (بخاری)

'چاندکو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاندکو دیکھ کر روزے رکھنا ختم کردو، اوراگر تمہارے اُوپر
مَطلع اَبر آلود ہوتو پھر ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضورِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ ثَلَاثِيْنَ (ابوداؤد)

'پس تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم ہلالِ رمضان کو دیکھ نہ لو، اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنے ختم نہ کرو حتیٰ کہ تم
ماہِ شوال کے چاندکو دیکھ نہ لو، اوراگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہوتو مہینہ تیس ۳۰ دن کا شمار کرلو۔

صحیح حدیثِ نبوی میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شک کے روزے سے منع فرمایا، اور یہ حدیثِ نبوی بخاری ومسلم میں مذکور ہے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ

'جس شخص نے شک کے دن کا روزہ رکھا اُس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی'۔

۔۔۔اور مطلع اَبر آلود ہونے والا دن شک کا دن ہے کیونکہ اصل مسئلہ ماہِ شعبان کے تیسویں ۳۰ دن کو باقی رکھنا ہے اور اس کی وجہ سے شک زائل نہیں ہوتا، جیسا کہ۔۔۔ فَاقْدُرُوْالَهٗ '۔۔۔کا معنی و مفہوم دیگر احادیثِ نبویہ سے بھی واضح ہے جس کے متعلق ہم نے مَطلع اَبر آلود ہونے کی صورت میں ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرنے کی تفصیلی وضاحت ذکر کی۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ حضرت نافع ؓ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا الشَّهْرُ تِسعٌ وَّ عِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حتّٰى تَرَوْهُ، وَلَا تُفطِرُوْا حتّٰى تَرَوْهُ، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ: (مسلم و احمد)

'بیشک اسلامی مہینہ انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے، اُس وقت تک تم روزہ نہ رکھو جب تک تم چاند دیکھ نہ لو اور تم اُس وقت تک روزے رکھنے ترک نہ کرو جب تک تم چاند کو دیکھ نہ لو، اور اگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہو تو تیس ۳۰ دن مکمل کرلو۔

حضرت نافع ؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ؓ شعبان کا چاند جب انتیس ۲۹ دن کا ہوجاتا تو وہ ایک شخص کو بھیجتے جو چاند کو دیکھتا اور پھر اِس قول پر عمل فرماتے، اگر اُس شخص کو مَطلع اَبر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آتا تو حضرت عبداللہ اگلے دن بھی کھاتے پیتے رہتے، اور اگر مَطلع صاف وشفاف ہوتا تو روزہ رکھ لیتے۔ (احمد و دار قطنی)

(فَاقْدُرُوْالَهٗ) کا معنی ہے کہ اُس کے لیے دن تنگ کردو! جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ۔۔۔ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ۔۔۔﴿الطلاق:۷﴾۔یعنی جس شخص پر رزق تنگ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔۔۔اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔۔۔﴿الرعد:۲۶﴾۔ میں 'یقدر' سے مراد۔ 'تضیق' اور تنگی ہے۔ اور بحث سے بھی معلوم ہوا کہ ماہِ شعبان انتیس ۲۹ دن کا شمار کیا جائے گا[1]۔

سابقہ ذکر کردہ حدیثِ مبارک حضرت عمار بن یاسر ؓ سے مروی۔ مَنْ صَامَ يوم الشك 'کو مطلع صاف و شفاف ہونے پر محمول کیا گیا، اور اس حالت میں ایسے دن کو۔۔۔ يَوْمَ الشَّكّ ۔۔۔ نہیں کہا جائے گا، لیکن اِس روایت کا مطلب فقہائے کرام نے یہ سمجھا ہے کہ چاند بادلوں کے نیچے چھپ گیا ہو، اِسی وجہ سے انہوں نے کہا: ماہِ رمضان کا روزہ (يومُ الغيم) بادلوں والے دن رکھنا جائز ہے، لیکن یوم شک کا روزہ معتبر نہیں۔

ابن قدامہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

"اگر ہلال نظر آنے میں بادل۔۔یا۔۔ مَطلع دھندلا ہو تو تب روزہ رکھنا واجب ہے، اور اگر ہلال رمضان نظر آنے میں بادل۔۔یا۔۔ مَطلع دھندلا ہو تو پھر روزہ رکھنا جائز ہے[2]۔

صاحبِ کتاب شیخ عماد الدین بن احمد کا قول:

اوّل:۔۔۔اللہ تعالیٰ کی مرحمت کردہ توفیق سے میں کہتا ہوں کہ۔۔۔فَاقْدُرُوْالَهٗ۔۔۔کا معنی فقہائے حنابلہ کے نزدیک یہ ہے کہ اس کے لیے دن تنگ ہو گئے، تنگی سے مراد ہے کہ ماہِ شعبان انتیس ۲۹ دن کا ہو اور بادلوں والے ۔۔۔یَوْمَ غیم۔۔۔جیسی صورتحال میں ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا جائز ہے لیکن یومِ شک کا روزہ رکھنا معتبر نہیں ہوگا، یعنی جب ماہِ شعبان کے انتیس ۲۹ دن غروبِ آفتاب کے بعد واضح طور پر چاند دکھائی نہ دے تو ایسی صورت میں ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کرنے واجب نہیں ہوں گے، اور ایسی صورتحال پانے والے شخص کے لیے نیت کا ثابت رکھنا اور اُس رات میں آنے والے دن کے لیے روزہ رکھنا بھی واجب ہوگا، خواہ ایسی صورتحال ماہِ شعبان میں ہو۔۔۔یا۔۔۔ماہِ رمضان میں ہو، لیکن وہ شخص ماہِ رمضان کے لیے نیت کرے گا اور اگر اُس دوران یہ ظاہر ہو کہ یہ چاند ماہِ شعبان سے ہے تو پھر روزہ کا مکمل کرنا واجب نہیں ہوگا۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور فقہائے حنابلہ (فَاقْدُرُوْالَهٗ) والی حدیثِ مبارکہ سے 'حسابِ قمری' کے عمل کو نہ سمجھے، بلکہ یہ اس سے یہ سمجھے جب چاند بادلوں کے اندر چھپا ہوا ہو۔

دوم:۔۔۔اِس بارے میں جمہور فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنفیہ کی رائے ہے کہ حدیثِ نبوی۔۔۔فَاقْدُرُوْالَهٗ۔۔۔پر تم نے کس طرح اصولِ فقہ کے قاعدہ کا اِطلاق کیا؟ کہ مفسر پر مجمل کو محمول کیا گیا، جبکہ۔۔۔فَاقْدُرُوْالَهٗ۔۔۔سے مراد ہے کہ ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کیا جائے گا۔

امام عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''امام مالک و شافعی، ابو حنیفہ اور جمہور سلف و خلف کی رائے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے۔۔۔فَاقْدُرُوْالَهٗ۔۔۔سے ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مراد لیا ہے، اِس کی دلیل وہ صریح روایات ہیں جو ہم نے ذکر کیں اور اِسی مؤقف کو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیا''[۳]۔

علامہ ابن رشد علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

''کہ جمہور اِس تاویل کی طرف گئے کہ ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کیا جائے گا، جو مؤقف سیدّنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ

'اگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہو تو ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا شمار کرو'

۔۔۔کیونکہ جملہ۔۔۔فَاقْدُرُوْالَهٗ۔۔۔مجمل جملہ ہے اور حدیثِ رسول کا یہ جملہ۔۔۔فَاكْمِلُوا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ۔۔۔مفسّر ہے، لہٰذا یہ ضروری تھا کہ مجمل کو مفسّر پر محمول کیا جائے۔ اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ علمِ اصولِ فقہ کے علماء کا

اِس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اُن کے ہاں بنیادی طور پر مجمل اور مفسّر کے مابین کوئی تعارض نہیں اور اِس بارے میں جمہور علماء کا مذہب واضح ہے[4] واللہ اعلم"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ:

''حدیثِ نبوی کے یہ کلمات۔۔۔ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ (ﷺ) ۔۔۔ تحقیق اُس شخص نے ابوالقاسم (ﷺ) کی نافرمانی کی۔۔۔ اِس روایت میں یومِ شک کے روزے حرام ہونے پر استدلال کیا گیا کیونکہ کوئی صحابی اپنی رائے سے بالکل ایسا نہیں کہہ سکتا، بلکہ یہ حدیثِ مرفوع کے حوالہ سے ہوگا''۔ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں کہ حدیثِ نبوی:

لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ

تم اُس وقت تک ماہِ رمضان کا روزہ نہ رکھو جب تک تم ہلال رمضان دیکھ نہ لو

۔۔۔ اُس کے اگلے جملہ۔۔۔ فَاقْدُرُوْا لَهٗ ۔۔۔ کے متعلق جمہور کی رائے ہے کہ مہینہ کے شروع میں دیکھو اور پھر تیس ۳۰ دن مکمل کرو! اِس کی تاویل میں دیگر صریح روایات بھی ہیں جن کی وضاحت۔۔۔ فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ۔۔۔ کے ضمن میں گزر چکی، اور سب سے افضل یہ ہے کہ حدیثِ نبوی کی تفسیر حدیثِ نبوی سے کی جائے۔

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں کہ امام بیہقی نے ابراہیم بن یزید عن آدم کی سند سے یہ الفاظ ذکر کیے:

فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْماً

'اگر تمہارے لیے مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر تیس ۳۰ دن شمار کرو'

۔۔۔ یعنی ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا شمار کرو۔ نفسِ خبر کے متعلق تفسیر حدیث کے ضمن میں امام بخاری کے لیے یہ بھی واضح ہوا[5]۔

امام عینی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے صوم وغیرہ کو رُویتِ ہلال' کے ساتھ معلق کیا تاکہ معاملاتِ حساب میں شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی امتِ مرحوم سے رفع حرج ہو، یعنی گناہ دُور ہو۔ اور عصرِ نبوی میں ایسا ہی عمل ہوتا رہا، اگرچہ بعد میں دیگر باتیں ظاہر ہوئیں اور حضورِ اکرم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ

'پس اگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہو جائے تو پھر تم ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا شمار کرو'

یہ روایت بنیادی طور پر حساب کے حکم کو معلق کرنے کی نفی کرتی ہے۔ اگر حکم سے یہ جانا جائے تو پھر کہا جائے

گا:۔۔۔’فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الْحِسَابِ‘۔۔۔تم اہلِ حساب سے پوچھو[۶]۔

امام ابن ملقن علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

’’کہ امام مالک، امام شافعی، امامِ اعظم ابوحنیفہ اور جمہور سلف وخلف نے۔۔۔فَاقْدُرُوْا لَهٗ‘۔۔۔کا معنی لکھا ہے کہ اُس ماہ کے تیس ۳۰ دن شمار کئے جائیں گے اور اِس بات کی تائید وتصدیق صحیح مسلم کی روایات۔۔۔فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ‘۔۔۔فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ۔۔۔، اور۔۔۔فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ۔۔۔بھی کرتی ہیں[۷]۔

نوٹ:۔۔۔مذاہبِ اربعہ میں قولِ راجح وہ قول ہوتا ہے جس کو ہمارے اہلِ سنت وجماعت کے معتبر علماء نے ترجیح دی ہو اور اُس قول کو اپنی کتب میں بھی درج کیا ہو، اُن معتبر علماء کا مؤقف متعدد آراء کے تعارض کے دوران قولِ فیصل ہے۔ اِس کا ذکر ہم نے ’بحثِ اوّل‘ میں ’رؤیتِ اعتماد‘ کے دوران بیان کر دیا تھا۔

---

(۱)۔۔۔المغنی:۳/۹۔۱۴۔ (۲)۔۔۔المغنی:۳/۸۔ (۳)القول المنشور فی ہلال خیر الشہور:۱۵۰۔
(۴)بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد:۱/۴۸۲۔ (۵)۔۔۔فتح الباری بشرح صحیح البخاری:۴/۱۴۴۔۱۴۵۔
(۶)۔۔۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری۸/۴۹۔۵۰۔ (۷)۔۔۔الاعلام بفوائد عمدۃ الاحکام:۵/۱۷۳۔۱۷۴۔

﴿فصل سوم﴾

﴿فنِ حساب کے قائلین کے دلائل میں سے دلیل سوم کا رَدّ، اور طویل ترین دنوں والے ممالک میں روزے کا شرعی حکم﴾

فَاقْدُرُوْالَہٗ۔۔۔ کے متعلق انہوں نے کہا کہ اِس سے مراد منازل کے حساب ہیں، یعنی علم فلک وحساب کے ساتھ استعانت۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ لوگ جو ممالک میں عملِ حساب پر اعتماد نہیں کرتے وہ اُس وقت کیا کریں گے جب اُن ممالک میں دو۲ ماہ سے لے کر چھ۶ ماہ تک سورج طلوع رہتا ہے۔ اور اِسی طرح سورج مخفی بھی رہتا ہے۔ اور کیا اُن ممالک والے علاقوں کے لوگوں کے لیے ممکن ہے کہ وہ غروبِ شمس کے بعد عملی طور پر رُؤیتِ ہلال کے ساتھ روزہ رکھیں گے!۔

عماد الدین بن احمد کی رائے:

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ عماد الدین بن احمد کی رائے یہ ہے کہ یقیناً چاند ایک ماہ میں سورج کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور پھر جدا بھی ہوتا ہے، چاند جب جدا ہوتا ہے تو وہ ماہِ قمری کا پہلا دن ہوتا ہے۔ اِسی طرح کرۂ ارض کی تمام جہتیں مختلف نہیں ہوتیں، جو اختلاف علماء کے مابین ہے وہ اختلاف، سورج کے مسلسل ظہور و اخفاء کی مدت کے متعلق ہے کیونکہ بعض جہتوں میں سورج کا ظہور دو۲ اور تین۳ ماہ سے لے کر چھ۶ ماہ تک ہوتا ہے اور اِسی طرح چھ۶ ماہ مسلسل سورج مخفی ہو جاتا ہے! (دکھائی نہیں دیتا)۔

سورج کا مخفی ہونا، ظاہر ہونا، اکثر اوقات چوبیس۲۴ گھنٹے سے لے کر چھ۶ ماہ تک باقی رہتا ہے اور ایسی صورتحال میں فرض نماز کے اوقات کی پہچان مترتب ہوتی ہے، جیسا کہ ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے اور روزہ افطار کرنے کی بھی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اِسی طرح ماہِ رمضان کے شروع کرنے کی حد بندی اور عید الفطر کے ساتھ اختتام بھی مترتب ہوتا ہے۔ اِسی لیے فقہائے کرام نے اوقاتِ نماز کے لیے وقت بتایا اور ایسی مذکورہ صورتحال میں آغازِ صوم و اختتام اور عید الفطر کی حد بندی بھی متعین کی، اور ایسی جگہوں میں روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا وقت بھی واضح طور پر بیان کیا، اور یہ ایسے علاقہ کے ساتھ قریبی علاقوں کے دن کے ساتھ حکم نافذ کیا۔ اُن فقہائے کرام کی دلیل وہ طویل حدیث ہے جس میں روزِ قیامت کی بڑی نشانیاں ذکر کی گئی ہیں۔ اِس حدیثِ نبوی کو حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا، جب حضور ﷺ ظہورِ دجال کا واقعہ بیان کر

رہے تھے: حضرت سمعان بن نواس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا لَبْثَهٗ فِي الْاَرْضِ ؟ قَالَ: اَرْبَعُوْنَ يَوْماً، يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَسَنَةٍ ! اَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلاةُ يَوْمٍ ؟ قَالَ لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ

اِے اللہ کے رسول (ﷺ)! دجال کتنے عرصے تک زمین میں رہے گا؟ فرمایا۔۔۔ چالیس [۴۰] تک! اُس کا ایک دن سال کی طرح دوسرا دن مہینہ کی طرح تیسرا دن جمعہ کی طرح اور دیگر تمام دن تمہارے دُنیاوی معمول کے دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے عرض کی: اَے اللہ کے رسول (ﷺ)! وہ ایک دن جو سال کے برابر ہوگا تو کیا اُس دن ہم کو نماز کی اَدائیگی کے لیے ایک دن کے برابر وقت ایک وقت کی نماز ہی پڑھنی پڑھے گی؟ فرمایا۔۔۔ ایسا نہیں! بلکہ تم تمام اوقات کا تعین کرو گے۔ (مسلم)

حدیثِ نبوی کا مذکورہ جملہ۔ اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ۔ کی تفسیر وتشریح کے ضمن میں علمائے کرام کہتے ہیں:

''کہ ہر دن کے برابر نمازوں کے اوقات متعین کئے جائیں گے جس طرح ایک گرفتار کردہ شخص پر نمازوں کا ٹائم مشتبہ ہو جاتا ہے، ایسی صورتحال میں فقہائے کرام نے کہا: کہ وہ ممالک جو اُس علاقہ کے قریب ہوں گے اُن ممالک کے دنوں کا اعتبار کیا جائے گا، اور یہ حکم تو نمازِ مفروضہ کے لیے ہے۔ پھر فقہائے کرام نے نماز پر روزے کو بھی قیاس کیا کیونکہ روزہ بھی نماز کی طرح ایک عبادت ہے''۔

ایسی صورت میں شرعی مسئلہ، ماہِ رمضان وشوال کے لیے رؤیتِ ہلال کے بارے میں مختلف ہوگا۔۔ یا۔۔ پھر تیس [۳۰] دن مکمل کریں گے۔ اِس بارے میں بہت زیادہ احادیثِ نبویہ وارد ہوئی ہیں، اُن احادیثِ نبویہ میں سے یہ حدیثِ نبوی، جس کے متعلق شدید اختلاف ہے۔۔۔ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ ۔۔۔ فنِ حساب کے دعویداروں نے کہا کہ مَطلع اَبر آلود ہونے کی صورت میں حساب وشمار سے کام لیں گے۔

لہٰذا ماہِ صیام وعید الفطر کے اثبات کے لیے رسالت مآب ﷺ نے یہ متبادل بھی بتایا ہے:۔۔۔ اِكْمَالُ الشَّهْرِ ثَلَاثِيْنَ اِنْ غُمَّ عَلَيْنَا ۔۔۔ مَطلع اَبر آلود ہونے کی صورت میں مہینہ کے تیس [۳۰] دن مکمل کئے جائیں گے۔ اور جیسا کہ ہم نے پہلے واضح کیا کہ نص کی موجودگی میں اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ کے علمائے کرام نے مسئلہ رؤیتِ ہلال اور مطلع قریب ہونے کے دوران تیس [۳۰] دن مکمل کرنے پر اجماع کیا ہے، البتہ وہ ممالک جہاں پر دن طویل ہوتے ہیں اُن ممالک کے لیے کوئی واضح تفسیر وحکم نہیں ملتا، وہاں پر بھی استدلال مقدر ہوگا، جیسا کہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ نبوی میں بھی مسئلہ، مخفی اور مقدر ہے۔

اگر ہم کو کوئی واضح متبادل مل جاتا تو ہم ایسے طویل النہار علاقوں کے لیے اوقاتِ نماز کا کوئی واضح حکم بیان کرتے، لیکن ہمیں ایسے علاقوں کے لیے اوقاتِ صلاۃ (نماز کے اوقات) کے لیے حکم بھی مقدر کرنا پڑا کیونکہ ایسے ممالک معتدل نہیں ہوتے بلکہ 'طویل النہار' ہوتے ہیں۔

اوقاتِ صلاۃ کے لیے شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے خاص اوقات بیان فرمائے ہیں اور اسی طرح رؤیتِ ہلال۔۔یا۔۔بصورتِ دیگر تیس ۳۰ دن مکمل کرنے کا شرعی مسئلہ بیان فرمادیا۔لہٰذا، اب کوئی اور بات قبول نہیں کی جائے گی۔(وَاللهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَاب)

(۱)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ: ۱۷۷۔۱۷۸۔۱۸۴۔



﴿فصل چہارم﴾

﴿علم حساب کے قائلین کے دلائل میں سے دلیل چہارم کا ردّ، روزہ کو نماز پر قیاس کرنا﴾

علمِ حساب کے علمائے کرام کہتے ہیں کہ یقیناً اوقاتِ صلاۃ میں حساب پر عمل کیا جائے گا اور اِسی طرح اُن پر صیام و افطار کو قیاس کیا جائے گا، فلہٰذا اوقاتِ صلاۃ میں ہم حساب و علمِ فلکیات پر عمل کریں گے، جبکہ رؤیتِ ہلال کے علمائے کرام اِن کا یوں جواب دیتے ہیں کہ:

''شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اوقات کے وجود کو اہمیت دی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ۔۔۔نماز قائم رکھو، سورج ڈھلنے سے ﴿الاسراء:۷۸﴾

۔۔۔جبکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ

'اور بیشک نمازِ ظہر کا اوّل وقت وہ ہوتا ہے جب سورج زائل ہو'

واضح ہوا کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے علامات کی طرف رہنمائی فرمائی، جن کی وجہ سے اوقات کی پہچان ہوتی ہے اور اُن علامات کو اوقات کا وجود دیا، اور اسی طرح احادیثِ نبویہ کثیرہ میں 'رؤیتِ ہلال' کو ترجیح دی گئی، 'رؤیتِ ہلال' کے عدم وجود کی وجہ سے روزے کا اعتبار نہیں کیا گیا، بلکہ 'رؤیتِ ہلال' کی وجہ سے ماہِ رمضان کا روزہ

لازم ہوتا ہے، چاند کو دیکھنا ماہِ صیام کے روزے کا سبب بنتا ہے۔

امام قرافی علیہ الرحمہ نے 'الذخیرہ' میں کہا ہے:

''کہ علمِ حساب کی روشنی میں 'اوقاتِ صلاۃ' کے اِثبات میں مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں کیونکہ وہ پانی والی مشینوں اور ریت وغیرہ سے ہوتا ہے، اِسی بناء پر موسمِ سرما میں شہروں کے باشندے بارش و بادل ظاہر ہونے کی حالت میں عمل کریں گے تو پھر فرق کیا ہوا؟''۔

امام قرافی علیہ الرحمہ بذاتِ خود جواب بھی دیتے ہیں کہ 'اوقاتِ صلاۃ' کے اثبات کے لیے نصب کردہ آلات اسباب ہیں اور وہ حواس و عقل ہیں۔ ہلال کا دکھائی دینا بغیر اُس کی روشنی کے 'اوقاتِ صلاۃ' کا سبب نہیں ہوسکتا، بلکہ ہلال کا حواس کے لیے ظاہر ہونا اور اُس کا مشاہدہ کرنا 'اوقاتِ صلاۃ' کا سبب بنتا ہے اور جس شخص نے ہلال کو دیکھنے کے بغیر 'علمِ حساب' پر عمل کیا اُس شخص کے حق میں سبب نہیں پایا جاتا، اور اُس پر حکم بھی مترتب نہیں ہوتا، اِس بات پر اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ﴿الاسراء:۸۷﴾

'نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے'

۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد بالکل نہیں فرمایا کہ:

صُوْمُوْا لِلْهِلَالِ۔۔۔ ہلالِ رمضان کے لیے روزہ رکھو۔

۔۔۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴿البقرہ:۱۸۵﴾

'پس جو شخص تم میں سے ماہِ صیام کو پائے اُس کو چاہئے کہ وہ اس ماہ کا روزہ رکھے'

۔۔۔اِس سے واضح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کے دیکھنے کو ماہِ صیام وصوم کا سبب بنایا ہے!



﴿فصل پنجم﴾

﴿حساب کے قائلین کے دلائل میں سے دلیل پنجم کا ردّ﴾

﴿اہلِ تجربہ کے لیے حوادثات کے دوران رجوع کرنے پر رؤیتِ ہلال کا قیاس کرنا﴾

ایسا مؤقف رکھنے والے علمائے کرام نے کہا:

''بیشک فقہائے کرام میں سے اہلِ شرع وغیرہ ہر مشکل حالت میں اہلِ نظر و تجربہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس بیشک وہ قرآن وحدیثِ نبوی کے الفاظ کے معنی مراد لینے کے لیے اہلِ لغت کے قول کو ظنی طریقہ کے ساتھ بطورِ حجت پکڑتے ہیں۔ ماہِ رمضان وغیرہ میں طبیبِ حاذق کے قول کو مانتے ہیں، لہٰذا وہ کونسی چیز ہے جو حساب و کتاب کے قواعد و اصول کے ساتھ مہینوں کے آغاز و اختتام کی معرفت کی بنیاد سے منع کرتی ہے۔ حالانکہ یہ قطعی امر ہے اور قرآنِ کریم کے فرمان کے موافق ہے''[1]۔

میں صاحبِ کتاب عماد الدین بن احمد کہتا ہوں: کہ یقینی حساب کی صحت پر اعتراض پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اعتراض اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب واضح وصریح نصوص کے موجود ہونے پر حسابِ یقینی پر عمل کیا جائے، جیسا کہ مذکورہ مسئلہ میں گزرا۔ کیونکہ نصوص پائے جانے کی صورت میں حسابات وغیرہ کا استعمال ایک لغو امر ہوگا، اور اِس بات پر اِتفاق ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ کے علمائے کرام حساب پر عمل کرنے سے اجتناب کرتے ہیں، اگر چہ حساب کا علم صحیح کیوں نہ ہو۔ اِس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے وجوبِ صوم وافطار کو صراحت کے ساتھ یوں بیان فرمایا کہ ایسا 'رؤیتِ ہلال' سے ممکن ہے۔۔یا۔۔پھر اسلامی مہینہ تیس ۳۰ دن کا ہو جائے۔

امام ابن عابدین علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ:

'وَلَا عِبْرَةَ بِقَوْلِ الْمُؤَقِّتِيْنَ۔۔۔'دو ۲ اوقات کے قول کے ساتھ کوئی نتیجہ وسبق حاصل نہیں ہوتا'۔

یعنی لوگوں پر روزوں کا وجوب ثابت کرنے کے متعلق کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، بلکہ اجماع کے ساتھ معراج وبلندی کے بارے میں اُن کا قول معتبر نہیں ہوگا۔ علم نجوم (Astronomy) کے ماہر شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے حساب کے علم کے مطابق عمل کرے۔

'کتاب النہر' میں ہے کہ دو ۲ وقتوں کا قول معتبر نہیں ہوگا، یعنی کہ ہلال بھی فلاں رات کو آسمان پر موجود ہو، اگر چہ صحیح روایت کے مطابق وہ راوی عادل ہو۔ جیسا کہ 'کتاب الایضاح' میں درج ہے[2]۔

علامہ الدردیر المالکی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

"کہ ستاروں کے ماہر عالم شخص کے قول پر وجودِ ہلال ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ ستاروں کا ماہر شخص چاند کی گردش، دورانیہ کے اوقات جانتا ہے، للہٰذا نہ تو اس کے لیے بذاتِ خود وجودِ ہلال ثابت ہوگا اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے ثابت ہوگا۔ کیونکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے صوم وفطر اور حج کو 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ مشروط فرمایا ہے نہ کہ فرضی طور پر وجودِ ہلال تصور کر لینے سے صوم وفطر وحج کے اوقات ثابت ہوں گے"[3]۔

علامہ جزیری علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

"کہ ستاروں کے ماہرین کا قول باعثِ حجت نہیں اور اُن کے حساب کے مطابق مسلمانوں پر روزہ واجب نہیں ہوگا، اور نہ اُس شخص پر روزہ واجب ہوگا جو اُس کے قول کو سچ سمجھے۔ کیونکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے صوم کو ثابت شدہ اصول کے ساتھ معلق فرمایا ہے جو اصول کبھی بھی تبدیل نہیں ہوسکتا، اور وہ اصول رؤیتِ ہلال کے مشاہدہ کرنے اور 'عدمِ رؤیت' ظاہر ہونے پر تیس ۳۰ دن مکمل کیے جائیں گے"۔

امام نووی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

"کہ حساب لگانے والا شخص، علمِ نجوم کا ماہر شخص، اور اُن دونوں کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے قول سے ماہِ رمضان کا روزہ لازم نہیں آئے گا"[4]۔

مصنفِ کتابِ ھٰذا الشیخ عماد الدین بن احمد لکھتے ہیں:

"کہ ہمارا معاملہ شرعی مسائل واَحکامِ دین سیکھنے سکھانے کا ہے، اور اس تعلیم وتعلّم کا ذریعہ عربی زبان کا سیکھنا ہے جس زبان میں ہماری عظیم الشان کتاب نازل ہوئی اور اُسی زبان کے ساتھ ہمارے نبی رحمۃ للعلمین نے گفتگو فرمائی، یہ واضح امر ہے کہ ہماری شریعت نے ماہِ رمضان میں بیماری کے دوران ماہر معالج وطبیب کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا، شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اُس کے علاوہ کسی اور خاص چیز کا حکم نہیں دیا، اگر حکم دیتے تو وہ ہمارے لیے حجت ودلیل ہوتا۔ ذرا دیکھیں کہ انہوں نے ثبوتِ صوم وافطار کے لیے 'رؤیتِ ہلال' کی طرف راہنمائی فرمائی اور بصورتِ مَطلع اَبر آلود، فرمایا: ۔۔۔ کہ مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلیں ۔۔۔ اگر کوئی اور حکم ارشاد فرماتے تو ہم بغیر کسی تفکیر وتاویل اُس حکم پر عمل کرتے، کیونکہ شرعی اَحکام شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس سے حاصل ہوتے ہیں اور اِس کے علاوہ کسی اور سے شرعی اَحکام حاصل نہیں ہوتے۔

(۱)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ الیٰ اثبات الاھلۃ: ۸۱۔۸۲۔ (۲)۔۔۔ردّ المحتار علی الدر المختار: ۲/۳۸۷۔
(۳)۔۔۔الشرح الصغیر: ۱/۶۸۵۔ (۴)۔۔۔المجموع: ۶/۲۹۰۔

﴿فصل ششم﴾

﴿حسابات کے قائلین کے دلائل میں سے دلیل ششم کا ردّ اور آیتِ مبارکہ (فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) کا تفسیری جائزہ﴾

حساب وشماریات کے قائلین کہتے ہیں کہ آیتِ قرآنیہ۔۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔۔۔ حساب وشماریات کی تائید کرتی ہے۔ شہود الشھر (مہینہ میں جسمانی طور پر حاضر ہونا) کا معنی یہ ہے کہ اُس ماہ میں حاضر ہو اور مسافر نہ ہو۔۔یا۔۔ پھر اِس کا معنی یہ ہے کہ اُس شخص کو ماہِ صیام کے وجود کا علم ہو، اور یہ دوسرا معنی آیتِ مبارکہ سے ظاہر ہے، اور بیشک شہود 'علم' کے معنی کو شامل ہے۔ اور وہ وجوبِ صوم کا سبب ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان 'فَلْيَصُمْهُ' پر حرفِ فاء داخل ہے اور یہ جملہ مَنْ کی خبر ہے۔۔یا۔۔ پھر جوابِ شرط ہے، تو پھر آیتِ مبارکہ سے ظاہر ہوا کہ ہر وہ شخص جس کو تم میں سے ماہِ رمضان کے وجودِ مسعود کا علم ہو اُس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔ اور 'وجودِ شھر' سے شرعی طور پر وہ مراد ہے جس کا تقاضہ احادیثِ مبارکہ کرتی ہیں کہ غروبِ شمس کے بعد ہلال کا وجود پایا جائے جس کے وجود کو دیکھنے والا شخص دیکھے اور جس شخص کو غروبِ شمس کے بعد ماہِ رمضان کے ہلال کا وجود معلوم ہو، خواہ اُس شخص نے بذاتِ خود ہلالِ رمضان کو دیکھا۔۔یا۔۔ کسی سچے ثقہ شخص نے خبر دی۔۔یا۔۔ قاضیٔ وقت نے اُس کا حکم دیا اور قاضیٔ وقت کے جاری ہونے والے حکم کی وجہ سے لوگوں نے جانا۔۔یا۔۔ پھر فلکی حساب سے 'رؤیتِ ہلال' معلوم ہوئی۔ یہ تمام صورتیں ہلال رمضان کے وجود پر دلالت کرتی ہوں، اور پھر 'رؤیتِ ہلال' ممکن ہو، کوئی امر مانع و پریشانی 'رؤیتِ ہلال' سے مانع نہ ہو، تو اُس شخص پر ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہے[1]۔

جبکہ میں مصنفِ کتابِ ھٰذا عمادالدین بن احمد کہتا ہوں: کہ ماہِ صیام کا ثبوت ہلالِ رمضان کے مشاہدے کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

اُس شخص کا دعویٰ جس نے شہود (گواہ) میں سے کسی ایک کو دیکھا ہو اور اگر قاضی اِس بات کا اقرار کرتا ہے اور لوگوں کو اِس بات کا علم ہوتا ہے، تو اُن تمام پر ماہِ صیام کا روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ کیونکہ اُن کو علم ہو چکا ہے کہ ماہِ رمضان و صیام تشریف لا چکا ہے، یہ امر رؤیتِ ہلال سے ثابت ہے۔ رؤیتِ ہلال کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہوا۔

یہ بات بھی واضح ہو کہ قاضی شرعی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ماہِ رمضان وصیام کے دخول کو حساب کے ذریعہ ثابت کرے۔ اور اگر قاضی نے ایسا کر دیا تو قول واحد ہے، اُس قول کی اِتباع بالکل نہیں کی جائے گی، کیونکہ اُس

نے سنتِ نبوی کی صریح روایات کی مخالفت کی ہے۔ وہ صریح واضح روایات جن کو مذاہبِ اربعہ کے علمائے کرام نے ذکر کیا اور جن روایات پر اُن کا اِجماع ہوا۔

علمائے مالکیہ میں سے ایک مستندِ عالم نے کہا۔۔۔ اگر امام وقت نے ہلال رمضان کے بارے میں حساب کے علم کے مطابق ہلالِ رمضان ثابت کر دیا تو اُس کی اِتباع نہیں کی جائے گی، کیونکہ اُس شخص نے سلف صالح کے اجماع کی مخالفت کی[۲]۔

امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمہ آیتِ مبارکہ (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

شھود شھر (ماہِ صیام کے گواہ) ہلالِ رمضان کو کیسے حاصل کریں گے؟ یا تو رؤیتِ ہلال سے۔۔۔یا۔۔۔پھر سماع (سننے) سے حاصل کریں گے۔ جہاں تک 'رؤیتِ ہلال' کا تعلق ہے تو اُس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک انسان نے ہلالِ رمضان کو دیکھا تو پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ یہ رؤیت انفرادی ہے۔۔۔یا۔۔۔ غیر انفرادی۔ اگر رؤیت انفرادی ہے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ امام وقت اُس کی گواہی کو قبول کرتا ہے۔۔۔یا۔۔۔ رَدّ کرتا ہے۔ اور اگر اُس شخص نے انفرادی طور پر رؤیتِ ہلال کی اور امامِ وقت نے اُس کی شہادت کو رَدّ کیا، تو پھر اُس شخص پر لازم ہے کہ وہ بذاتِ خود ماہِ صیام کا روزہ رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے 'شہودِ شہر' کو وجوبِ صوم کے لیے سبب بنایا اور یقیناً اُس شخص کے حق میں 'شہودِ شہر' پایا گیا، فلھذا اُس شخص پر واجب ہے کہ وہ ماہِ صیام کا روزہ رکھے۔

صورتِ ثانیہ یہ ہے کہ وہ انسان 'رؤیتِ ہلال' میں منفرد نہیں بلکہ دیگر افراد بھی شامل تھے، لیکن امام وقت نے صرف اُس کی گواہی کو قبول کرلیا۔۔۔یا۔۔۔ دیگر لوگوں کی گواہی کو بھی قبول کرلیا، تو ایسی صورتحال میں روزہ واجب ہوگا۔ اور وجودِ صوم کے متعلق کوئی کلام نہیں ہوگا۔

اور جہاں تک لوگوں سے سننے (سماع) کا تعلق ہے، تو اُس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اگر دو[۲] عادل مسلمان 'رؤیتِ ہلال' پر گواہی دیں، تو پھر اُن کی گواہی پر مندرجہ ذیل دونوں صورتوں کا حکم دیا جائے گا:

۔۔۔صورتِ اوّل: روزہ رکھا جائے گا۔

۔۔۔صورتِ دوم: روزہ نہیں رکھا جائے گا۔

اگر ایک عادل شخص نے 'رؤیتِ ہلال برائے ماہِ شوال' کی گواہی دی تو اُس شخص پر کوئی حکم نافذ العمل نہیں ہوگا، جبکہ یہی عادل شخص ہلالِ رمضان کی رؤیت کی گواہی بھی دیتا ہے، تو احتیاطاً اُس کی رؤیت پر ماہِ صیام کے شروع کرنے کا حکم نافذ کیا جائے گا، کیونکہ ایسی صورت میں صومِ رمضان کا مسئلہ درپیش ہے، ہلالِ شوال اور ہلالِ رمضان اِن دونوں کے درمیان فرق یہ ہے، کہ ہلالِ رمضان عبادت میں داخل ہونے کے لیے آتا ہے جبکہ ہلال

شوال عبادت سے خروج کے لیے، لہٰذا عبادت کے اِثبات میں فردِ واحد عادل کا قول قبول کیا جائے گا، جبکہ عبادت سے خروج کے لیے فردِ واحد عادل کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر دو[۲] عادل شخص ہلالِ شوال کی گواہی دیں گے تو وہ گواہی قابلِ قبول ہوگی۔ صاف ظاہر ہے کہ درحقیقت اِن دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ہلالِ رمضان کے لیے ہم نے ایک شخص کی شہادت کو احتیاطاً قبول کیا تاکہ مسلمان ماہِ صیام کا روزہ رکھیں اور عدم روزے کی حالت میں روزہ نہ رکھیں۔ اِسی طرح ماہِ شوال کے متعلق فردِ واحد کا قول قابلِ قبول نہیں ہوگا، اور مسلمان احتیاطاً ماہِ رمضان کا روزہ رکھیں اور روزہ رکھنا ختم نہ کریں[۳]۔

اِسی سابقہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں امام جصاص حنفی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان۔۔۔صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ۔۔۔اللہ تعالیٰ کے فرمان۔۔۔يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِ۔۔۔کے ساتھ موافقت کرتا ہے اور آیتِ مبارکہ کے معنیٰ پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ صوم رمضان کے ایجاب میں 'رؤیتِ ہلال' کا اعتبار صحیح ہے، اور یہ امر اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ 'رؤیتِ ہلال' شہود شہر (مہینے کو دیکھنا) ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان۔۔۔(يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ)۔۔۔اِس پر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شب جس میں ہلال دیکھا جائے وہ ہلال آنے والے ماہ کا ہلال ہوتا ہے، اور وہ گذشتہ ماہ کا ہلال نہیں ہوتا[۴]۔

امام ابن عربی مالکی علیہ الرحمہ نے کہا:

کہ آیتِ مبارکہ۔۔۔(فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ)۔۔۔کو عادۃً مہینہ کے مشاہدہ پر محمول کیا جائے گا، اور مہینہ کا مشاہدہ کرنا سے مراد 'رؤیتِ ہلال' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ۔۔۔'ہلال دیکھ کر روزے رکھو اور ہلال دیکھ کر روزے رکھنے ختم کردو'

اِس مذکورہ روایتِ حدیث سے استدلال کرنے میں بعض متقدمین علماء پھسل گئے، اور انہوں نے کہا کہ اِس روایت کو منازلِ قمر پر اعتبار کرتے ہوئے 'عملِ حساب' پر محمول کیا جائے گا، حتیٰ کہ یہ روایت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر مَطلع صاف ستھرا ہوتا تو ہلال رمضان کو دیکھا جاسکتا تھا لیکن ایسی صورتحال میں 'عملِ حساب' پر اتفاق کیا جائے گا، اِس استدلال کی دلیل رسالت مآب ﷺ کا یہ فرمان مشہورہ ہے۔۔۔فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ۔

محققین علمائے کرام نے اس روایتِ حدیث کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھا۔۔۔فَاَكْمِلُوْا المِقْدَار۔۔۔تیس[۳۰] دن کی مقدار مکمل کرو۔۔۔یہی وجہ ہے کہ جانِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا العِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ (بخاری و مسند احمد)[۵]۔

اگر مَطلع اَبر آلود ہو تو ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلو

سابقہ آیتِ مبارکہ سے جو شرعی اَحکام ماخوذ ہوئے، اُن کے متعلق کلام کرتے ہوئے۔۔۔

شیخ محمد علی صابونی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''ماہِ رمضان 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ ثابت ہوتا ہے، اگر چہ ایک عادل مسلمان شہادت کیوں نہ دے۔۔یا۔۔ پھر ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل ہو جائے، اور اِس اِثباتِ ہلال میں علم نجوم وحساب کا بالکل اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیوں؟ اِس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صُومُوا لِرُؤيَتِهٖ وَاَفطِرُوا لِرُؤيَتِهٖ فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا العِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ (بخاری)۔

۔۔۔ہلال کے واسطے سے اوقاتِ صیام وحج کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ﴿البقرہ:۱۸۹﴾

جان بوجھ کر تم سے نئے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں، تم فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے

۔۔۔لہٰذا معلوم ہوا کہ 'رؤیتِ ہلال' پر اعتماد کرنا ضروری ولازمی ہے''[۶]۔

مؤلفِ کتابِ ھٰذا شیخ عماد الدین بن احمد کہتے ہیں:

''کہ سابقہ ذکر کردہ علمائے کرام کے اقوال پر اضافہ کرتے ہوئے میری رائے یہ ہے کہ:

آیتِ مبارکہ میں لفظ 'شھد' کے معنیٰ کا مفہوم عمومی طور پر لفظ 'شھر' کے مشاہدہ پر محمول کیا جائے گا، اور مشاہدۂ شہر سے مراد 'رؤیتِ ہلال' ہے، اور وہاں پر قاضیٔ وقت کے پاس جا کر 'رؤیتِ ہلال' کے ثبوت کے بارے میں عوام الناس کو مُطلع بھی کیا جائے گا۔ مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے متعدد احادیثِ نبویہ تحریر کیں۔ اُن احادیثِ نبویہ کو ہم نے بابِ ھٰذا کی آٹھویں فصل میں من وعن درج کیا، مزید برآں جو ہم نے فصل چہارم میں بیان کیا تھا:

اَنَّ الرُّؤْيَةَ هِيَ شَرْطٌ لِلُزُوْمِ الصَّوْمِ ۔۔۔(رؤیتِ ہلال، لزومِ صوم کے لیے شرط ہے) اور آیتِ مبارکہ ۔۔۔فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔۔۔' میں لفظِ شھِد' کا یہی مفہوم ہے، اور اس سے یہی مراد اور یہی مقصود ہے'۔ (وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ)

---

(۱)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ الیٰ اثبات الاہلۃ: ۱۸۲۔ (۲)۔۔۔العلم المنشور فی اثبات الشہور: ۳۴۔ (۳)۔۔۔التفسیر الکبیر: ۵/۷۷۔
(۴)۔۔۔اَحکام القرآن للجصاص: ۱/۲۴۴۔۲۴۵۔ (۵)۔۔۔اَحکام القرآن لابن العربی: ۱/۱۱۸۔ (۶)۔۔۔روائع البیان تفسیر آیات الاحکام: ۱/۲۱۰۔

﴿فصل ہفتم﴾

﴿دخول ماہِ رمضان وشوال سے قبل صوم وفطر کا اعلان اور علمِ حسابات کے قائلین﴾

قائلینِ حساب نے مُطلق طور پر اثباتِ صوم وفطر کو دو ۲ قسموں میں تقسیم کیا ہے، قائلینِ حساب میں سے ایک گروہ کی رائے ہے کہ ہلالِ رمضان کی عین پیدائش کے وقت علمِ حساب لگانے سے روزہ رکھنا صحیح نہیں، اگرچہ آسمان پر ہلال کا وجود چھوٹا سا ہو اور اُس کو چشمِ انسانی سے دیکھنا ناممکن ہو۔

معلوم ہوا کہ علمِ حساب کے قائلین اُس وقت حساب کے مطابق صوم رمضان کو جائز قرار دیتے ہیں، جب 'رؤیتِ ہلال' کا ثبوت ممکن ہو۔

اِسی مسئلہ کی وضاحت میں امام سبکی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

کہ اس بات پر مسلمانوں کا اِجماع ہے کہ جب چاند اور سورج ایک دوسرے کے بالکل قریب ہوں اُس وقت 'رؤیتِ ہلال' ناممکن ہوتی ہے۔ اور اگر ایسی صورتحال میں حساب لگانے والا شخص کچھ کہے تو اُس کے قول پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا، خواہ اُس وقت غروبِ شمس کا وقت ہو۔۔یا۔۔غروبِ شمس سے پہلے۔۔یا۔۔بعد کا وقت ہو۔

اور جو کچھ علامہ ماوردی، رویانی اور رافعی نے کہا وہ بالکل صحیح نہیں۔ البتہ اِس صورت میں اختلاف ہے، جب چاند سورج سے دُور ہو اور رؤیتِ ہلال ممکن ہو اور یہ علمِ حساب کی روشنی میں جانا جائے گا، جب چاند سورج پر بادل چھایا ہو۔

یہ رائے علامہ ابن سریج، قفال اور قاضی ابوطیب کی رائے ہے جن کی رائے کو ہم مانتے ہیں، جبکہ ان علمائے کرام کے علاوہ علماء کی ایک جماعت وگروہ کی رائے ہے کہ جس شخص نے چاند کو دیکھا اُس کے لیے ایسی صورتحال میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ جبکہ بعض علماء اور اُن کے مقلدین اِس جوازِ صوم کے خلاف ہیں۔ ہمارے جمہور علمائے کرام وغیرہ کی یہ رائے ہے کہ ایسی مذکورہ صورتحال میں چاند کو مطلقاً اعتماد میں نہیں لایا جائے گا اور روزہ رکھنا نہ ہی واجب ہوگا اور نہ ہی جائز۔ نہ ہی رؤیتِ ہلال کا اعتراف کرنے والے شخص کے لیے اور نہ ہی اُس کے غیر کے لیے[1]۔

۔۔۔انشاءاللہ اگلی فصول میں اِس مسئلہ کی ہم مزید وضاحت کریں گے۔

قائلینِ حساب میں سے دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ علمِ حساب کی روشنی میں جب ولادتِ ہلال ثابت ہو جائے تب صوم وفطر بھی ثابت ہوں گے، اگرچہ اُس وقت 'امکانیتِ رؤیتِ ہلال' ناممکن ہو، اور یہ قول سابقہ

علماء میں سے کسی ایک عالم نے بھی نہیں کہا، سرفہرست اس کا ذکر بھی ہوا بلکہ ایسی رائے بعض ہم عصر علمائے کرام کی رائے ہے۔ امریکہ کے بعض بڑے اسلامی طبقوں کی طرف سے صوم وفطر کے اِثبات میں عملی جامہ بھی پہنایا گیا، اِن تحریکات وطبقات اور اِن کے پیروکاروں کا موَقف ظاہر ہوا کہ مُطلق طور پر علمِ حساب کی سوچ وفکر پر عمل کیا جائے۔ اور پھر اِس موَقف کا اعلان کرنے اوراس کی ترویج واشاعت کرنے کے لیے ایک طبقہ بڑی جماعت کی شکل میں نمودار ہوا اور انہوں نے کسی بھی صورتحال میں 'رؤیتِ ہلال' کی طرف رجوع نہیں کیا۔

بعض معاصرین علمائے کرام کے فتاویٰ نے اُن کے موَقف کو مضبوط کیا، خواہ ماہِ رمضان کے دخول کے لیے اِثباتِ صوم ممکن ہو۔۔یا۔۔پھر ماہِ شوال کے دخول کے لیے اِثباتِ عید ممکن ہو۔ اور انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ یقیناً مہینہ کے اِثبات کا مسئلہ علومِ فلکیہ اور علمِ حساب کے ساتھ قطعی ویقینی ہوتا ہے، جبکہ 'رؤیتِ ہلال' کی گواہی و شہادت کا مسئلہ ظنی ہوتا ہے، جبکہ ہم کو علمِ حساب کے ساتھ یہ مذکورہ نتیجہ معلوم ہوا اور پھر ہم کو یقین ہوا کہ بیشک ہلال موجود ہے، لہٰذا ہم 'رؤیتِ ہلال' کے بغیر ہی روزہ رکھنے پر پختہ رائے قائم کریں گے۔ مَطلع خواہ اَبرآلود ہو۔۔یا۔۔ صاف ستھرا، دونوں صورتوں میں ہلال تو موجود ہی ہے۔ اور انہوں نے ولادتِ ہلال ہونے کی وجہ سے (رؤیتِ ہلال) چاند دکھائی دینے نظر آنے۔۔یا۔۔نہ نظر آنے کے مسئلہ کو اپنی خاطر میں لانے کا بالکل اہتمام نہیں کیا۔

انہوں نے کہا کہ یقیناً 'رؤیتِ ہلال' سے مقصود، ہلال (نئے چاند) کے وجود کا صرف علم ہونا مراد ہے، نہ کہ کسی نظر وآنکھ کے ساتھ ہلال کا مشاہدہ کرنا۔ اور اِس موَقف ورائے کو تقویت دینے کے لیے انہوں نے قرآنی آیاتِ مبارکہ سے استدلال کیا جو درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔اَرَءَیْتَ الَّذِی یُکَذِّبُ بِاالدِّیْنِ ﴿الماعون:۱﴾

ذرا بتاؤ تو، کہ جو جھٹلاتا ہے دین کو (معارف القرآن)

(۲)۔۔۔اَرَءَیْتَ الَّذِی یَنْھٰی ﴿العلق:۹﴾

ذرا بتانا تو کہ جو روکتا ہے (معارف القرآن)

(۳)۔۔۔قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَا اِلَی الصَّخْرَۃِ ﴿الکھف:۶۳﴾

وہ بولا کہ اب بتائیے کہ جب ہم نے پناہ لی تھی چٹان کی جانب (معارف القرآن)

اور پھر اِن متعدد آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ اور بہت سے عقلی دلائل جن دلائل کا مجموعہ وانبار کسی شئے کی معرفت اور علم حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے، لیکن اُس شئے کے عینی مشاہدہ آنکھ سے دیکھنے پر دلالت نہیں کرتا، اور ایسے دلائل کے انبار ومجموعہ سے انہوں نے قیاساً ثابت کیا کہ 'رؤیتِ ہلال' کا مفہوم وخلاصہ یہ ہے کہ صرف ہلال (نیا چاند)

کے وجود کا علم حاصل ہو، نا کہ ہلال کے وجود کو چشمِ انسانی سے دیکھنا اور مشاہدہ کرنا لازمی وضروری ہے۔

علمِ حساب کے اُن نکتہ دانوں نے کہا کہ علم اب اِس طرح نہیں رہا جیسا کہ گذشتہ زمانوں میں تھا۔ ہمارے دَور میں موجود، خلائی شٹلز، کمپیوٹرائزڈ حساب و کتاب، ماڈرن کمپیوٹرائزڈ آلات، وغیرہ نے تو ہر قِسم کے شکوک و شبہات کو ختم ہی کر دیا۔ لہٰذا ظاہر ہوا کہ 'علم حساب' کی ہی اتباع کی جائے گی۔ نظام الاوقات کے ماہر علمائے کرام کے اقوال بالکل سچے، صحیح اور قطعی ہیں، جن اقوال ونظریات کا ثبوت بہت زیادہ آسمانی دُوربینوں نے دے دیا ہے، اور اِس موَقف ورائے کو علمائے فلکیات کی اکثریت نے تقویت دی۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ علمِ فلکیات کے علماء و ماہرین محض چند مخصوص افراد نہیں ہیں بلکہ اِس کام کے لیے خصوصی طور پر یونیورسٹیز قیام میں لائی گئی ہیں، جن تعلیمی یونیورسٹیز میں بہت عمدہ، اچھی اور عظیم الحجم دوربینیں (Telescopes) مختص کی گئیں، اور پھر اِن کے علاوہ اور بہت سی دوربینیں جو علمِ حساب کے مطابق باریک سے باریک اور پیچیدہ سے پیچیدہ معلومات فراہم کرتی ہیں، اور ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم اِن سائنسی تحقیقات ونتائج سے استفادہ کریں۔

اِسی موَقف ورائے کے مطابق انہوں نے اُس تاریخ کے متعلق، ماہِ رمضان کے داخل ہونے سے پہلے ایک خاص تاریخ کا اعلان کرنا بھی ضروری سمجھ لیا، جس تاریخ سے ماہِ صیام کا روزہ شروع کیا جائے۔ اِسی طرح انہوں نے ماہِ رمضان کے ختم ہونے سے پہلے عید الفطر کے دن اور تاریخ کا اعلان کرنا بھی معمول بنا لیا، اور بذاتِ خود اُس سائنسی علمِ حساب کے مطابق، صوم وافطار کے مسلک ونظریے کو لازم قرار دیا اور 'مسئلہ رؤیتِ ہلال' کی مطلقاً تردید کر دی۔

جبکہ کتابِ ھٰذا 'مرشد الانام فی رؤیت الھلال واحکام الصیام' کے موَلف شیخ عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ کہتے ہیں ۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیقِ رحمت سے کہتا ہوں کہ اِس مسئلہ کا رَدّ تین ۳ وجوہ پر مشتمل ہے، اور وہ وجوہات درج ذیل ہیں:

وجہِ اوّل: ۔۔۔ یقیناً وہ علمِ فلکیات، جس کے متعلق سابقہ سائنسی موَقف رکھنے والے علمائے کرام نے اپنا موَقف واضح کیا، بیان کیا، لیکن واضح رہے کہ یہ بات کوئی نئی بات نہیں، جس تحقیق تک انہوں نے رسائی حاصل کی اُسی تحقیق وریسرچ تک ہمارے سابقہ مسلمان سائنسدان اور علمائے فلکیات بھی پہنچے تھے۔

وہ اسکیل و پیمانہ جس کو فلکیوِ اسلام نے وضع کیا تھا وہ اسکیل و پیمانہ (۱۲) بارہ ڈگری اور سورج کے انخفاض و جھکاؤ کی ڈگری کے برابر ہے۔ پہلے آسمانی جداول (Tables) جس جدول کو ہم علامہ خوارزمی کی تحقیق شدہ کتاب 'زیج الخوارزمی' میں پاتے ہیں جس کی تحقیق سورج گرہن (Solar Ecliptic) کے مدار کے لیے خطِ عرض کے ساتھ لی گئی ہے، پھر اُس کے بعد بیرونی اور یونانی آئے اور انہوں نے اُس اسکیل وکسوٹی اور معیار کو ترقی دی، اُس پر دیگر

عوامل داخل کیے، مثلاً: سمتِ ہلال اور سمتِ قمر، دُوربین کی مخصوص جگہ۔ پھر اُن کے بعد دسویں صدی عیسوی میں ابو جعفر الخازن آیا تو اس نے رؤیتِ قمر کے جداول (Tables) کی تحقیق کی۔ اُس کے بعد ابن یونس فلکی آیا، جو مصر کے شہر فُسطاط میں ایک کتاب کی تالیف میں مشغول ہوا، جس کتاب میں اُس نے علمِ فلکیات پر مشتمل اہم علمی بحوث ذکر کیں، جو علمی ابحاث زیادہ تر 'زیج الحاکم' کی کتاب میں مذکور ہیں۔ ابن یونس فلکی اپنی ریسرچ کو لے کر فاطمی خلیفہ 'الحاکم' کے پاس پہنچا اور اُس کو یہ تحقیق بطورِ تحفہ پیش کی۔ ملائیشیا کے متاخرین مسلمانوں میں سے ایک مسلمان عالمِ فلکیات محمد الیاس کا نام بھی مشہور ہے، جس نے ۱۹۸۴ء میں مسئلہ رؤیتِ ہلال کے بارے میں ایک ماڈرن معیاری تجویز پیش کی اور محمد الیاس نے اپنی اُس تحقیق میں یہ کوشش کی کہ وہ سابقہ جیومیٹری علمِ ہندسہ اور فلکیاتی پیمانوں کو ایک سائنسدان بنام برون سائنسدان کے ماڈل کے ساتھ یکجا کرے[۲]۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے فقہائے کرام کو مختلف فقہی مذاہب کی روشنی میں دیکھا کہ گذشتہ صدیوں میں انہوں نے اِس سے تجاوز کیا۔ یقیناً اس کے متعلق کبار آئمہ کرام نے مفید گفتگو بھی کی، جیسا کہ ابن قتیبہ، ابن سریج، عبداللہ بن مطرف وغیرہ۔ اور اِن میں سے بعض ایسے علماء ہیں جنہوں نے متعدد کتب تحریر کیں۔ جس طرح امام سبکی علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۵۶ھ)، اس بات پر اُن کی مشہور کتاب 'العلم المنشور فی اثبات الشھور' گواہی دیتی ہے کہ اُن کا یہ قول۔۔۔ ''جب حسابات نے ثابت کر دیا تو 'رؤیتِ ہلال' ناممکن ہو گئی، لہٰذا 'رؤیتِ ہلال' کی شہادت رد کر دی جائے گی، کیونکہ رؤیت ظنی ہے اور علم حسابات قطعی''۔ اِس کی تفصیل و وضاحت فصل ہشتم میں آئے گی۔

عصرِ حاضر کی جدید ٹیکنالوجی اور فلکیاتی حسابات کے مسئلہ کے بارے میں سائنسی ترقی کے متعلق بہت زیادہ کلام کرنا۔۔۔ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ۔۔۔ کے مشابہ ہے، یعنی یہ ایسا کام ہے جو نہ تو بہت زیادہ موٹا صحت مند بناتا ہے، اور نہ ہی بھوک میں کوئی فائدہ دیتا ہے۔

کیونکہ یہ مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں، اور 'رؤیتِ ہلال' کے اِس مسئلہ کا تعلق انتہائی پیچیدہ شکل میں حسابات کی معرفت۔۔۔ یا۔۔۔ سائنسی ترقی کے ساتھ اِس کا سرے سے کوئی تعلق نہیں۔

لیکن واضح ہونا چاہیے کہ یہ مسئلہ اُن روایات کے ساتھ مقید ہے جن روایات کو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے بیان فرمایا، اور پھر اِن روایات کی اِتباع کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا، لہٰذا معلوم ہوا۔

وَلَا اِجْتِهَادَ بِوُجُوْدِ النَّصِّ۔۔۔ نص کی موجودگی میں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں۔

۔۔۔ سابقہ فصول میں علمِ حسابات اور اِس علم کے قائلین کے دلائل کا بطلان اور رَدّ گزرا۔

وجہ دوم:۔۔۔مذاہب اربعہ کے علمائے کرام اِس بات پر متفق ہیں کہ ماہِ رمضان میں صوم کے اِثبات کے لیے 'رؤیتِ ہلال' کا حکم جاری ہوتا ہے اور رمضان کریم کے ختم ہونے کے لیے 'رؤیتِ ہلال' برائے ماہِ شوال وعیدالفطر کے اثبات کے لیے ہے، اور یہ حکم سنانا فرض کفایہ ہے، جس طرح صلاۃِ جنازہ۔

اگر نمازِ جنازہ کے لیے کوئی ایک شخص بھی حاضر نہ ہو تمام اہل علاقہ گناہگار ہوں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ صوم رمضان ایک عبادت ہے جس عبادت کا تعلق 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ 'رؤیتِ ہلال' کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہمارے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم رؤیتِ ہلال کو ترک کریں؟ اور ہم 'رؤیتِ ہلال' کے علاوہ کسی اور طریقہ پر عمل کریں؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم 'رؤیت' پر ثابت ہونے والے شرعی طریقہ کو ترک کردیں؟ [۳]۔

اِسی وجہ سے امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا:

نجوم وحسابات (علمِ نجوم وعلمِ حساب) اِن دونوں کا عبادت میں کوئی تعلق نہیں۔

امام نووی علیہ الرحمہ مزید رقمطراز ہیں:

کہ جب علمِ نجوم وحساب کا عبادات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، تو پھر علمِ حساب کے ساتھ ماہِ رمضان کا روزہ کیسے لازم ہوگا؟ علامہ ابن صباغ کہتے ہیں کہ جہاں تک علمِ حساب کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ علمِ حساب سے صومِ رمضان لازم نہیں ہوتا، بخلاف ہمارے اصحاب کی رائے کے۔

ہم تو اُس چیز کے ساتھ اپنی عبادت کو شروع کرتے ہیں جس چیز کو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے مختص فرمایا اور شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کریں اور چاند دیکھ کر روزہ رکھنا ختم کردیں۔ اور اگر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر ہم مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل کریں گے''۔

یہی وجہ ہے کہ امام نووی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا:

يَجِبُ صَوْمُ رَمَضَانَ بِاِكْمَالِ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ اَوْ رُؤْيَةِ الهِلَال

جب ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل ہو۔۔یا۔۔ ہلالِ رمضان نظر آجائے تب ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہوجاتا ہے [۴]۔

امام ابن عابدین علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

کہ ہمارے علماء وغیرہ نے تصریح بیان کی کہ جب ماہِ شعبان کی رات تیسویں ہو تو ہلالِ رمضان ظاہر ہوجانا واجب ہوجاتا ہے۔ اگر لوگ ہلالِ رمضان دیکھ لیں تو وہ روزہ رکھیں گے ورنہ تیس ۳۰ دن ماہِ شعبان کے مکمل کریں گے۔ انہوں نے 'رؤیتِ ہلال' کا اعتبار کیا ہے۔۔یا۔۔ پھر ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل گزر جائے۔ اور ایسا عمل اُن احادیثِ نبویہ کی اتباع کرنے کے لیے ہوگا۔ اور یہ عمل و تطبیق، علمِ حساب و نجوم کے برعکس ہوگا'' [۵]۔

امام عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

لوگوں پر بطور فرض کفایہ واجب ہے کہ وہ ماہِ شعبان کی انتیس ۲۹ تاریخ کو ہلال رمضان تلاش کریں کیونکہ اُس دن ہلال چھوٹا سا ہوتا ہے۔ 'مراقی الفلاح' میں علامہ الشرنبلالی علیہ الرحمہ نے اِس پر ایک نص تحریر کی اور علامہ الشرنبلالی نے کہا کہ یہ امام قدوری کے قول کا معنیٰ ہے کہ لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ انتیس ۲۹ تاریخ کو ہلال رمضان تلاش کریں، جیسا کہ اِس مسئلہ کو امام ابن ہمام علیہ الرحمہ نے 'فتح القدیر' میں بڑی وضاحت سے لکھا۔ یہ مسئلہ امام محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ کی روایت کی مطابقت میں ہے، جو روایت انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْاالعِدَّةَ ثَلَاثِيْن

مہینہ انتیس ۲۹ راتوں کا ہوتا ہے، پس تم بالکل روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم ہلال رمضان کو دیکھ لو اور
اگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر تیس ۳۰ دن مکمل کرلو۔

حدیثِ نبوی میں (غُـمَّ) کا کلمہ استعمال ہوا، جو غین منقوطہ اور میم مشددہ کے ساتھ ہے۔ اِس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور ہلال کے درمیان بادل حائل ہو جائے اور حدیثِ نبوی میں --- اَکْمِلُوْا العِدَّۃَ --- کا جملہ وارد ہوا جس کا مطلب ہے کہ ماہِ شعبان کے دن، کیونکہ اسلامی مہینہ کی اصل ہے تو اُس ماہ کے دن مکمل تیس ۳۰ باقی ہوں[6]۔

تو یہ مسئلہ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ کوئی نیا مسئلہ نہیں، اِس مسئلہ کے متعلق امام ابن سریج نے گفتگو کی اور وہ بھی امام سبکی سے صدیوں پہلے۔ پھر امام ابن سریج اور امام سبکی علیہما الرحمہ کے بعد بہت زیادہ علمائے کرام نے توضیح وکلام کیا اور ان تمام علمائے کرام نے مختلف اسلوب میں اِسی مسئلہ کو پیش کیا، کچھ ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں کی کیونکہ قاعدہ بالکل ثابت اور واضح ہے۔ اور وہ مسئلہ 'رؤیتِ ہلال' کا مسئلہ ہے --یا-- ماہِ شعبان کو مکمل کرنے کا مسئلہ ہے۔ اور اِسی طرح ماہِ رمضان بھی تیس ۳۰ دن کا شمار کیا جائے گا، جب 'رؤیتِ ہلال' میں مشکل درپیش ہو۔

اِس مسئلہ سے خطرناک مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ لوگوں نے ایک ایسی بدعت کو گھڑ لیا جو بدعت دین اسلام کے ساتھ ٹکراتی ہے، اور سابقہ علماء میں سے کسی ایک عالمِ دین نے ایسی نئی بدعت کے متعلق کبھی کچھ نہیں کہا۔ وہ نئی بدعت یہ ہے کہ لوگوں نے ماہِ رمضان سے پہلے، ماہِ رمضان کے شروع ہونے کی تاریخ کے متعلق اعلان کرنا شروع کیا اور ماہِ رمضان کے ختم ہونے سے پہلے، یہ اعلان کرنا بھی شروع کردیا کہ کس دن اور کس تاریخ کو عید الفطر اَدا کی جائے گی۔

اگر یہ بات ذرا سی بھی صحیح ہوتی تو دینِ اسلام میں اِس بات کا ذکر ہوتا، لیکن نہ ہی اِس کے متعلق سیّد المرسلین ﷺ کی احادیثِ مبارکہ میں کچھ نصوص وارد ہوئیں، نہ ہی سلف صالحین میں سے علمائے کرام نے کچھ لکھا، اور نہ ہی مذاہبِ اربعہ کے آئمہ کرام کے معتمد اقوال میں سے کچھ دلائل ملتے ہیں۔ حالانکہ آئمہ اربعہ مسائل دین کی سمجھ بوجھ میں اہم، عمدہ اور خالص شخصیات ہیں۔ لیکن دینِ اسلام میں بدعت پیدا کرنے والے لوگ موٹے اور کمزور کے درمیان فرق نہیں کر سکتے، اور نہ ہی دائیں، بائیں اطراف کے درمیان فرق کر سکتے ہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں نے فاسد اقوال اور اسلامی تعلیمات کے برعکس فتاویٰ کو جمع کیا۔ پس ایسے لوگوں کی مثال 'حَاطِبُ اللَّیل' ۔۔۔ رات کو لکڑیاں جلانے والے شخص ۔۔۔ کی طرح ہے جس روشنی کو دوام نہیں، اور ہلاکت ہے اُس شخص کے لیے جس شخص نے ایسے منحرف لوگوں کی پیروی کی۔

وجہ سوم:۔۔۔ اِس تیسری وجہ کے تحت علمائے حسابات کے قول ۔۔۔ اَلْعِلْمُ بِوُجُوْدِہٖ لَا الْمُشَاھَدَۃَ لَہٗ ۔۔۔ ہلال کے وجود کا علم ضروری ہے، ہلال کا مشاہدہ کرنا ضروری نہیں ۔۔۔ کی تردید ہے، کیونکہ انہوں نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا:

(۱)۔۔۔ اَرَءَیْتَ الَّذِی یُکَذِّبُ بِاالدِّیْن ﴿الماعون:۱﴾

ذرا بتاؤ تو، کہ جو جھٹلاتا ہے دین کو (معارف القرآن)

(۲)۔۔۔ اَرَءَیْتَ الَّذِی یَنْھٰی ﴿العلق:۹﴾

ذرا بتانا تو کہ جو روکتا ہے (معارف القرآن)

(۳)۔۔۔ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَا اِلَی الصَّخْرَۃِ ﴿الکھف:۶۳﴾

وہ بولا کہ اب بتایئے کہ جب ہم نے پناہ لی تھی چٹان کی جانب (معارف القرآن)

اِن آیاتِ قرآنیہ کے مجموعہ سے کسی شئے کی معرفت اور علم حاصل ہوتا ہے اور اس شئے کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا حاصل نہیں ہوتا۔ میں مصنفِ کتابِ ھٰذا عماد الدین بن احمد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے کہتا ہوں کہ یقیناً، حقیقت کا حکم اِس کی اقسام کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اِس معنی کا ثبوت ہے جس معنی کے لیے مخاطب کردہ افراد کی اصطلاح میں لفظ وضع کیا گیا ہو، اور وہ لفظ اپنے معنی پر دلالت کرتا ہو اور اس معنی سے جدا نہ ہو اور حکم اس کے ساتھ متعلق ہو، خواہ کسی امر کا حکم ہو ۔۔ یا ۔۔ کسی نہی کا؟ خواہ متکلم نے اس امر کی نیت کی ہو ۔۔ یا ۔۔ نیت نہ کی ہو۔

اِسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ زید کے بیٹے کو ہزار دینار دو، تو پھر یہ وصیت زید کے بیٹے کے لیے ہی نافذ ہوگی اور کسی دوسرے کے حق میں یہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ ﴿الاسراء:۳۳﴾

اور نہ مارڈالو کسی جان کو کہ حرمت رکھی جس کی اللہ نے مگر حق سے (معارف القرآن)

قتل، درحقیقت انسان کی روح کو نکالنا ہے اور آیتِ مذکورہ میں جو ممانعت وارد ہوئی وہ اِس حقیقت کے متعلق ہے، لہٰذا ناحق قتل کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ اور جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے۔۔یا۔۔کچھ خریدتا ہے۔۔یا۔۔کچھ بیچتا ہے، تو نیت کرنے کے بغیر وہ چیز اُس کے حکم میں ثابت ہوگی۔

۔۔۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡہِ الَّیۡلُ رَاٰ کَوۡکَبًا ﴿الانعام:۷۶﴾

پس جب چھا گئی اُن پر رات، ایک تارا کو دیکھا (معارف القرآن)

۔۔۔یعنی کوکب کی روٴیت، درحقیقت آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیۡدِیَہُمۡ لَا تَصِلُ اِلَیۡہِ نَکِرَہُمۡ وَ اَوۡجَسَ مِنۡہُمۡ خِیۡفَۃً ﴿ھود:۷۰﴾

پھر جب دیکھا اُن کے ہاتھوں کو کہ نہیں پہنچتا اُس تک تو بیگانہ جانا اُن کو،

اور دِل ہی دل میں اُن کی طرف سے پڑ گیا ڈر (معارف القرآن)

۔۔۔یعنی اُن کی آنکھوں کی روٴیت جو کھانے تک نہیں پہنچتی، اور بعینہٖ حقیقت والی روٴیت مراد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ بھی ہے:

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیۡصَہٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ قَالَ اِنَّہٗ مِنۡ کَیۡدِکُنَّ ﴿یوسف:۲۸﴾

تو جب دیکھا کہ اُن کا کرتہ پھاڑا گیا ہے پیچھے سے، فیصلہ کیا کہ بیشک تم عورتوں کا تریا چلتر ہے (معارف القرآن)

اِس موضوع پر بہت زیادہ آیات دلالت کرتی ہیں جو تمام کی تمام روٴیت کی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ حقیقت کے حکم میں سے مجاز کی طرف رجحان مناسب نہیں، لہٰذا مجازی معنی کے بجائے حقیقی معنی پر اُس وقت حکم ثابت ہوتا ہے جب لفظ کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے، کیونکہ حقیقی معنی مراد لینے میں کسی قرینہ کی حاجت نہیں ہوتی، لیکن مجازی معنی کو قرینہ کی حاجت وضرورت ہوتی ہے۔

اِس کی وجہ یہ ہے کہ مجاز، حقیقت کو تبدیل کرتا ہے مثلاً: اگر کسی شخص نے زید کے بیٹے کے لیے کوئی وصیت کی تو وہ وصیت زید کے بیٹے کے حق میں ہی جائز ہوگی۔ زید کے بیٹے کے بیٹے (پوتا) کے لیے وصیت ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ حقیقی بیٹا وہ ہوتا ہے جو صلبی بیٹا ہو لیکن بیٹے کا بیٹا مجازاً مراد ہوگا، اور ایسی صورت میں لفظ کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے گا، اور مجازی معنی پر بالکل محمول نہیں کیا جائے گا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی معنی مراد لینے میں جب عمل ممکن

ہوجائے تو مجازی معنیٰ ساقط ہوجاتا ہے۔مجازی معنیٰ تو حقیقی معنیٰ کے مابعد مراد لیا جاتا ہے۔اس لیے اُس کو 'خلف' پیچھے آنے والا کہتے ہیں۔'خلف' اصل کے معارض نہیں ہوتا، جبکہ حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ

ہلالِ رمضان دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور ہلالِ شوال دیکھ کر ماہِ رمضان کے روزے رکھنے ختم کردو،

اور اگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن شمار کرلو

یہ فرمانِ رسول 'رؤیتِ ہلال' کی حقیقت پر ثابت ہے اور یہاں کسی دوسرے قرینہ کا بالکل وجود نہیں پایا جاتا جو اس کو دوسرے مجازی معنیٰ کی طرف منتقل کرے، بلکہ یہاں پر جو قرینہ ظاہر ہے وہ قرینہ۔۔۔'رؤیت بالعین'۔۔۔ آنکھ سے دیکھنے۔۔۔ پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ فرمانِ جانِ دو عالَم ﷺ ہے:

فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ

۔۔۔یعنی اگر تم اپنی آنکھوں سے بادل وغیرہ ہونے کی وجہ سے ہلال کو دیکھنے کی استطاعت نہ رکھو تو پھر مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلو۔

اور اگر معنیٰ اِس کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا جیسے حساب و کتاب کا عمل وغیرہ، تو پھر روایتِ حدیث شریف میں لفظ (غیم) کے وجود کی رؤیت کے معنیٰ و تاسیر میں کوئی اہمیت نہ ہوتی، اور اس قرینہ کے ساتھ معنیٰ حقیقی، حقیقی معنیٰ میں اضافہ کرتا ہے۔اِس حقیقت کے ثبوت کے ساتھ مجازی معنیٰ وغیرہ مراد لینا ساقط ہوجاتا ہے۔مثلاً: 'وجودِ ہلال کا علم ہونا اور رؤیتِ ہلال کا نہ ہونا'۔

یقیناً صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے احادیثِ رسولِ کریم ﷺ سے یہی معنیٰ مراد لیا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ

بیشک مہینہ انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔تم ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھو حتیٰ کہ تم ہلال کو دیکھ نہ لو اور تم روزے رکھنے ختم نہ کرو حتیٰ کہ تم ہلال کو نہ دیکھ لو، اور اگر تمہارے اُوپر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر تم تیس ۳۰ دن کا مہینہ شمار کرو

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

کہ جب ماہِ شعبان انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک شخص کو بھیجتے جو جا کر ہلالِ رمضان کو دیکھتا، اور اگر وہ شخص ہلال کو دیکھ لیتا تو آپ رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان کریم کے روزے رکھنے شروع فرما دیتے۔اور اگر

اُس شخص کو ہلال دکھائی نہ دیتا۔۔یا۔۔رؤیتِ ہلال کے لیے کوئی بادل وموسم خراب نہ ہوتا۔ مَطلع صاف ستھرا ہوتا اور ہلال نظر نہ آتا، تو آپ ﷺ روزہ نہ رکھتے اور کھاتے پیتے۔اور اگر ہلال رمضان کا مشاہدہ کرنے میں مَطلع اَبر آلود ہوتا۔۔یا۔۔دھند، موسمی خرابی، ہوتی تو آپ ﷺ رمضان کریم کا روزہ رکھ لیتے (مسند احمد وغیرہ)۔

یہی مذکورہ معنیٰ، مذاہب فقہیہ کے معتمد اصحابِ دین نے سمجھا اور انہوں نے 'رؤیت ہلال' کے ثبوت کو تین [3] وجوہات پر واضح کیا:

وجہ اوّل:۔۔۔لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے 'رؤیتِ ہلال' کا مشاہدہ کیا ہو۔

وجہ دوم:۔۔۔دو [2] عادل مسلمانوں نے 'رؤیتِ ہلال' کا مشاہدہ کیا ہو۔

وجہ سوم:۔۔۔ایک عادل شخص نے 'رؤیت ہلال' کا مشاہدہ کیا ہو۔

فقہائے کرام علیہم الرحمہ اگرچہ انہوں نے اِس تعداد کے بارے میں اختلاف کیا جس میں رؤیت ثابت ہوتی ہے مگر واضح رہے کہ یہ فقہائے کرام، محض چشمِ انسانی کے ساتھ رؤیت ہلال کے مسئلہ پر اجماع بھی کرتے ہیں اور اتفاق بھی۔اور یہی مؤقف، فقہائے شوافع کا مؤقف ہے، جبکہ فقہائے احناف کے مؤقف میں یہ اضافہ ہے کہ 'تقویتِ رؤیتِ ہلال' کے لیے دُوربین وغیرہ کی استعانت ومدد بھی جائز ہے۔اِس مسئلہ کی وضاحت ہم نے بحثِ سوم میں مکمل طور پر ذکر کی تھی۔

شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے ماہِ صیام کو 'رؤیتِ ہلال' کے ساتھ لازم وملزوم ٹھہرایا ہے، اور اِس پر بہت زیادہ احادیثِ نبویہ دلالت کرتی ہیں۔شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے صوم رمضان کے لیے محض وجودِ ہلال کا اعتبار نہیں کیا بلکہ صوم رمضان کے لیے 'رؤیت ہلال' کو لازمی قرار دیا، اور انہوں نے ہلال رمضان کے مشاہدہ کرنے کو ماہِ صیام کا سبب ٹھہرایا، اور محض، وجودِ ہلال پر اکتفا نہیں فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴿البقرۃ:۱۸۵﴾

تو جس نے پالیا تم میں سے اس مہینہ کو تو اس کے روزے رکھے (معارف القرآن)

﴿وَاللهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ﴾

(۱)۔۔۔العلم المنشور:۲۰۔۲۱۔

(۲)۔۔۔اثبات الشھور الھلالیۃ ومشکلۃ التوقیت الاسلامی (ملخص):۴۴،۵۱۔

(۳)۔۔۔المجموع:۶/۲۸۹۔ (۴)۔۔۔المنہاج مع شرح مغنی المحتاج:۱/۴۲۰۔

(۵)۔۔۔تنبیہ الغافل الوسنان:۹۵۔۹۶۔ (۶)۔۔۔القول المنشور فی ہلال خیر الشھور:۱۴۸۔

﴿فصل ہشتم﴾

﴿بادل وغیرہ کے دوران رؤیتِ ہلال ناممکن ہونے کی صورت میں جوازِ صوم کے متعلق حسابات کے قائلین اور اُن کا مؤقف﴾

علمِ حسابات کی روشنی میں متقدمین علمائے کرام جو بادل وغیرہ کے دوران 'رؤیتِ ہلال' ناممکن ہونے کی صورت میں جوازِ صوم کے قائل ہیں، اُن میں امام سبکی اور امام سبکی سے پہلے قاضی ابوطیب، اور امام کبیر ابن سریج علیہم الرحمہ قابلِ ذکر ہیں اور یہ مذہبِ شوافع میں ایک وجہ ہے، اور اِس بات کی گواہی علمِ حسابات کا دعویٰ کرنے والوں نے ایک خاص طریقہ سے دی، اور ایسا لگتا ہے کہ وہ مطلقاً علمِ حساب کے قائل ہیں لیکن یہ بات قولِ واحد کے ساتھ صحیح نہیں۔

امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

صاحبِ بیان نے کہا ہے کہ جب منازلِ حساب کا علم ہوا کہ آئندہ کل رمضان ہے --یا-- اِس بات کی خبر کسی مشہور شخص نے دی اور پھر اس کی تصدیق کی گئی اور نیت کی اور روزہ رکھا، تو اُس شخص کا قول دو[2] وجوہات پر مبنی ہوگا جو کہ درج ذیل ہیں:

وجہِ اوّل:--- یہ روزہ رکھنا جائز ہے اور یہ قول امام ابن سریج نے کہا اور اِس قول کو قاضی ابوطیب نے پسند کیا کیونکہ یہ ایسا سبب ہے جو غلبۂ ظن کی وجہ سے حاصل ہوا، تو یہ اُس شخص کے مشابہ ہوگا جیسا کہ اُس کو ہلال کا مشاہدہ کرنے والے کسی ثقہ شخص نے خبر دی۔

وجہِ دوم:--- ایسا روزہ رکھنا اُس کے لیے جائز نہیں کیونکہ ستاروں اور حساب کے علم کی اسلامی عبادات میں کسی طرح کی کوئی مداخلت نہیں، اور مزید لکھا کہ ان وجوہات کی بناء پر صومِ رمضان لازم نہیں ہوگا۔ جبکہ امام ابن صباغ علیہ الرحمہ نے کہا کہ جہاں تک علمِ حساب کا تعلق ہے تو حساب کی وجہ سے صومِ رمضان لازم نہیں ہوگا، اور ہمارے ہم عصر فقہائے کرام کا اِس صورت میں کوئی خلاف نہیں[1]۔

مصنّف کی رائے:

میں عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ کہتا ہوں کہ جو شخص بھی امام نووی علیہ الرحمہ کے کلام کو وقتِ نظر سے مطالعہ کرے تو یہی حاصل کرے گا کہ انہوں نے تصریح بیان کی کہ امام ابن سریج علیہ الرحمہ نے وجوبِ صوم کا کہا، اور اس

رائے کی دلیل علامہ ابن صباغ علیہ الرحمہ کا قول ہے جو ابن سریج نے نقل کیا، اور جہاں تک علمِ حساب کا تعلق ہے تو وہ بالاتفاق ہمارے علمائے کرام کی رائے کے ساتھ صومِ رمضان کو لازم نہیں کرتا، اگرچہ ابن سریج نے 'وجوب' کا حکم لگایا، لیکن ابن صباغ نے اُن کو مستثنیٰ قرار دیا۔

اور ابن سریج علیہ الرحمہ کا قول کہ ایسی صورتحال میں صومِ رمضان جائز ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ جوازی صورت میں جائز ہے اور وجوبی صورت میں جائز نہیں۔ اور اِس مؤقف کی تائید وہ قول بھی کرتا ہے جو ابو عمر نے 'الاستذکار' میں لکھا ہے:۔۔۔بعض کبارِ تابعین کے نزدیک طریقِ حساب منازل قمر اور نجوم کا اعتبار کرنا ثابت ہے۔

امام ابن سیرین علیہ الرحمہ نے کہا، افضل ترین یہ ہے کہ وہ اِن صورتِ بالا کا اعتبار نہ کریں، جبکہ امام ابن سریج نے امام شافعی علیہ الرحمہ سے مندرجہ ذیل اقتباس بیان کیا:

مَنْ كَانَ مَذْهَبُهُ الِاسْتِدْلَالُ بِالنُّجُومِ وَمَنَازِلِ الْقَمَرِ ثُمَّ تَبَيَّنَ لَهُ مِنْ جِهَةِ النُّجُومِ اَنَّ الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ وَغَمَّ عَلَيْهِ جَازَ لَهُ اَنْ يَعْتَقِدَ الصَّوْمَ وَ يَبِيْتُهُ وَيُجْزِئُهُ

جس شخص کا مذہب منازل قمر اور نجوم کے ساتھ استدلال کرنے کا ہو، پھر علم نجوم سے اُس کے لیے واضح ہوا کہ رات کو ہلالِ رمضان ظاہر ہوا تھا پھر اُس ہلال پر مَطلع اَبر آلود ہوگیا۔ تو اُس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ صومِ رمضان کا اعتقاد رکھے، اور اُسی عقیدہ پر رات بسر کرے۔ اِس کا صومِ رمضان جائز ہوگا۔

ابو عمر نے کہا:

ہمارے پاس شوافع کی کتب سے ملتا ہے، وہ یہ ہے کہ ماہِ رمضان کا روزہ صرف واضح صاف ستھری رؤیتِ ہلال۔۔یا۔۔عادل فرد کی گواہی۔۔یا۔۔پھر ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرنے سے صحیح ہوگا، اور یہی مذہب حجازِ مقدس، عراق، شام اور مراکش کے جمہور فقہائے کرام کا ہے۔ ان میں امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی، امام اوزاعی، امام ثوری، امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، آپ کے تلامذہ وہم عصر فقہائے کرام رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب و مسلک ہے۔ اور حدیثِ نبوی کے علمائے کرام عمومی طور پر سرِ فہرست ہیں، مگر ان سب کے ساتھ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ کا فقہی اختلاف ہے[۲]۔

مصنفِ کتاب عماد الدین بن احمد کی رائے:

مصنفِ کتابِ ھٰذا شیخ عماد الدین بن احمد رقمطراز ہیں کہ بیشک امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے رؤیت کی تَضَیُّق و تنگی کے متعلق لکھا، اور لکھا کہ اُس دن یومِ شک کے روزے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ اِس مسئلہ کو ہم نے فصلِ دوم میں بیان کیا۔

ابوعمر اور جو انہوں نے ابن سریج سے نقل کیا اُس سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا اُس شخص کے لیے روزہ جائز ہے اور وہ روزہ کی نیت سے رات بسر کرے گا، اور یہ اُس کو کفایت کرے گا، لیکن انہوں نے ایسی صورت میں یہ نہیں کہا کہ۔۔۔ یَجِبُ عَلَیْہِ الصَّوْمُ ' ۔۔۔ اُس شخص پر روزہ واجب ہوگا۔۔۔ اِس سے ہمارے فہم و بساط میں ظاہر ہوا کہ جو انہوں نے روایت کیا وہ بالکل امام نووی علیہ الرحمہ کے کلام کے عین مطابق ہے۔

علامہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کہا:

کہ رسالت مآب ﷺ کا فرمان (فَاقْدُرُوْالَہٗ) کا معنی فقہائے کرام نے لکھا کہ اس کے معنی ہے کہ تم چاند کے منازل کے حساب کو منتخب کرو۔ یہی قول ابوالعباس بن سریج نے فقہائے شوافع، تابعین میں سے مطرف بن عبد اللہ، اور محدثین میں ابن قتیبہ سے ثابت ہے، جبکہ ابن عبد البر نے کہا کہ مطرف سے یہ قول روایت کرنا قطعاً صحیح نہیں، جبکہ ابن قتیبہ سے ایسی روایت نقل کی جاتی ہے، حالانکہ ابن خویز منداد نے امام شافعی سے ابن سریج کا مسئلہ نقل کیا، اور معروف نے امام شافعی علیہ الرحمہ سے وہ مسئلہ نقل کیا جو جمہور کا مؤقف ہے۔

ابن عربی نے ابن سریج سے نقل کیا کہ رسالت مآب ﷺ کا فرمان ۔۔۔ فَاقْدُرُوْالَہٗ ' ۔۔۔ اُن لوگوں سے خطاب ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اِس علم دین کی نعمت کے ساتھ خاص فرمایا، اور رسالت مآب ﷺ کا فرمان (فَاَکْمِلُوْا العِدَّۃَ) سے عام لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ ابن عربی نے کہا۔۔۔ کہ میرے نزدیک رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہے۔ علم الاعداد کے حساب کے مطابق ایک گروہ اور شمس و قمر کے حساب کے مطابق مسلمانوں کی ایک جماعت پر ایسی صورت میں صوم رمضان واجب ہے، اور ساتھ یہ بھی کہا کہ شرفاء لوگوں کی سمجھ سے استدلال کا ادراک بعید ہے۔

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ نے کہا:

مَعْرِفَۃُ مَنَازِلِ الْقَمَرِ ھِيَ مَعْرِفَۃُ سَیْرِ الْاَھِلَّۃِ

چاند کی منزلوں کی پہچان ہی چاند کے سفر کرنے کے مراحل کی پہچان ہے

۔۔۔ جبکہ علم حساب کی معرفت تک شناسائی ایک ایسا پیچیدہ امر ہے جو آحاد کی معرفت کے ساتھ مختص ہے اور کہا:

منازل قمر کی معرفت کا ادراک ایک محسوس امر کے ساتھ وہ شخص کرے گا جو نجوم کا مراقبہ و شناخت کر سکتا ہو۔ ابن سریج نے بھی یہی مراد لیا اور کہا کہ جس کو نجوم کی پہچان ہوا ایسا کرنا اُس کے لیے خاص ہے۔ اور امام رویانی نے ابن سریج سے نقل کیا اور کہا کہ ایسی صورتحال میں وجوبِ صوم کا حکم نہیں لگا سکتے بلکہ صوم کے جواز کا کہا، یہی مذہب امام قفال اور ابوطیب نے اختیار کیا، پھر مزید وضاحت یہ کہ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے حساب کے مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے متعلق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ابن صباغ نے کہا:

جہاں تک علمِ حساب کا تعلق ہے تو اس کی وجہ سے صومِ رمضان لازم نہیں ہوتا، اور اِس رائے میں ہمارے ہم عصر علماء وفقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

ابن منذر نے اِس سے پہلے یہ قول درج کیا کہ اِس سابقہ رائے پر فقہائے کرام کا اجماع ہے، ابن منذر نے اپنی کتاب 'الاشراف' میں لکھا:

اِس مسئلہ پر امتِ اسلامیہ کا اجماع ہے کہ جب ماہِ شعبان کی تیسویں [30] رات ہو، مَطلع بھی صاف ستھرا ہو، اور ہلالِ رمضان بھی دکھائی نہ دے، تو روزہ رکھنا واجب نہیں۔ اور ایسی صورت میں ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا اکثر صحابہ وتابعین علیہم الرحمہ نے مکروہ شمار کیا ہے اور انہوں نے مکروہ کا اِطلاق کیا، اور ایسی صورت میں حساب لگانے کے متعلق کوئی تفصیل وغیرہ نہیں فرمائی۔ لہٰذا واضح ہوا کہ جس شخص نے ایسی صورت میں کوئی اختلاف کیا تو اُس نے اجماعِ امت کی مخالفت کی [3]۔

اس مسئلہ کی تائید امام سبکی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی کرتا ہے:

اختلاف اُس صورت میں ہوگا جب ہلال، سورج سے دُور ہو اور ہلال کی رؤیت ممکن ہو اور علمِ حساب کی روشنی میں جانا جائے۔ اُس دوران آسمان پر بادل ہوں جو ہمارے اور ہلال کے درمیان حائل ہوں تو ہمارے اصحاب، ابن سریج، قفال، اور قاضی ابوطیب نے اختلاف کیا اور صومِ رمضان کو جائز قرار دیا۔ ہمارے اصحاب کے علاوہ ایک دوسری جماعت بھی جوازِ صوم کا حکم لگاتی ہے۔ بعض دوسرے اور اُن کے مقلدین بھی یہی حکم لگاتے ہیں، جبکہ بعض نے کہا کہ ایسی صورتحال میں روزہ رکھنا واجب ہوگا۔

اور بعض دیگر فقہاء کی بھی یہی رائے ہے اور اس رائے میں انہوں نے اپنے مقلد امام کی مخالفت بھی کی، جبکہ ہمارے جمہور فقہائے کرام کی رائے یہ ہے کہ اس قول کا اصلاً اعتبار ہی نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی وجوبی صورت میں اور نہ ہی جوازی صورت میں، اور نہ ہی اس کے حق میں اور نہ ہی اس کے غیر کے حق میں اعتبار کیا جائے گا۔

امام سبکی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

کہ جب سورج سے ہلال دُور ہونے کے متعلق قوی اعتقاد ہو، ہلال کی رؤیت واضح طور پر ممکن ہو، گمانِ غالب ہو کہ مَطلع اَبر آلود ہے اور رؤیت ہلال سے کوئی مانع حائل ہو، تو اُس صورتحال میں روزہ رکھنا جائز ہوگا۔ اور ایسی صورت میں عدمِ جواز کا قول بعید ہے۔ لیکن یہ بھی واضح ہو کہ اب 'وجوبِ صوم' کا حکم لگانا بھی جائز نہیں، اور میں (یعنی امام سبکی) اِس صورتحال میں علامہ ابن سریج علیہ الرحمہ کے قول کو پسند کرتا ہوں اور اُس شخص کو بھی پسند کرتا ہوں جو ایسی صورتحال میں خصوصی طور پر 'جوازِ صوم' کا حکم دے اور وہ 'وجوبِ صوم' کا حکم نہ دے۔

واضح رہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ 'جائز' ہونا ایک ایسا حکم ہے کہ اگر کوئی جائز فعل پر عمل نہ بھی کرے تو وہ شخص عقاب وسزا کا مستحق نہیں ہوتا، اور یہی وجہ ہے کہ بعض علمائے کرام نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ 'جوازِ صوم' ایک آسان عمل ہے کیونکہ اگر وہ شخص جوازِ صوم کے حکم پر عمل نہیں کرتا تو اُس کی سزا کوئی نہیں۔ تو پھر یہ بات زیادہ اہم ہوگی کہ جس شخص نے جوازِ صوم کو سنا اور روزہ رکھا اور جوازِ صوم کا حکم لگانے والے شخص کی پیروی بھی نہ کی تو اُس پر کسی قِسم کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اور اگر جوازِ صوم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے وہ دونوں شخص روزہ رکھتے ہیں، تو صومِ رمضان اُن کے اعتقاد کے مطابق جائز ہی ہوگا۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس سے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ اُن دونوں کو اجروثواب بھی عطا فرمائے۔ یہ جانتے ہوئے کہ صحیح وسالم بات وہی ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے حکم ارشاد فرمایا، اور وہ بات یہ ہے کہ 'ہلال دیکھ کر ماہِ صیام کے روزے شروع کرو اور ہلال دیکھ کر ماہِ صیام کے روزے رکھنے ختم کردو، معلوم ہوا اگر ہمارے لیے مَطلع اَبرآلود ہو تو پھر ہم تیس ۳۰ دن کا مہینہ مکمل کریں گے''۔

---

(۱)۔۔۔المجموع: ۶/۲۸۹۔ (۲)۔۔۔الاستذکار: ۴/۱۱۔
(۳)۔۔۔فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۴/۱۴۶، ۱۴۷۔

﴿فصل نہم﴾

﴿حسابات کے قائلین کا مؤقف 'کہ جب رؤیتِ ہلال' بادل وغیرہ کی وجہ سے ناممکن ہوتو صومِ رمضان واجب ہوگا﴾

علامہ محمد بخیت المطیعی الحنفی اور حافظ احمد بن صدیق الغماری المالکی رحمہما اللہ اِس مؤقف ورائے کے قائلین میں سے ہیں۔ اِن دونوں بزرگ علماء سے قبل امام ابن دقیق العید الشافعی رحمہ اللہ سرفہرست ہیں جو اپنی تصنیف 'الاحکام' میں یہ تحریر کرتے ہیں:

کہ بیشک علمِ حساب کی روشنی میں صوم کے متعلق اعتماد کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ چاند، سورج سے دُور ہوتا ہے جیسا کہ ستاروں کا علم رکھنے والے (علمائے علمِ نجوم) ایک --یا-- دو[۲] دن قبل، سابقہ ماہ کے حساب کی روشنی میں آنے والے مہینہ کے متعلق حکم لگا دیتے ہیں۔ یقیناً ایسا علم مسائل کا سبب بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو شریعت میں شامل نہیں کیا۔

بہرحال جب علمِ حساب اس بات پر دلالت کرے کہ افق میں ہلال طلوع ہوا ہے اور وہ ہلال دیکھا بھی جاسکتا ہے، بادل وغیرہ کی طرح کوئی امر مانع بھی نہیں، تو یہ مشاہدہ ہلال 'وجوبِ صوم' کا تقاضہ کرتا ہے، اس حکم کی وجہ سببِ شرعی کا پایا جانا ہے، اور لزوم میں حقیقتِ رؤیت، مشروط نہیں ہوتی۔ اور اِس بات پر اتفاق ہے کہ اگر قید خانہ میں کوئی قیدی موجود ہو اور اُس کو یہ علم ہو کہ ماہِ شعبان مکمل ہوگیا۔-یا-۔ پھر اُس کو ماہِ رمضان کی کچھ نشانیاں معلوم ہوئیں کہ آج ماہِ رمضان ہے، تو اُس قیدی پر صومِ رمضان 'واجب' ہوگا۔ اگرچہ اُس نے بذاتِ خود ہلالِ رمضان کو نہ دیکھا اور نہ ہی کسی دوسرے شخص سے اُس کو ماہِ رمضان کے قدوم وآمد کی خبر ملی[۱]۔

اِسی طرح شیخ محمد بخیت المطیعی، اپنی تصنیفِ لطیف 'ارشاد اہل الملۃ' کے صفحہ نمبر ۱۷۸، پر امام قشیری سے امام ابن دقیق العید علیہ الرحمہ کے قول کی مثل ایک دوسرا قول نقل کرتے ہیں اور اِسی طرح انہوں نے دیگر اقوال بھی نقل کیے جو مکمل طور پر 'وجوبِ صوم' کا فائدہ دیتے ہیں کہ جب 'رؤیتِ ہلال' ممکن ہو اور بادل وغیرہ کی طرح کسی امر مانع کا وجود بھی ناممکن ہو۔

شیخ احمد بن صدیق الغماری، اپنی تصنیفِ لطیف 'توجیہ الانظار التوحید المسلمین فی الصوم والافطار' میں رقمطراز ہیں:

علمِ حساب کی روشنی میں دو[۲] شرائط ہیں جن کے ساتھ وجوبِ صوم وفطر ثابت ہوں گے۔ اُن دونوں

شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہلال کی خبر دینے والے اہل حساب کی ایک بہت بڑی جماعت ہو جو خطاء سے محفوظ ہو، اور اُن کے باہم اتفاق کرنے سے علم ۔۔یا۔۔ظن قوی کا علم حاصل ہو، اور کسی ایک شخص کو بھی اُن میں سے علم حساب پر خطا ہو جانے کا شک نہ ہو۔ جبکہ دوسری شرط یہ ہے کہ ہلال کی خبر دینے والی ایک بڑی جماعت ہلال کے مَطلع ابرَ آلود ہونے کے دوران خبر دے، نہ کہ مَطلع صاف وشفاف ہو اور پھر وہ ہلال کے وجود کی خبر دے۔

شیخ عماد الدین بن احمد کی رائے:

شیخ عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں یہ کہتا ہوں کہ واجب وہ ہوتا ہے جس کے فعل کو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے طلبِ جازم (پختہ مطالبہ) کے ساتھ اِس طرح طلب کیا ہو کہ اُس فعل کے کرنے پر ثواب ملے گا اور اُس فعل کے ترک کرنے پر عقاب ملے گا، اور شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اِس بات پر پختہ زور دیا ہے کہ صوم وافطار 'رؤیتِ ہلال' کی وجہ سے ہی ثابت ہوں گے اور مَطلع اگر اَبر آلود ہوا۔۔یا۔۔رؤیتِ ہلال ناممکن ہوئی، تو پھر مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل کیا جائے گا، اور شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے ہم سے یہ مطالبہ ہرگز نہیں کیا کہ ہم عملِ حساب کے مطابق روزہ رکھیں۔

اور جس چیز کو شریعت واجب کرے وہ واجب ہے۔ ہم عملِ حساب کے ساتھ روزہ نہیں رکھ سکتے، اگر ایسا کریں گے تو ہم گناہگار ہوں گے، جبکہ شریعت نے ہم سے یہ کام دَرگزر فرمایا۔ کیونکہ شریعت تو ہمارے اُوپر 'رؤیتِ ہلال' کی وجہ سے ماہِ صیام کا روزہ لازم کرتی ہے۔ اور جب ہلال کی رؤیت ناممکن ہو تو شریعتِ اسلامیہ نے ہمیں یہ رخصت دی ہے کہ ہم اسلامی مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل کریں۔ جس وقت ہم رؤیتِ ہلال کا مشاہدہ کرلیں تو اُس وقت ہمارے اُوپر ماہِ صیام کا روزہ واجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴿البقرة:۱۸۵﴾

اِس آیتِ مبارکہ کا مفہوم صریح طور پر دلالت کرتا ہے کہ 'رؤیتِ ہلال' اور ہلال کا مشاہدہ کرنا 'وجوبِ صوم' کے لیے شرط ہیں، اِسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صُومُوا لِرُؤيَتِهِ وَاَفطِرُوا لِرُؤيَتِهِ فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا العِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ

ہلالِ رمضان دیکھ کر روزے رکھو اور ہلال (شوال) دیکھ کر ماہِ رمضان کے روزے رکھنے ترک کردو، اور اگر مَطلع اَبر آلود ہو تو پھر تم ماہِ شعبان کی گنتی تیس ۳۰ دن تک شمار کرلو (اور پھر اُس کے بعد ماہِ رمضان کے روزے شروع کرو)

۔۔۔اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضاً اَوْ علىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوااللّٰهَ عَلىٰ مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿البقرة:۱۸۵﴾

مہینہ رمضان کا وہ، کہ اُتارا گیا جس میں قرآن، ہدایت انسانوں کے لیے، اور روشن باتیں ہدایت اور فیصلہ کی۔ تو جس نے پالیا تم میں سے اس مہینہ کو، تو اس کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہے یا بحالت سفر ہے، تو اس کے لیے شمار ہے دوسرے دنوں سے۔ چاہتا ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کو، اور نہیں پسند فرماتا تمہارے لیے دشواری کو، اور اس لیے کہ مہینہ کی گنتی پوری کرلو، اور اللہ کی تکبیر بولو، جو تمہاری ہدایت فرمائی، اور اب تو شکرگزار ہو جاؤ (معارف القرآن)

اِس آیتِ مبارکہ میں ---وَلِتُكْمِلُوْا العِدَّةَ---کی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ربیع سے روایت کیا:

وَلِتُكْمِلُوْا العِدَّةَقَالَ: عِدَّةَ رَمَضَانَ

اور تم گنتی کے دن مکمل کرلو۔ کہا: یعنی تم ماہ رمضان کے دن شمار کرلو

ابوداؤد، نسائی، ابن منذر اور دار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت حذیفہ ﷛ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---تم نیا مہینہ اُس وقت تک شروع نہ کرو جب تک تم ہلال دیکھ نہ لو،---یا---دن شمار نہ کرو، پھر تم روزے رکھو یہاں تک کہ تم پھر ہلال شوال کو دیکھ لو، ---یا---ماہِ رمضان کے تیس ۳۰ دن مکمل کرلو۔

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُقَدِّمُوْا الشَّهْرَ بِصِيَامِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ شَيْئٌ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ وَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ، ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ حَالَ دُوْنَهُ غُمَامَةٌ فَاَتِمُّوْا العِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ ثُمَّ اَفْطِرُوْا وَالشَّهْرُ تِسْعٌ وَّ عِشْرُوْنَ

ماہِ رمضان کو ایک دن قبل---یا---دو ۲ دن قبل روزہ رکھنے کی وجہ سے مقدّم نہ کرو، البتہ (ثبوتِ ہلال کے لیے) کوئی چیز ہو جس کی وجہ سے تم میں سے کوئی روزہ رکھتا ہے، رؤیتِ ہلال کے بغیر ماہِ صیام کا روزہ نہ رکھو اور جب تم ہلال دیکھ لو، تب ماہِ رمضان کا روزہ رکھو اور اگر ہلال کی رؤیت میں بادل کی دشواری ہو تو پھر تم ماہِ رمضان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرلو اور پھر اگلے دن روزہ رکھو اور واضح رہے کہ مہینہ انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے

بخاری، مسلم اور نسائی نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صُومُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ

ہلالِ رمضان دیکھ کر روزے رکھنے شروع کرو اور ہلالِ شوال دیکھ کر ماہِ رمضان کے روزے ختم کردو۔

اور اگر تمہارے اُوپر مطلع اَبر آلود ہو تو پھر تم ماہِ شعبان تیس ۳۰ دن کا مکمل کرو

مسند احمد کی روایت میں ۔۔۔فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ ۔۔۔ کے لفظ وارد ہوئے۔ دار قطنی نے رافع بن خدیج سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَحْصُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تُقَدِّمُوْا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنَّ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ يَوْماً ثُمَّ اَفْطِرُوْا، فَاِنَّ الشَّهْرَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَخَنَسَ اِبْهَامَهٗ فِي الثَّالِثَةِ

ماہِ رمضان کے لیے ماہِ شعبان کے دن شمار کرو اور ایک دن پہلے مہینہ شروع نہ کرو، اور جب تم ہلال دیکھ لو تو ماہِ رمضان کا روزہ رکھو اور جب ماہِ شوال کا ہلال دیکھ لو تو روزے رکھنے چھوڑ دو، اور اگر تمہارے لیے مطلع اَبر آلود ہو تو پھر تیس ۳۰ دن مکمل کرو، بیشک اِس طرح ہوتا ہے، اِس طرح ہوتا ہے، اور اِس طرح ہوتا ہے۔

تیسری مرتبہ رسالت مآب ﷺ نے اپنے ابہام (انگوٹھے) کو بند کرنے کے بعد اشارہ فرمایا:

دار قطنی نے عبد الرحمٰن بن زید بن الخطاب سے روایت کی کہ ہم حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہم سے بیان کیا تھا کہ بیشک حضورِ اکرم ﷺ نے ہم سے یہ ارشاد فرمایا تھا: [۲]۔

صُومُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ اُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ، فَاِنْ شَهِدَ ذَوَا عَدْلٍ، فَصُوْمُوْا وَاَفْطِرُوْا وَانْسِكُوْ

ہلال دیکھ کر ماہِ رمضان کا روزہ رکھو اور ہلالِ شوال دیکھ کر ماہِ رمضان کے روزے رکھنے ترک کردو،

اگر دو ۲ عادل شخص شہادت دیں تو تم روزے رکھو، دو ۲ عادل افراد کی شہادت پر روزے

رکھنے ختم کردو، دو ۲ عادل افراد کی گواہی پر تم اپنے فرائض اَدا کرو

شیخ عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ کہتے ہیں۔

کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ۔۔۔وَلِتُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ۔۔۔ کی تفسیر کے ضمن میں یہ قول بھی ہے کہ۔۔۔ وَلِتُكَمِّلُوْا ۔۔۔ کی 'میم' کو مشدّد پڑھا گیا اور یہ قرآتِ ابو بکر ہے، جس کو امام عاصم سے روایت کیا گیا، لہٰذا اِس قرآتِ ابو بکر

کے مطابق یہ معنی بنے گا کہ اگر ہلال دکھائی نہ دے تو پھر تیس ۳۰ دن کا مہینہ مکمل کرنا واجب ہے۔ اور یہ قرآت بھی اثباتِ ماہِ رمضان و اثباتِ عید الفطر کے متعلق، ہلال کی رؤیت کے واجب ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے[3]۔

امام ابن عربی مالکی رحمہ اللہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں اِسی قرآت کو لاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس کا معنی ہلال کی گنتی ہے۔ ہلال انتیس ۲۹ ۔۔یا۔۔ پھر تیس ۳۰ دن کا ہوتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

الشَّھْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَاِذَا رَاَیْتُمُ الْھِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا[4]

مہینہ انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ جب تم ہلال دیکھو تو ماہِ صیام کے روزے رکھو

اور جب تم ہلالِ شوال دیکھو تو ماہِ صیام کے روزے رکھنے ترک کردو

۔۔۔یہ کہا گیا:

حَقِیْقَۃُ الرُّؤْیَۃِ لَیْسَتْ بِشَرطٍ فِي الْزُوْمِ ۔۔۔رؤیت کی حقیقت لزومِ صوم کے لیے شرط نہیں

قیاس بھی اِسی مفہوم کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ شخص جو قید خانہ میں قیدی ہے وہ اِسی قاعدہ پر عمل کرے گا (ماہِ صیام کا روزہ تو رکھے گا، لیکن وہ رؤیتِ ہلال کی حقیقت سے نا آشنا ہے)۔

اِس مسئلہ کی توضیح فصلِ چہارم میں ذکر کی گئی کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے نشانیوں کی طرف رہنمائی کی جن نشانیوں کی وجہ سے عبادت کے اوقات پہچانے جاتے ہیں، مثلاً: روزہ رؤیتِ ہلال کے ساتھ متصل ہے، اِس بحث پر بہت زیادہ احادیثِ نبویہ دلالت کرتی ہیں۔ روزہ کے لیے رؤیت کے وجود کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ رؤیت کے لیے روزے کا اعتبار ہوگا۔ رؤیت، ہلال کے مشاہدہ کا سبب ہے، نہ کہ ہلال، رؤیت کے مشاہدہ کا سبب ہے۔

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ

۔۔۔اور اِسی بنیاد پر ہمارے لیے واضح ہوتا ہے کہ بیشک رؤیت کی حقیقت، لزومِ رمضان کے لیے شرط ہے اور رؤیتِ ہلال کے مسئلہ کو جیل خانہ کے قیدی کے لیے قیاس کرنا بے معنی کام ہے۔ قیدی پر تو ماہِ رمضان میں ہمت و کوشش کی وجہ سے روزہ واجب ہوتا ہے۔ قیدی کا مسئلہ اُس شخص کی طرح ہے جو قبلہ کی سمت کو نہیں جانتا، جہتِ قبلہ سے وہ ناواقف ہے، لہٰذا وہ شخص، شخصی اجتہاد و کوشش کے مطابق جس سمت کو سمتِ قبلہ سمجھے گا وہ اُسی طرف منہ کر کے نماز ادا کرے گا۔

امام صنعانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''العدۃ'' میں لکھا ہے:

''کہ لزومِ صوم کے لیے نص نے دو [2] امور میں ایک امر کو شرط قرار دیا:

امرِ اوّل:۔۔۔رؤیتِ ہلال۔

امرِ دوم:۔۔۔تیس [30] دن مکمل گزر جانا۔

اور اس امر پر جو دلیل دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض افراد کی رؤیت ہی کافی ہے، اور محض علمِ حساب کے ساتھ ماہِ صیام کا لزوم ایک ایسا کام ہے جو نص کے منافی ہے۔ اور رؤیتِ ہلال کے مسئلہ کو جیل خانہ کے قیدی پر قیاس کرنا ایسا کام ہے جو صحیح نہیں۔ قیدی کو تو عذرِ شرعی حاصل ہے اور وہ ضرورت کے پیشِ نظر علمِ حساب اور قرائن کی طرف رجوع کرے گا، کیونکہ قیدی کے لیے ماہِ رمضان کے قدوم کے متعلق جاننے کے لیے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں، لیکن آزاد شخص 'علمِ حساب' لگانے والے شخص کی طرف رجوع نہیں کرسکتا حالانکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ [5]

پس اگر تمہارے اُوپر مطلع اَبر آلود ہو تو پھر تم گنتی کے تیس [30] دن شمار کرلیا کرو

جیسا کے شوافع کے نزدیک قابلِ اعتماد قول وہ قول ہوتا ہے جس کو امام نووی علیہ الرحمہ نے استفہامیہ اسلوب میں بیان کیا، ملاحظہ کریں:

وَھَلْ یَلْزِمُہُ الصَّوْمُ بِذَالِکَ ۔ اَیْ بِالْحِسَابَاتِ

اور کیا علمِ حسابات کی وجہ سے اُس شخص پر ماہِ صیام کا روزہ لازم ہوگا؟

امام ابن صباغ رحمہ اللہ نے کہا:

''کہ علمِ حساب کی وجہ سے بلا خلاف اُس پر روزہ لازم نہیں ہوگا''۔

۔۔۔پھر آپ علیہ الرحمہ نے مختلف علمائے کرام کے اقوال نقل کئے اور تعلیق لکھتے ہوئے کہا:

یہ مسئلہ پانچ [5] وجوہ پر مشتمل ہے اور اُن میں سے صحیح ترین یہ وجہ ہے کہ حساب لگانے والا شخص اور عالمِ نجوم، اِن دونوں پر ان کے علم کے مطابق روزہ رکھنا جائز ہو جاتا ہے جبکہ ان دونوں کے علاوہ اور کسی پر روزہ لازم نہیں ہوتا [6]۔

امام ابن عابدین رحمہ اللہ نے کہا:

اثباتِ ماہِ صیام کے لیے علمِ نجوم وحساب کے علماء کا قول بالکل قابلِ اعتماد نہیں، وجوبِ صوم وفطر، رؤیتِ ہلال سے ثابت ہوتا ہے، اور فلکیاتی قواعد پر ثابت نہیں ہوتا [7]۔

امام سبکی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

کہ حدیثِ نبوی میں ۔۔۔ رَاَیْتُمُوْہُ ۔۔۔ کا جملہ وارد ہوا، ملاحظہ کیجئے:

اِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَہٗ

جب تم ہلال کو دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم ہلال شوال کو دیکھو تو روزہ رکھنا ترک کردو،

اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو پھر تیس ۳۰ دن مکمل کرلو

یہ جملہ اِس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے ہلال رمضان کو دیکھا وہ روزے رکھے گا، اور ہر وہ شخص جس نے ہلال شوال کو دیکھا تو وہ حالتِ افطار میں رہے گا، شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے مسلمانوں کے گروہ کو 'رؤیتِ ہلال' میں جمع فرمایا اور اِس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور ہر ایک شخص کا انفرادی طور پر بذاتِ خود ہلال کو دیکھنا ایک ایسا عمل ہے، جو شریعتِ مطہرہ کے قواعد سے ثابت وظاہر ہے۔

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس نے صرف تنہا ہلال رمضان کو دیکھا اور اُس نے رؤیتِ ہلال کی شہادت دی لیکن اُس کی شہادت ردّ کردی گئی، تو اُس شخص پر ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہوگا۔

اِسی طرح جس شخص نے ہلال شوال کو تنہا دیکھا تو وہ خفیہ طور پر روزہ نہیں رکھے گا بلکہ وہ شخص کھائے پیئے گا (ان دونوں صورتوں میں علمائے کرام کے مابین خلاف ہے)۔ دراصل ہماری بات کا مفہوم یہ تقاضا کرتا ہے کہ:

اَنَّ عَدَمَ رُؤْیَتِہٖ لَا یُوْجِبُ الصَّوْمَ ۔۔۔ عدم رؤیتِ ہلال، روزے کو واجب نہیں کرتا

صحیح بات بھی یہی ہے کہ اگر 'رؤیتِ ہلال' اصل میں ثابت نہ ہو۔ اور امام سبکی علیہ الرحمہ مزید رقمطراز ہیں کہ حدیث نبوی:

لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ

تم روزے نہ رکھو حتیٰ کہ تم ہلال کو دیکھ لو اور روزے رکھنے ترک نہ کرو حتیٰ کہ تم ہلال شوال کو دیکھ لو

یہ حدیثِ نبوی شریف، ایک ایسی صحیح حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ حدیثِ نبوی بھی اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ 'رؤیتِ ہلال' سے پہلے روزہ رکھنا حرام ہے، اور شوال کے ہلال کی رؤیت سے پہلے روزہ ترک کردینا (افطار کرنا) بھی حرام ہے [8]۔ ﴿وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَاَحْکَمُ﴾

---

(۱)۔۔۔احکام الاحکام شرح عدۃ الاحکام مع حاشیہ الصنعانی: ۳/۱۵۶۔ (۲)۔۔۔الدر المنثور فی التفسیر الماثور: ۱/۴۶۷۔
(۳)۔۔۔التفسیر الکبیر الامام فخر الدین الرازی: ۵/۹۷۔ (۴)۔۔۔احکام القرآن: ۱/۱۲۱۔
(۵)۔۔۔العدۃ: ۳/۱۵۶۔ (۶)۔۔۔المجموع: ۶/۲۸۹۔۲۹۰۔
(۷)۔۔۔تنبیہ الغافل الوسنان: ۱۰۴۔ (۸)۔۔۔العلم المنشور فی اثبات الشہور ۲۶، ۳۱، ۳۲۔

﴿فصل دہم﴾

﴿رؤیتِ ہلال اور علمِ حسابات، دونوں کو جمع کرنے والے قائلین﴾

مسئلہ رؤیتِ ہلال اور مسئلہ علمِ حساب، اِن دونوں کو جمع کرنے کے سابقہ قائلین میں سے مشہور ترین عالمِ دین امام تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الدمشقی رحمہ اللہ (التوفی ۷۵۶ھ) ہیں، جو دمشق کے قاضی القضاۃ بھی رہے اور اُن کی تصنیف "العلم المنثور فی اثبات الشھور" اس موضوع پر اہم ترین اور مشہور ترین کتاب ہے۔ ہم نے اِس عظیم الشان کتابِ لاجواب سے استفادہ کیا ہے اور اس باب کی اکثر فصول میں اس کتاب کی طرف اشارہ بھی کیا۔ قابلِ نظر یہ بات ہے کہ امام سبکی علیہ الرحمہ نے حساباتِ فلکی کے متعلق دو ۲ جہتوں سے کلام کیا، جو مندرجہ ذیل ہیں:

جہتِ اوّل:۔۔۔ امام سبکی علیہ الرحمہ حساباتِ فلکی کی اِس پہلی صورت میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ جب علمِ حساب سے ثابت ہو کہ چاند کی رؤیت ممکن ہے لیکن چاند اور مسلمانوں کی رؤیت کے درمیان بادل وغیرہ رکاوٹ بن جائیں اور ہلال کی رؤیت کا مشاہدہ نہ ہو سکے، تو ایسی صورتحال میں ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا جائز ہوگا۔ اِس مسئلہ کی وضاحت ہم نے فصل ثانی میں بھی کردی۔

جہتِ دوم:۔۔۔ اِس دوسری صورت میں امام سبکی علیہ الرحمہ رؤیتِ ہلال اور حساباتِ فلکی کو جمع کرنے کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں:

بیشک ہلال کی عدم رؤیت کی صورت میں مخبر یہ خبر دے کہ میں نے ہلال کو دیکھا ہے، تو یہ ایسی خبر ہے جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے۔ اور اس کذب میں غلطی ہونے اور صحیح ہونے دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے۔ ان دونوں کے بہت سے اسباب ہیں جن کو شمار نہیں کر سکتے اور یہ عقلمندی نہیں کہ دونوں احتمالات پر مشتمل ایسی خبر کو قبول کیا جائے حالانکہ رؤیتِ ہلال کا امکان بھی نہ ہو، کیونکہ شریعتِ مطہرہ، مستحیل و ناممکن چیزوں کو ثابت نہیں کرتی، اور ناممکن و مستحیل امور کے متعلق کچھ سطور بھی تحریر شدہ نہیں کہ ہم ناممکن اشیاء کو اُن کے مطالعہ کرنے کے بعد جان سکیں۔

مذکورہ صورت کو ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس شخص کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، جبکہ فقہائے کرام نے بھی اس کے متعلق سکوت اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا معاملہ شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور جب ایسی باتیں ہمارے زمانے میں ہونے لگیں تو ہم نے اُن کے متعلق تحریر کرنا ضروری سمجھا۔

فقہ تو ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں، فقہ کے مسائل تو روز بروز تجدید حاصل کر رہے ہیں کیونکہ نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ہم نے یقیناً دیکھا کہ وہ شخص جس کی عقل پختہ ہو اور وہ شخص دیندار ہو تو وہی شخص مسئلہ رؤیتِ ہلال میں بہت زیادہ غلطی کرتا ہے۔ ہم نے بعض جاہلوں سے یہ بھی سنا کہ بعض لوگ رؤیتِ ہلال کی شہادت کے لیے جان بوجھ کر دیندار بن جاتے ہیں اور وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کے کہنے پر جس شخص نے بھی روزہ رکھا تو اُس کو بھی اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ اِسی طرح ہم نے بعض بیوقوفوں سے یہ بھی سنا کہ بعض شہادت دینے والے لوگ اپنے زہد و تقویٰ اور عادل ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔ لوگوں کے مختلف مفاد و مقاصد ہوتے ہیں۔ جب ان امور سے دلیل ملے، ہلال کی جگہ بھی معلوم ہو، اور رؤیتِ ہلال کا مشاہدہ کرنے والا شخص آفات سے محفوظ بھی ہو، تو پھر رؤیتِ ہلال کے مشاہدے کی وجہ سے ہم اُس کی شہادت کو قبول کریں گے اگر رؤیتِ ہلال جائز ہوگی۔ اور اگر ہمارے نزدیک عام فہم قطعی حساب و شمار کے مطابق رؤیتِ ہلال ناممکن ہو، تو پھر ہم اُس کی شہادت قبول نہیں کریں گے۔ اور اس کے فعل کو غلط و کذب بیانی شمار کریں گے، اور ایسا عمل کرنے سے ہم قانونِ شرعی سے خارج بھی نہیں ہو سکتے۔

قطعی و یقینی حساب۔۔یا۔۔جو حسابِ قطعی، حساب کے قریب ترین ہو اور اُس حساب کے مطابق رؤیتِ ہلال ناممکن ہو، تو اُس شہادت میں مکمل شک و شبہ پایا جاتا ہے، اور شک و شبہ کی صورت میں شہادت کی تردید کرنا واجب ہے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''قاضی کے لیے واجب ہے کہ وہ ایسے کام میں پختگی سے سوچے، قاضی شہادت دینے والے افراد کے حال کو دیکھے، اُن کے عادل ہونے اور تہمت و شک و شبہ سے برأت کو سمجھے، اور قاضی یہ بھی دیکھے کہ اُن گواہوں کے حواس صحیح سلامت ہیں۔۔یا۔۔نہیں۔ آسمانی افق اور ہلال کے محل کا بھی مشاہدہ کرے، کہیں ایسا تو نہیں کہ رؤیتِ ہلال صاف ستھری نہیں۔ قاضی ہلال نظر آنے کی جگہ کا بھی مشاہدہ کرے جس جگہ سے ہلال طلوع ہوا ہو، اور علمِ حساب کی روشنی میں بھی دیکھے کہ رؤیت ممکن ہے۔۔یا۔۔ناممکن، کیونکہ رؤیتِ ہلال کے مشاہدہ کے لیے رؤیت کا امکان شرط ہے[1]۔

رؤیتِ ہلال کی شہادت دینے والا شخص اگر شہادت سے گریز و اجتناب کرے تو آپ کے خیال میں اُس کی شہادت کو کیسا سمجھیں گے؟ اور شہادت کے قبول و عدمِ قبول کا فیصلہ قاضی ہی کرے گا۔ جبکہ میں شیخ عماد الدین بن احمد کہتا ہوں کہ امام سبکی علیہ الرحمہ کے مذکورہ کلام سے جو بات حاصل ہوتی ہے وہ بات شہادت و گواہی دینے والے

شخص کی گواہی و شہادت کے متعلق مکمل تحقیق کرنا ہے، کیونکہ اگر رؤیتِ ہلال ہی ناممکن ہو تو وہ شہادت ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ امام سبکی کے بعض ہم عصر علمائے کرام نے موافقت اختیار کی۔۔۔

جیسا کہ ڈاکٹر شیخ محمد حسن ھیتو حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

اگر اُس وقت کوئی قطعی دلیل اُس ظنی شہادت کے ساتھ ٹکرا رہی ہے جیسا کہ اُس رات رؤیتِ ہلال کا عدمِ امکان کے متعلق علمائے فلکیات کا پختہ یقین ۔۔یا۔۔ ہلال کی عدم ولادت کا ہونا، اور ایسی صورتحال میں اگر کسی ایک گواہ، دو[۲] گواہ ۔۔یا۔۔ تین[۳] گواہوں نے ہلال کے نظر آجانے کی شہادت دی تو وہ شہادت ردّ کر دی جائے گی، کیونکہ شہادت ظن کا فائدہ دیتی ہے اور حساب لگانے والے شخص کی نفی، قطعی طور پر عدمِ رؤیت کا فائدہ دے گی اور نفی قول، قطعی قول کے ساتھ ٹکراتا نہیں، یہی مؤقف امام سبکی علیہ الرحمہ کا تھا اور اِس مؤقف پر انہوں نے طویل تحریر لکھی[۲]۔

شیخ محمد بخیت المطیعی علیہ الرحمہ نے کہا:

علمائے احناف نے اِس موضوع پر تصریح بیان کی کہ اگر شہادت عقلی طور پر ۔۔یا۔۔ عادت کے اعتبار سے کسی ناممکن معاملہ پر قائم کی گئی ۔۔یا۔۔ شہادت و گواہی امر ظاہر کے برعکس ہے، تو وہ شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ اِس حوالہ سے امام سرخسی علیہ الرحمہ نے 'المبسوط' میں لکھا کہ بیشک ایسی شہادت رَدّ کی جائے گی جو امر ظاہر کے مخالف ہو۔

شیخ محمد بخیت المطیعی علیہ الرحمہ نے مزید کہا:

کہ امام سبکی کی شہادتِ شرعی کو ردّ کرنے کے متعلق رائے ایسی رائے نہیں کہ جس کو معترضین نے غلط سمجھا کہ یہ شہادت، اہل میقات کے حساب سے ہوگی، اور پھر معترضین نے یہ دعویٰ بھی کر ڈالا کہ اس طرح کا احتمال ہر شہادت و گواہی کے متعلق قائم ہے۔ لہٰذا جان لیا جائے کہ ایسا دعویٰ باطل ہے۔ اگر ایسا دعویٰ ایسی خبر ہو جو خبر، صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہو لیکن وہاں پر گواہوں کا عادل ہونا اور شہادت کی موافقت کو دیکھا جائے گا۔ یہ دونوں دوسری شہادت کے لیے معنی میں برابر ہوں گے اور دعویٰ کے لیے اُن کی شہادت کی موافقت بھی برابر ہوگی۔ تو وہاں پر کذب پر صدق کو ترجیح حاصل ہوگی[۳]۔

اگر شہادت عقلاً یا عادۃً ناممکن کام کے متعلق پائی گئی ۔۔یا۔۔ اُس شہادت نے ظاہری طور پر امر مشہور کی مخالفت کی، تو پھر وہاں کذب کو صدق پر ترجیح حاصل ہوگی ۔۔یا۔۔ پھر قطعی طور پر کذب معلوم ہو تو اُس وقت وہ شہادت ردّ کر دی جائے گی، اور ایسی شہادت کو قاضی اِس وجہ سے ردّ کرے گا جب قاضی کو ایسی شہادت قبول کرنے میں شک و شبہہ معلوم ہو اور قاضی شک و شبہہ کے باوجود ایسی شہادت کو قبول نہیں کر سکتا۔

اِسی وجہ سے امام سبکی علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

کہ یہ تردیدِ شہادت اِس وجہ سے نہیں کہ شہادت کا علمِ حساب کے ساتھ تعارض ہو رہا تھا، وگرنہ پھر یہ کہا جاتا کہ علمِ حساب کے بغیر شہادت پر عمل کیا گیا۔ بلکہ اُس شہادت کو ردّ کرنے کی وجہ اُس دلیل کا پایا جانا ہے جو دلیل قاضی کے پاس موجود ہے، اور وہ ایسی دلیل ہے جس میں رؤیت کے گواہ کی کذب بیانی اور غلطی و خطا کا یقین ہے۔ اور جب حساب لگانے والے شخص کا علمِ حساب، عدمِ رؤیتِ ہلال پر پختہ، مضبوط اور واضح طور پر دلالت کر رہا ہے، تو پھر ایسی رؤیتِ ہلال کی شہادت دینے والے شخص کو غلبہ ظن کی وجہ سے مسترد کر دیا جائے گا، کیونکہ بغیر کسی شک و شبہہ اُس کا کذب ظاہر ہو رہا تھا اور قاضی اُس گواہ کی گواہی و شہادت کیسے قبول کرنے کی جسارت کر سکتا ہے؟[۴]۔

شیخ عماد الدین بن احمد کی رائے:

شیخ عماد الدین بن احمد، مصنفِ کتابِ ھٰذا، اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ امام سبکی کے کلام میں جو پیچیدہ و اہم بات تھی وہ یہ ہے کہ امام سبکی، حسابِ قطعی۔۔۔یا۔۔۔وہ حساب جو حسابِ قطعی کے قریب ترین حساب ہو، وہ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے جس طرح امام سبکی علیہ الرحمہ علمِ حسابات پر مشتمل علم اور علمِ فلکیات کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے، اگر چہ خبر دینے والا شخص ایک ہی ہو۔

جیسا کہ امام سبکی علیہ الرحمہ کا جملہ ہے:

فنِ حساب میں راسخ، عادل، حساب لگانے والے شخص کا حساب ایک طرف اور فنِ حساب کے ماہرینِ تواتر کا حساب دوسری طرف۔

پھر بھی یہ مسئلہ مکمل حل نہ ہوا حتیٰ کہ محقق ابن حجر علیہ الرحمہ تشریف لائے اور انہوں نے کہا: قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اگر حساب لگانے والے شخص کا حساب 'رؤیتِ ہلال' کی شہادت دینے والے شخص کی شہادت کی تردید محض جھوٹ کی وجہ سے کر رہا ہو اور پھر اِس طرح رؤیتِ ہلال کی خبر دینے والے لوگ، حدِ تواتر تک پہنچ جائیں تو اُن سب کی شہادت ردّ کر دی جائے گی۔ کیونکہ اُس رؤیت کی شہادت جھوٹ پر مشتمل ہے، اور اُس پر علمِ حساب دلالت کر رہا ہے۔ البتہ صدق و صداقت کی صورت میں شہادت قبول کی جائے گی۔ یہ بات اُس شہادت سے زیادہ اولیٰ اور اہم ہے جس شہادت کو امام سبکی نے لغو قرار دیا تھا، کیونکہ یہاں پر حسابِ قطعی یہ دلالت کر رہا ہے کہ رؤیتِ ہلال ناممکن ہے[۵]۔

جبکہ شیخ عماد الدین ابن احمد حفظہ اللہ کہتے ہیں:

کہ مذکورہ صورت کو امام سبکی علیہ الرحمہ نے دو[۲] شرائط کی وجہ سے ردّ کر دیا تھا، وہ دونوں شرائط درج ذیل ہیں۔

شرطِ اوّل:۔۔۔ علمِ فلکیات اور علمِ حساب کے ماہرین اسپیشلسٹ علمائے کرام اِس بات پر متفق ہوں کہ عدمِ رؤیتِ ہلال پر بنیادی نشانیاں قطعی طور پر دلالت کرتی ہیں، اِس بات کو امام سبکی علیہ الرحمہ نے اہمیت دی ہے، جس میں کوئی خلل وشبہہ تک موجود نہیں۔

شرطِ دوم:۔۔۔ حسابِ قطعی کے ساتھ خبر دینے والے افراد، حدتواتر تک پہنچ جائیں۔

اب واضح ہوا کہ اس قید کے ساتھ حسابِ قطعی اور قریبِ قطعی کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں، جبکہ تواتر کے ساتھ علمِ حساب کی روشنی میں خبر دینے والے علماء کے اقوال قابلِ اہمیت ہوں گے اور ایسی صورت میں معاملہ قاضی کے سامنے یقینی طور پر ظاہر ہوگا، کہ وہ محض شک وشبہہ کی بناء پر شہادت دینے والے شخص کی شہادت کو قبول نہیں کر رہا۔ مذکورہ بالا دونوں شرائط جب موجود ہوں گے تو قاضی یقینی طور پر شاہد کی شہادت کو ردّ کردے گا۔ واضح رہے کہ 'عدمِ رؤیتِ ہلال' سے مراد ہلال کا بہت چھوٹا ہونا ہے۔۔یا۔۔ہلال کی فی الحال، ولادت وپیدائش ممکن نہیں ہوئی۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ 'علمِ حساب' مکمل طور پر قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے رؤیت کے قول اور حساباتِ قطعیہ متواترہ کے متعلق جملہ اقوال جمع کئے ہیں اور یہی قول صحیح قول ہے۔ حسابِ قطعی پر وافر مقدار میں عمل کیا جانا ہمارے زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ لوگوں کا علمِ حساب پر جمع ہونا حدِ تواتر کے قریب پہنچ گیا، علمِ حسابِ قطعی کو باریک بینی سے جب ہم نے دیکھا تو اس کے متعلق ادنیٰ سا شک بھی ظاہر نہ ہوا، حسابِ قطعی کا اِنکار کرنا اِس طرح ہے جس طرح دن کے وقت طلوعِ آفتاب کا اِنکار کرنا۔

اِس مذکورہ عبارت سے ہم یہ مراد ہرگز نہیں لے رہے کہ ہم 'دخولِ شھر' کے اِثبات اور 'رؤیتِ ہلال' پر فلکی حسابات کو مقدم کررہے ہیں۔ ایسا کرنا تو شرعی طور پر ممتنع ہے کیونکہ وجوبِ صوم رؤیتِ ہلال سے ہی ممکن ہے اور اگر مطلع اَبر آلود ہو تو پھر تیس ۳۰ دن مکمل کئے جائیں گے۔

اِس بحث کو ہم نے اِس باب کی سابقہ فصول میں ذکر کیا ہے۔ حسابِ فلکی تو ایسے حساب میں سے ایک منفرد حساب ہے جس کے متعلق قاضی پر واجب ہے کہ وہ حسابِ فلکی کو بھی اپنی سوچ وو چار میں رکھے، اُسی طرح جس طرح دوسرے اسباب، جیسا کہ گواہوں کی حالت کو دیکھنا، شک اور تہمت والزام سے اُن کا بری الذمہ ہونا، اُن کے حواس کا صحیح وسالم ہونا، اُن کی نظر کی تیزی، آسمانی افق کا صحیح وسالم ہونا، اور ہلال کی وہ جگہ جو رؤیت کی تشویش دے، اور ہلال کی منزل کی پہچان کا ہونا، جہاں سے ہلال طلوع ہوا ہو۔

اگر قاضی کو کوئی شک وشبہہ پیدا ہو کہ فلاں گواہ صحیح نہیں۔۔یا۔۔اُس گواہ نے حساباتِ فلکی جن شروط کے ساتھ اخذ کئے وہ صحیح نہیں ہیں، تو قاضی قطعی طور پر اُس کی شہادت قبول نہیں کرے گا اور اُس وقت اُس کی شہادت ردّ کر

دی جائے گی۔ یہی خلاصۂ کلام ہے جس کو امام سبکی علیہ الرحمہ نے حساباتِ فلکی کے ساتھ کسی قید کے بغیر اخذ کیا تھا۔ اور یہی خلاصہ مذکورہ علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ کے موٴقف کا مفہوم ہے جو انہوں نے سابقہ شروط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

سابقہ نظریہ کے متعلق شیخ عماد الدین بن احمد کی رائے:

اوّل:۔۔۔ جس شخص نے بذاتِ خود تنہا ہلال کو دیکھا اور اُس کی شہادت سابقہ اسباب میں سے کسی ایک سبب اور حساباتِ قطعی کے ساتھ ردّ کی گئی ہو، تو اُس شخص پر صومِ رمضان واجب ہو جائے گا اور عوام الناس و دیگر میں سے کسی دوسرے شخص پر روزہ واجب نہیں ہوگا۔

دوم:۔۔۔ اگر ایک علاقہ میں ہلال رمضان دیکھا گیا لیکن اُس علاقہ کے کسی دوسرے علاقہ میں ہلال نظر نہ آیا تو دیکھا جائے گا کہ جس علاقہ میں ہلال نظر آیا تھا اُس علاقہ کے لوگوں پر ماہِ صیام کا روزہ واجب ہو جائے گا۔

جبکہ جس علاقہ کے لوگوں نے ہلال نہ دیکھا تو وہ لوگ ماہِ شعبان تیس ۳۰ ایام کا مکمل کریں گے۔ اگرچہ اُن کے علاقہ کے مطالع مختلف کیوں نہ ہوں۔

ایسی صورت میں وہ مطالع کے مختلف ہونے والے مسئلے پر شوافع کی طرح عمل کریں گے، اور اگر انہوں نے مطالع مختلف ہونے کی صورت کو حجت نہ پکڑا تو اُن سب پر صومِ رمضان واجب ہو جائے گا۔ جس طرح جمہورِ احناف، مالکیہ اور حنابلہ نے کہا (اِس مسئلہ کی وضاحت بحثِ چہارم میں مکمل ہوگئی تھی)۔

سوم:۔۔۔ رؤیتِ ہلال ممکن ہونے کے بعد آسمان پر اگر ہمارے اور ہلال کے درمیان بادل وغیرہ ظاہر ہو گئے تو اُس صورت میں روزہ واجب نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی ترکِ روزہ (افطار کرنا) واجب ہوگا۔ کیونکہ ہلال کے لیے رؤیت اور وہ امر جو صوم و افطار کے لزوم کے لیے شرط ہے وہ امر محقق نہیں ہو رہا۔

چہارم:۔۔۔ ہلال رمضان نظر نہ آنے کی صورت میں حساباتِ فلکیہ کی طرف یقینی طور پر شروط کے ساتھ رجوع کیا جائے گا، جبکہ صوم و افطار صرف رؤیتِ ہلال سے ممکن ہوتا ہے۔۔یا۔۔ پھر رؤیتِ ہلال کے ناپید ہونے کی صورت میں تیس ۳۰ دن کا مہینہ مکمل کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ اِس مسئلہ کی وضاحت بحثِ ہشتم و نہم میں گزر چکی ہے۔

پنجم:۔۔۔ اب صرف ایک ہی حالت باقی بچ جاتی ہے اور وہ صورتحال یہ ہے کہ جب لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد رؤیتِ ہلال کی خبر دے حالانکہ حساباتِ فلکی قطعی اور متواتر طور پر رؤیتِ ہلال کے ناممکن ہونے کو ثابت کر رہے ہوں۔

شیخ محمد بخیت المطیعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

کہ اگر رؤیتِ ہلال کے متعلق لوگوں کے ایک عظیم گروہ نے خبر دی اور اُن لوگوں کے گروہ کا جھوٹ پر جمع

ہونا عادۃً محال ہو۔۔یا۔۔پھر ہلال کی رؤیت کی خبر ایسی ہو جو قطعی طور پر مفید ثابت ہو رہی ہو اور خبر دینے والے افراد حدِ تواتر تک نہ پہنچ سکیں، جبکہ علمِ حساب، رؤیت ہلال کی عدم امکانیت پر دلالت کر رہا ہو اور اِس نظریہ پر بہت زیادہ علماءِ حساب بھی متفق ہوں جو حدِ تواتر تک پہنچ گئے ہوں ۔۔یا۔۔حدِ تواتر تک نہیں پہنچے لیکن اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے، تو ایسی صورت میں جو مسئلہ ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے رؤیتِ ہلال کی شہادت دی بغیر کسی شک وشبہہ کے اُس کی شہادت قبول کی جائے گی، کیونکہ علمِ حساب کو صرف چند افراد ہی صحیح طور پر جانتے ہیں، لیکن علمِ حساب کی معرفت رکھنے کا دعویٰ بہت زیادہ لوگ کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ بھی عام فہم بات ہے معرفت رکھنے والا شخص اپنے عمل میں اکثر خطا کر جاتا ہے، لیکن علم میں خطا نہیں کرتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی امور سے وہ شخص دُور ہوتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ امور اُس کی نسبت ظنی امور ہوں۔ جن میں لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے ہلال کی رؤیت کا مشاہدہ کیا ہو، اور ایسا آسان اور ظاہر ہے اور اُن کو خبر دینا رؤیتِ قطعی ۔۔یا۔۔ بقریب قطعی پر دلالت کرتا ہے، اور اِس امر کا تقاضہ مذہب کے قواعد بھی کرتے ہیں[٦]۔

شیخ عماد الدین بن احمد کی رائے:

شیخ عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ رقمطراز ہیں کہ یہ ایک فرضی مسئلہ ہے، اگر لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت رؤیتِ ہلال کا مشاہدہ نہ کر سکی، رؤیت دراصل ناممکن ہوئی، اور اگر لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے ہلال کی رؤیت کی جبکہ علمِ حساب رؤیتِ ہلال کو ناممکن ثابت کرتا رہا، اور رؤیتِ ہلال اور علمِ حساب کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہو گیا، تو ایسی صورت میں 'علمِ حساب' پر 'رؤیتِ ہلال' کو مقدم کیا جائے گا، جیسا کہ اس مسئلہ میں سب کا اتفاق بھی ہے، کیونکہ ثبوتِ صوم میں اصل معاملہ 'رؤیتِ ہلال' کا معاملہ ہے اور ہلال کی رؤیت ومشاہدہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے مکمل کیا، تو اس کی وجہ سے رؤیت ثابت ہو جائے گی۔ اور تمام لوگوں پر رؤیت کے ثبوت کی بناء پر صومِ رمضان واجب ہو جائے گا اور بذریعہ پیغام رسانی دوسرے لوگوں کو بھی یہی علم دیا جائے گا۔ اور یہی امر ایسا امر ہے جس پر علمائے کرام رحمہم اللہ متفق ہیں۔

قابلِ غور بات:۔۔۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جس کے متعلق مجھے عصرِ حاضر کے مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہے کہ جب حسابات کے علم وعمل میں کوئی عارضہ درپیش ہو، اور 'رؤیتِ ہلال' کے متعلق فتاویٰ جاری کرنے سے پہلے مکمل تحقیق، تحرّی اور یقینِ کامل ہو جائے کہ ہمارا آسمان مصنوعی چاندوں سے بالکل خالی ہے، جیسا کہ آسمان پر بہت زیادہ مصنوعی ستارے (خلائی شٹلز) وغیرہ موجود ہیں، آسمان پر بلند ہیں، ہر عام وخاص اُن کو دیکھ سکتا ہے کیونکہ سابقہ علمائے کرام

یہ مسئلہ بیان کر چکے ہیں کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت کی شہادت مقدم ہوگئی جن کا کذب پر جمع ہونا ناممکن ہو۔ علمِ حساب کو صرف اور صرف چند لوگ ہی جانتے ہیں۔ حالانکہ علمِ حساب کی معرفت کا دعویٰ بہت زیادہ لوگ کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ بات مشہور ہے کہ علمِ حساب کی معرفت و پہچان رکھنے والے شخص سے عملی طور پر خطا و غلطی ہو جاتی ہے، جبکہ علمی طور پر اُس سے خطا و غلطی نہیں ہوتی، اور غلطی ہو جانے کی وجہ اُس شخص کی بنیادی امور سے عدم شناسائی ہے۔۔یا۔۔ پھر ظنی طور پر دُوری ہے۔ اور ایسا سبب ہمارے اِس دَور میں پیچیدگی کے ساتھ یقینی طور پر آ گیا، اور مطلوبہ تواتر کی حد سے بھی آگے گزر چکا جس حد کو علمائے کرام نے مشروط قرار دیا تھا، حالانکہ ہمارا آسمان مصنوعی ستاروں سے بھرا ہوا ہے۔۔یا۔۔ پھر آسمان پر وہ چیزیں بھی موجود ہیں جو مختلف اور عجیب و غریب بناوٹ میں مصنوعی ستاروں کے مماثل ہیں۔

واضح رہے کہ مجھے اِس خلاصہ کی توفیق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مرحمت فرمائی اور میں نے اُسے اِس باب میں تحریر کیا۔ صحیح کام کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا ہے۔

---

(۱)۔۔۔العلم المنشور فی اثبات الشھور: ۳۸، ۳۹، ۳۷۔

(۲)۔۔۔فقہ الصیام: ۳۰۔ (۳)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ: ۲۰۱۔

(۴)۔۔۔العلم المنشور فی اثبات الشھور: ۵۰۔ (۵)۔۔۔تحفۃ المحتاج بشرح المنھاج: ۳/۳۸۲۔

(۶)۔۔۔ارشاد اہل الملۃ: ۲۰۴۔

﴿بحث ہفتم﴾

﴿یورپ وامریکہ میں ہلال رمضان وشوال کے اِثبات کی کیفیت﴾

امریکہ و یورپین ممالک میں اسلامک سینٹرز کے ذمہ دار افراد، ماہِ رمضان و عیدالفطر کے اثبات کے مسئلہ میں چار[۴] طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر عمل کرتے ہیں، اور وہ چار[۴] طریقے درج ذیل ہیں:

طریقۂ اول:۔۔۔حساباتِ فلکی پر مطلقاً اعتماد کرنا:

'علمِ حساب' کی سوچ وفکر پر مشتمل ایک بہت بڑا اسلامی ادارہ امریکہ میں قائم کیا گیا، اُس اسلامی ادارہ نے بعض ہم عصر علمائے کرام کے ایسے مختلف فتاویٰ جمع کیے جنہوں نے اُن کے لیے مطلقاً فلکی حساب کو جائز قرار دیا تھا۔ امریکہ کے اُس ادارے نے حتیٰ الامکان اپنے مؤقف کا اعلان کیا، اُس کو نشر کیا اور امریکہ کے اُس ادارہ کے متعلق اسلامی سینٹرز کے افراد کی ایک خاص بڑی تعداد نے موافقت بھی اختیار کی، اُن کی یہ موافقت نورِ علم سے دُوری پر مبنی ہے۔۔۔یا۔۔۔پھر انہوں نے کسی دلیل کے بغیر لکیر کے فقیر نابینوں کی پیروی کی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں یہ دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور اُن کو صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے (آمین)۔ اُن کی اِس رائے کی تردید ہم نے بحثِ ششم کی فصلِ چہارم میں تحریر بھی کی۔

طریقۂ دوم:۔۔۔رقبہ کے اعتبار سے ایک وسیع ملک کا ایک مَطلع پر اعتبار کرنا:

اِس طریقۂ دوم کی تائید کرنے والوں نے کہا:

کہ یہ واجب ہے کہ ہر ملک میں ماہِ رمضان کے صیام کی ترتیب ایک ہونی چاہئے اور اِس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے امریکہ جیسا وسیع و عریض ملک بطورِ مثال پیش کیا، گویا کہ امریکہ میں 'مَطلع قمر' ایک ہی ہے، جبکہ امریکہ کی مغربی حدود کے لوگوں نے ہلال کی رؤیت کو پسند کیا، اور مغربی حدود کے لوگوں نے تمام مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ تمام 'رؤیتِ ہلال' کی اِتباع کریں۔ اُنہوں نے مسئلہ رؤیت کے متعلق اپنے امراء و حکمران طبقہ کی تحقیق کا اعتبار کرنے کو ترجیح دی، اور کہا کہ مشرق ومغرب شمال وجنوب کے تمام مسلمان اِس تحقیق کی پیروی کریں۔

اگرچہ امریکہ ایک بڑا ملک ہے لیکن اُن کے حکمران وامیر کی طرف سے چونکہ رؤیتِ ہلال ثابت ہے، لہٰذا اُن کی تحقیق پر عمل کیا جائے۔ اِس مؤقف کی مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے اِتباع بھی کی۔ یہ مسلمان مختلف ولایات میں رہتے ہیں اور اُن کے بہت زیادہ اسلامک سینٹرز ہیں، اور وہ تمام رؤیتِ ہلال کے مسئلہ پر اپنے امیر

کی پیروی کرتے ہیں۔

شیخ عمادالدین بن احمد حفظہ اللہ کہتے ہیں:

کہ میری رائے کے مطابق یہ مسئلہ، رؤیت کی جگہ کے قریبی ممالک وشہروں کے حساب سے اہم نہیں۔ اگرچہ مسافت دُور ہو، اِس کے مطابق علمائے کرام میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا جبکہ اُس فقہی مذہب کی کلی طور پر مخالفت بھی کی گئی۔

شوافع نے اختلافِ مطالع کے مسئلہ میں اُن کے ساتھ اختلاف کیا،شوافع کے نزدیک، قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ رؤیتِ ہلال کی جگہ سے دُور والے علاقوں میں اُس مسافت کا اعتبار کیا جائے گا جو مسافت تقریباً (۱۳۳ کلو میٹر) ہوگی، جبکہ امریکہ کے مشرق، شمال، جنوب اور مغربی امریکہ میں رؤیتِ ہلال کی جگہ کے درمیان جو مسافت پائی جاتی ہے وہ ہزاروں کلومیٹر کی مسافت تک پہنچ جاتی ہے۔لہٰذا اِس صورتِ مسئلہ کے مطابق ماہِ صیام کے روزے رکھنا شوافع کے نزدیک باطل شمار ہوں گے۔البتہ اِس اختلاف کی وجہ سے درج ذیل امور ترتیب پاتے ہیں۔

اوّل:۔۔۔اہلِ مشرق، رؤیتِ ہلال کے مسئلہ میں اہلِ مغرب سے سبقت لے جاتے ہیں،اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ رؤیت، مغربی امریکہ کی آخری حدود تک مکمل ہوتی ہے، اِسی طرح مشرقی امریکہ میں رؤیتِ ہلال کی خبر، تاخیر سے ثابت ہوتی ہے اور اُس تاخیر کی وجہ پانچ ۵، چھ ۶ گھنٹے کا فاصلہ ہے، کیونکہ مطالع مختلف ہوتے ہیں اور مسافت بہت دُور کی ہوتی ہے۔ایسی صورتحال کی وجہ سے رمضان کریم کی پہلی رات کی تراویح باجماعت باطل ہی ہو جاتی ہیں، کیونکہ ایسی خبر، اہلِ مشرق کی بہ نسبت، نصف رات تک تاخیر سے پہنچتی ہے۔ اِسی طرح ماہِ رمضان شریف کی انتیس ۲۹ کی رات کو لوگ نمازِ عشاء کے بعد نمازِ تراویح اَدا نہیں کرتے کیونکہ اُس رات کو عیدالفطر کی رات (چاند رات) شمار کیا جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اُن کی اِتباع کرنے سے اجتناب کیا اور اِس بدعت کی وجہ سے انہوں نے تمام فقہی مذاہب کی مخالفت کر دی۔

دوم:۔۔۔اگر وہ لوگ ثبوتِ رمضان کی خبر موصول ہونے سے پہلے سو گئے، تو پھر اُن کا روزہ صحیح نہیں ہو گا اور اگر فجر کے بعد صحیح بھی ہو پھر بھی نہیں کیونکہ عقدِ نیت معدوم ہے اور معدوم، عقدِ نیت پر رات بسر کرنا بھی جمہور کے نزدیک روزہ کو صحیح قرار نہیں دیتا۔اگرچہ اُن کے لیے جائز ہے کہ وہ اِس صورت میں احناف کی تقلید کریں کہ جن کے نزدیک، زوال سے پہلے عقدِ نیت پایا گیا جیسا کہ انہوں نے احناف، مالکیہ، اور حنابلہ کی مخالفت کی جبکہ محقق ابن حجر کے فتاویٰ میں امام سبکی علیہ الرحمہ وامام اسنوی کی تصریح ملتی ہے کہ:

اگر مطالع مختلف ہوں اور جس علاقہ میں رؤیتِ ہلال ثابت ہوئی وہاں کے لوگوں پر ماہِ صیام کا روزہ لازم

ہوگا۔اور جب رات مغربی علاقوں میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مشرقی علاقوں میں داخل ہواور پھر مغربی علاقوں میں داخل ہوتوایسی صورت میں اختلاف کے باوجود، ہلال رمضان کی رؤیت جب مشرقی علاقوں میں ثابت ہوگی تب مغربی علاقوں میں بھی ثابت ہوگی،اوراگران دونوں،مشرقی ومغربی علاقوں میں رؤیتِ ہلال ثابت ہوجائے تو پھرایک ہی رؤیت پر ماہِ رمضان شریف کے روزوں کی بجاآوری کی جائے گی[1]۔

امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ:

''مسئلہ رؤیتِ ہلال میں سب سے پہلے والے علاقہ کی رؤیت کونمونہ بنانے میں سب سے زیادہ سبقت ہوگی، کیونکہ احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہی مسئلہ معتمد علیہ ہے۔اوراس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اُن کا فعل صحیح نہیں اوراس مسئلہ میں مذاہبِ ثلاثہ کی مخالفت بھی ہے''۔

طریقۂ سوم:۔۔۔اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنا:

اختلافِ مطالع کے قائلین ماہِ رمضان وعیدالفطر میں رؤیتِ ہلال پراعتماد کرتے ہیں۔اوروہ ہلال دیکھ کرروزے شروع کرتے ہیں،اور ہلال شوال دیکھ کرروزے رکھنے ختم کرتے ہیں۔اور ہر منطقہ علیحدہ ہےاورامام محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمہ کے اختلافِ مطالع کے مؤقف کے متعلق جو کچھ کہا ہے، اِسی طریقۂ سوم کے افراد نے اس پرعمل کیا ہے۔

طریقۂ چہارم:۔۔۔صوم وعیدالفطر کے اثبات میں کسی ایک اسلامی ملک کی اِتباع کرنا:

امریکہ کے اسلامی سینٹرز میں بہت زیادہ لوگ اِس طریقہ پراعتمادویقین کرتے ہیں،اوروہ کسی ایک اسلامی ملک کی پیروی کرتے ہیں، اِس میں کوئی حرج بھی نہیں، کیونکہ جمہورِاحناف ومالکیہ وحنابلہ نے اثباتِ صوم وعید کے لیے اختلافِ مطالع کا اعتبار بالکل نہیں کیا، البتہ انہوں نے اپنے معتمداور قابلِ ترجیح اقوال، اپنی کتب میں جمع بھی کیے، جواقوال رؤیتِ ہلال کے ثبوت پردلالت کرتے ہیں،اورعلمِ حساب پرعمل کرنے کی تردید کرتے ہیں۔اِسی طرح جس شخص نے اپنی آنکھوں سے ہلال کوسب سے پہلے دیکھا اُس کی رؤیت بھی حجت ہوگی، جبکہ علمائے احناف کہتے ہیں کہ ظاہر مذہب کے مطابق دن کے وقت قبل اَز زوال ۔۔یا۔۔ بعداَز زوال، رؤیت ہلال اور اختلافِ مطالع معتبر نہیں ہوں گے۔یہی رائے اکثر مشائخ احناف کی رائے ہے، اِسی پرفتویٰ بھی ہے اور کسی دوسرے علاقے کے مَطلع پر ہرگز عمل نہیں کیا جائے گا، بلکہ سب سے پہلے جس شخص نے ہلال کودیکھا اُس شخص کی شہادت پرعمل کرناواجب ہوگا۔مثلاً:۔۔۔

اگرمشرق والوں نے جمعہ مبارکہ کی رات ہلال کودیکھااورمغرب والوں نے ہفتے کی رات ہلال کودیکھا،تو

اہلِ مغرب پر واجب ہے کہ وہ اہلِ مشرق کی رؤیت پر عمل کریں۔[1]

امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے کہا:

یہی ہمارے نزدیک مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک قابلِ اعتماد قول ہے، کیونکہ حدیثِ نبوی میں مطلقاً عام خطاب کیا گیا ہے، فرمایا:۔۔۔صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ۔۔۔چاند دیکھ کر روزہ رکھو[2]۔۔۔

اور اِس بارے میں مالکیہ وحنابلہ کے اقوال صاف طور پر واضح ہیں جن کا ذکر بحث رابع میں تفصیل سے گزرا۔ جبکہ اسلامی ممالک میں رؤیتِ ہلال پر اعتماد کرنے سے پہلے درج ذیل امور کو بنظرِ غائر دیکھا جائے گا۔

اول:۔۔۔مسئلہ رؤیت میں اسلامی ملک کسی قریب ترین مشرقی ملک کی پیروی واِتباع کرتا ہو۔

دوم:۔۔۔مسئلہ رؤیتِ ہلال میں اسلامی ملک کا اعتماد ویقین صومِ رمضان وعید الفطر میں صرف اور صرف 'رؤیتِ ہلال' پر ہو، اور صوم وعید کے اِثبات کے لیے وہ حساباتِ فلکی کی بالکل اتباع نہ کرتا ہو۔

سوم:۔۔۔اُس اسلامی ملک میں رؤیت کا اعتماد مسلمان حاکم کی طرف سے نافذ ہو۔۔یا۔۔پھر اُس شخص کی طرف سے رؤیت کا حکم نافذ ہو، جو اُس ملک کا قاضی القضاۃ ہو۔۔یا۔۔سرکاری مفتی ہو، اور اُس کی طرف سے ماہِ رمضان کے روزوں کے آغاز کا حکم جاری ہو، اور پھر عید الفطر کا حکم بھی جاری ہو۔

چہارم:۔۔۔چشم دید افراد سے معلوم کیا جائے کہ فلکی حسابات اپنی قطعی ومتواتر شروط کے ساتھ رؤیتِ ہلال کی ولادت وپیدائش کو اُس ہمسایہ اسلامی ملک میں ناممکن ثابت کر چکی ہوں۔۔یا۔۔پھر ہلال کی عمر اتنی چھوٹی ہو کہ وہ نظر ہی نہ آسکتا ہو، تو ایسی صورتحال میں اُس ملک کی رؤیت کی قطعاً اِتباع نہیں کی جائے گی۔دو[2] غیر اسلامی ممالک کے صوم وعید کے مابین پائے جانے والے اختلاف نقصان کا باعث نہیں، اگرچہ ہم اُن کے مابین اتحاد و اتفاق کی تمنا کریں، لیکن انہوں نے ماہِ صیام کے اِثبات کے لیے کسی ایک فقہی مذہب پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ ہم نے اِس کو سابقہ مباحث میں بیان بھی کیا تھا۔ اِس کی وجہ سرفہرست یہ ہے کہ اُن ممالک میں مسلمان حکمران نہیں۔۔یا۔۔مسلمان حکمران کا نمائندہ نہیں ہوتا، جس طرح اسلامی ممالک میں قاضی ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اُن دو[2] غیر اسلامی ممالک کے درمیان خلاف ختم ہوتا۔ یہ مسئلہ بحثِ دوم میں بھی گزرا ہے۔۔۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَحْكَمُ ۔۔۔اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا، پختہ حکم والا ہے۔

---

(۱)۔۔۔تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج:۳/۳۸۲۔ (۲)۔۔۔حاشیۃ ردّ المحتار علی الدر المختار:۲/۳۹۲۔

﴿خاتمہ﴾
﴿سابقہ مباحث سے حاصل ہونے والا نتیجہ﴾

سابقہ مباحث سے درج ذیل اُمور واضح ہوتے ہیں:

اول:۔۔۔ماہِ رمضان کے اثبات میں معتمد قول اور اسی طرح ماہِ شوال میں عیدالفطر کا ثبوت رؤیتِ ہلال سے ہی ممکن ہے۔بصورتِ دیگر ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ دن مکمل کر لئے جائیں گے،اور علیٰ ھذا القیاس جب رؤیتِ ہلال میں مشکلات درپیش ہوں گی تب ماہِ رمضان تیس ۳۰ دن کا شمار کر لیا جائے گا۔

دوم:۔۔۔دن کے وقت رؤیتِ ہلال میں کوئی عبرت نہیں خواہ یہ رؤیتِ ہلال زوال کے وقت سے پہلے ہو خواہ زوال کے وقت کے بعد،اور واضح رہے کہ غروبِ آفتاب کے بعد والے وقت میں ہی رؤیت قابلِ تقلید اور قابلِ عبرت ہوگی۔

سوم:۔۔۔مثال کے طور پر حساباتِ فلکی اپنی قطعی و متواتر شروط کے ساتھ یہ ثابت کر رہے ہوں کہ رؤیتِ ہلال، ہلال کی پیدائش و ولادت نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے اور پھر ایسی صورتحال میں ایک گواہ رؤیتِ ہلال کی شہادت دیتا ہے تو اُس کی شہادت کی تردید کر دی جائے گی کیونکہ شہادت ظنّی ہوتی ہے اور علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے ایسی ظنّی شہادت کی شروط بھی بیان کی ہیں جن شروط کو ہم نے بحثِ ششم کی فصلِ دہم میں بیان کیا ہے۔

اور اگر چہ یہ رؤیت لوگوں کے ایک عظیم گروہ کی طرف سے حاصل ہو جن لوگوں کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو جبکہ حسابات کا علمِ قطعی تواتر کے ساتھ یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ رؤیت مستحیل و ناممکن ہے تو پھر ایسی نوعیت میں رؤیت کو مقدم کیا جائے گا اور تحقیق و تحرّی کرنے کے بعد حساب کے طریقہ کی تردید کر دی جائے گی، جیسا کہ سابقہ بحث کی فصلِ دہم میں ہم نے تجاویز بھی پیش کیں۔

چہارم:۔۔۔دُوربین (Telescope) کے ساتھ رؤیتِ ہلال قابلِ اعتماد ہوگی کیونکہ دُوربین آنکھوں کی بصارت میں اضافہ کرتی ہے اور دُوربین ہمیں وہی چیز دکھاتی ہے جو چیز آسمانی فضا میں موجود ہو،لیکن اس رؤیتِ دُوربین کے لیے ایک شرط ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ ایسی رؤیت،غروبِ شمس کے بعد ممکن ہو،البتہ وہ رؤیتِ ہلال جو فلکی حساب کے ساتھ ہو دُوربین کے ساتھ ایسی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔یہی قول علمائے احناف کے ہاں بھی قابلِ اعتماد قول ہے۔اور اسی طرح سی سی ڈی کیمرہ سے دیکھی جانے والی ہلال کی رؤیت کا اعتبار بھی نہیں کیا جائے گا۔

پنجم:۔۔۔آسمان کی وہ جگہ جس جگہ پر ہلال کی رؤیت ممکن ہوتی رہتی ہے اگر اُس جگہ کے مشاہدہ کے دوران ہمارے اور ہلال کے درمیان بادل وغیرہ ظاہر ہوگئے ہوں تو ایسی صورتحال میں رؤیتِ ہلال ثابت نہیں ہوگی اور نہ ہی روزہ رکھنا واجب ہوگا اور نہ ہی روزہ رکھنے کے بعد ترکِ روزہ ثابت ہوگا کیونکہ رؤیتِ ہلال متحقق نہیں ہوسکی جو دراصل صوم وافطار کے لزوم کے لیے شرط ہے، لہٰذا اسی پر بناء قائم کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ یقیناً حساباتِ فلکی کی طرف نفی میں رجوع کیا جائے گا لیکن اثباتِ ہلال کے لیے رجوع نہیں کیا جائے گا۔

اس کے واضح طور پر شروط بھی ہیں جبکہ صوم وفطر، رؤیتِ ہلال سے ہی ممکن ہوگا۔۔۔یا۔۔۔پھر مہینہ تیس ۳۰ دن کا مکمل گزر جائے اور رؤیتِ ہلال میں مشکلات کا سامنا ہو۔اس مسئلہ کی وضاحت بحثِ ثامن وتاسع میں گزر چکی۔

ششم:۔۔۔جو لوگ حساباتِ فلکیہ پر عمل کرتے ہیں اُن لوگوں سے بچنا واجب ہے کیونکہ ایسے لوگ ماہِ رمضان کے تشریف لانے سے چند روز پہلے ہی علمِ حساب کی روشنی میں آغازِ صوم کی تاریخ کا اعلان کردیتے ہیں۔

اسی طرح ماہِ رمضان کریم کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے ہی وہ لوگ عیدالفطر کی تاریخ ودن کا اعلان کردیتے ہیں اور ایسے لوگ رؤیتِ ہلال کو بالکل کوئی اہمیت نہیں دیتے خواہ مَطلع صاف ستھرا ہو خواہ مَطلع اَبر آلود ہو۔اِس موضوع پر بحثِ سادس کی فصل ہفتم میں گفتگو گزر چکی ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں۔

ہفتم:۔۔۔رؤیتِ ہلال کے مسئلہ میں مذاہبِ اربعہ کے اصحاب کے اقوال دیکھیں تو آپ کو اُن کے درمیان اختلافِ مطالع کا فرق دکھائی دے گا، جیسا کہ فقہائے شوافع۔یا پھر آپ کو اُن کے درمیان اختلافِ مطالع کا بالکل اعتبار ہی نہ کرنا دکھائی دے گا، جیسا کہ جمہورِ احناف، مالکیہ اور جمہورِ حنابلہ۔

اگرچہ ہم جمہور کے قول کی طرف میلان رکھتے ہیں خاص طور پر وہ لوگ جو امریکہ میں مقیم ہیں کیونکہ جمہور کہ اس قول میں کافی وسعت ہے کہ اُن کو صومِ رمضان کا مکمل علم ہوتا ہے۔۔۔یا۔۔۔پھر بعض جگہوں میں ظہر سے پہلے عیدالفطر کا اعلان کرنا۔۔۔یا۔۔۔ظہر کا وقت گزر جانے کے بعد عیدالفطر کا اعلان کرنا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقہ کے سات ۷ سے آٹھ ۸ گھنٹے دیر سے ہیں بلکہ عالمِ اسلامی میں رؤیت کی جگہ سے بھی زیادہ اوقات کا فرق ہوتا ہے، اور پھر امریکہ میں نمازِ عید کے لیے جگہ کو مختص کرنا اور اسی طرح ارکانِ بالا سے روزمرہ کام کاج کے لیے رخصت طلب کرنا، کیونکہ امریکہ میں روزمرہ کے کام کاج کا سلسلہ ایسی تقریبات ومحافل کی وجہ سے تعطل کا شکار نہیں ہوتا، جس طرح آج کل اسلامی ممالک میں بھی یہی صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے۔

وَاللہُ الْمُوَفِقُ لِلصَّوَابِ

﴿باب سوم﴾

﴿روزوں کی سمجھ بوجھ و پہچان﴾

بحثِ اوّل:۔۔۔روزے کی اقسام۔

بحثِ دوم:۔۔۔وہ امور جو روزہ کو فاسد کرتے ہیں۔

بحثِ سوم:۔۔۔وہ امور جن کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

بحثِ چہارم:۔۔۔عذرِ شرعی میں روزہ کو افطار کرنا۔

بحثِ پنجم:۔۔۔ روزے کی سنتیں، آداب و مکروہات۔

بحثِ ششم:۔۔۔ روزے کی قضاء۔

بحثِ ہفتم:۔۔۔روزے کا کفارہ۔

بحثِ ہشتم:۔۔۔روزے کا فدیہ۔

بحثِ نہم:۔۔۔حاملہ اور بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین اور روزہ۔

بحثِ دہم:۔۔۔مریض، شیخ فانی جس کو شفایابی کی امید نہ ہو، شوگر کا مریض اور دورانِ روزہ نکوٹین کا استعمال وغیرہ اور ان کا حکمِ شرعی۔

بحثِ یازدہم:۔۔۔وہ شخص جو فوت ہوگیا جبکہ اُس پر روزہ لازم تھا، اُس شخص کا شرعی حکم۔

﴿تمہید﴾

ماہِ رمضان کے روزوں کی بہت اہمیت ہے کیونکہ روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے اور بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک خاص عبادت کا نام ہے، روزہ کی اَدائیگی پر بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے، ماہِ رمضان میں تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اس ماہِ کریم میں قرآنِ عظیم کو نازل کیا گیا۔ اِن فوائد وفضائل کے علاوہ اور بہت زیادہ اسرار ورموز ہیں جن کو تحریر کرنا کافی مشکل کام ہے، ہمارے علمائے کرام آئے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسمائے مقدس کا اہتمام کیا، اس موضوع پر کتب تحریر کیں، ماہِ رمضان شریف کے مسائل تفصیل سے بیان کئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اپنی کتب میں اس کے متعلق متعدد صفحات مختص کئے۔

اس باب میں ہم کوئی نئی چیز کا ذکر نہیں کریں گے بلکہ ہم بھی اہل سنت والجماعت کے قابل اعتماد، مذاہبِ اربعہ کے فقہائے کرام کے اقوال ذکر کرنا مناسب سمجھیں گے اور یہ اس لیے تحریر کریں گے تاکہ ہماری یہ کتاب روزہ کے موضوع کو مکمل طور پر شامل ہو جائے، رؤیتِ ہلال کے مسئلہ کی توضیح تو ہمارا بنیادی ہدف تھا، مگر اُسی پر اکتفا کرنا بھی اچھا نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم اِس کتاب کو ایک مفید کتاب بنانا چاہتے ہیں تاکہ مسائل صیام میں کسی شخص کو دوسری کتب کی طرف رجوع کرنے کی کوئی خاص حاجت نہ رہے۔

جیسا کہ ہم نے اِس کتاب میں رمضان کریم کے متعلق دیگر مباحث کا بھی ذکر کر دیا، مثلاً: مسائل اعتکاف، مساجد کے احکام، نمازِ تراویح و دُعائے قنوت، نمازِ وتر، نمازِ تہجد، عید الفطر وعید الاضحیٰ کی نماز اور مسائل صدقۂ فطر وغیرہ۔ ہمیں اِس کام کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

﴿بحثِ اوّل﴾
﴿روزے کی اقسام﴾

فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ روزہ چار ۴ اقسام میں تقسیم ہوتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

اوّل:۔۔۔ فرض شدہ روزہ۔ اِس سے مراد ماہِ رمضان شریف کا روزہ ہے، اس کو اَدا کرنا فرض ہے۔

جملہ کفاروں اور نذر کا روزہ بھی اِسی قسم سے منسلک ہے۔

دوم:۔۔۔ مسنون روزہ۔۔یا۔۔ مستحب و نفلی روزہ۔

سوم:۔۔۔ حرام روزہ۔ **چہارم:۔۔۔** مکروہ روزہ۔

علمائے احناف نے روزہ کو آٹھ ۸ اقسام میں تقسیم کیا ہے اور انہوں نے فرض روزہ اور واجب روزے کو بھی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ اسی طرح مستحب و مکروہِ تحریمی و تنزیہی کو بھی تقسیم کیا جن کی اقسام آٹھ ۸ تک پہنچ جاتی ہیں۔[1]

نوع اوّل:۔۔۔ فرض کردہ روزہ۔

اِس سے مراد ہر سال فرض ہونے والا ماہِ رمضان کا روزہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿البقرۃ:۱۸۳﴾

اِے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جس طرح فرض کیا گیا اُن پر جو تم سے پہلے تھے کہ اب پرہیزگار ہو جاؤ (معارف القرآن)

۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَىٰ خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ والحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ [رواہ البخاری ومسلم]

اسلام کی بنیاد پانچ ۵ چیزوں پر ہے۔ گواہی دینا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔۔نیز۔۔محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ اَدا کرنا، حج اور رمضان کے روزے

روزے کے ارکان:

روزے کا پہلا رکن اور دوسرا رکن یہ ہے کہ روزے کا مہینہ ہو اور کھانے پینے کی اشیاء سے دُور رہنا۔ اِن دونوں ارکان پر اتفاق ہے۔ روزے کا زمانہ دو ۲ اقسام پر تقسیم ہوتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ماہِ رمضان کے

زمانہ کا پایہ جانا واجب ہو اور دوسری قسم کھانے پینے کی اشیاء سے رک جانا ہے، اور یہ رک جانا ماہِ رمضان کے دنوں میں ہے ماہِ رمضان کی راتوں کو نہیں۔

تیسرا رکن 'نیت' کرنا ہے۔ نیت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ماہِ رمضان میں نیت کے وجوب کے بارے میں فقہائے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ روزہ نیت کرنے کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، نیت کرنے کے بغیر روزہ بالکل صحیح نہیں ہوگا۔ اور ماہِ رمضان میں نیت کرنے کا وقت غروبِ شمس سے لے کر طلوعِ فجر ثانی تک ہے اور ماہِ رمضان کے روزہ کو ہر رات نیت کرنے کی حاجت درپیش ہوتی ہے جبکہ نفلی روزہ زوال سے پہلے پہلے نیت کرنے سے صحیح ہو جاتا ہے۔[2]

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان کی پہلی رات کی نیت تمام ماہ کے روزوں کو کفایت کرے گی[3]۔ جبکہ فقہائے احناف کہتے ہیں کہ تعین کرنا واجب نہیں بلکہ اگر ایک شخص نے مطلق روزہ کی نیت کی۔۔۔یا۔۔۔نفلی روزہ کی نیت کی تو اُس کی نیت پر اُس کا روزہ رکھنا جائز ہوگا۔ رات کو روزہ رکھنے کی نیت کرنا بھی جائز ہے اور اگر ایک شخص نے رات کو روزہ رکھنے کی نیت نہیں کی تو زوال کے وقت تک اُس کو نیت کرنا جائز ہوگا[4]۔

شیخ عماد الدین بن احمد کی رائے:

میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ماہِ رمضان شریف کی پہلی رات میں مکمل ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کی نیت کی جائے اور اس مسئلہ میں ہمیں فقہائے مالکیہ کی تقلید کرنی ہوگی کیونکہ ماہِ رمضان کی بعض راتوں میں انسان نیت کرنا بھول سکتا ہے اور پھر وہ شخص زوال سے پہلے نیت نہ کرے تو وہ اپنا سارا دن اور اُس دن کا روزہ ضائع کر دے گا لہٰذا فقہائے مالکیہ رحمہم اللہ کی تقلید مستحسن ہے۔

ماہِ رمضان کریم میں کمالِ نیت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس سال ماہِ رمضان کے فرض روزوں کی اَدائیگی کرنے کے متعلق کل آنے والے دن کے روزے کی نیت کرے، اور مسنون یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر حالتِ ایمان کے ساتھ اور حالتِ احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے کی نیت میں کلمات کا اضافہ کرے۔

فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ روزے کے تین[3] ارکان ہیں:

(۱)۔۔۔ روزہ رکھنے والا شخص موجود ہو۔ **(۲)۔۔۔** نیت کا کرنا۔

(۳)۔۔۔ کھانے پینے والی اشیاء سے باز رہنا[5]۔

روزے کے وجوب کی شرائط، صحتِ روزہ اور اَدائیگی روزہ کے متعلق تفصیل ہے جس کو فقہائے کرام نے ذکر کیا ہے، اِسی طرح روزے کے ارکان کے متعلق بھی فقہائے کرام نے تفصیل ذکر کی لیکن یہ تمام امور مندرجہ

ذیل امور کے ساتھ ہی متصل ہیں جن کی وجہ سے روزہ صحیح اَدا ہوگا۔

امرِ اوّل:۔۔۔دینِ اسلام کا ہونا۔

اگر کافر ماہِ رمضان میں اسلام قبول کر لیتا ہے تو ماہِ رمضان کے باقی دنوں کے روزے رکھے گا اور اسلام قبول کرنے سے پہلے دنوں کے روزے کی قضاء اُس شخص پر لازم نہیں ہوگی، اس پر علماء کا اجماع ہے[6]۔ البتہ دینِ اسلام سے کفر کی طرف چلا جانا، مرتد ہو جانا روزہ رکھنے اور صحتِ روزہ سے مانع ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴿الزمر:۶۵﴾ تو ضرور اکارت جاتے تمہارے عمل (معارف القرآن)

لیکن اگر مرتد شخص دوبارہ مسلمان ہو جائے تو فقہائے حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک اُس مرتد شخص پر حالتِ کفر کے رہ جانے والے ماہِ رمضان کے روزوں کی قضاء لازم ہوگی[7]۔ روزہ کی طرح نمازیں بھی قضاء کرنا لازم ہوں گی اور جو نمازیں حالتِ کفر میں اُس شخص نے نہیں پڑھی تھیں اُن کی قضاء بھی لازم ہوگی۔ لیکن فقہائے احناف کہتے ہیں کہ مرتد ہونے کے دوران وہ اصلی کافر کی طرح تھا، لہٰذا اُس پر کسی روزہ و نماز کی قضاء لازم نہیں ہوگی[8]۔

اگر اصلی کافر ماہِ رمضان کے دن کے وقت اسلام قبول کرتا ہے تو دن کا بقیہ حصہ وہ شخص کھانے پینے سے باز رہے گا، اور فقہائے حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک وہ اُس دن کے روزہ کی قضاء کرے گا۔ اِس صورت میں فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ رمضان کے دن مسلمان ہونے کے بعد دن کے بقیہ حصہ میں وہ کھانے پینے سے باز نہیں رہے گا اور نہ ہی وہ اُس دن کے روزہ کی قضاء کرے گا۔ جبکہ فقہائے مالکیہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ بقیہ دن کھانے پینے سے باز رہنا اور اُس دن کے روزہ کی قضاء کرنا اُس کے لیے مستحب ہوگی۔ جبکہ فقہائے احناف کہتے ہیں کہ وہ شخص اُس دن کے روزہ کی قضاء نہیں کرے گا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد دن کے بقیہ حصہ میں اگر وہ کھانے پینے سے دُور رہتا ہے تو یہ ایک مستحب عمل ہوگا[9]۔

امرِ دوم:۔۔۔نیت کرنا۔

نیت کرنے کے متعلق ہم نے ماہِ رمضان کے روزہ کے ارکان کے تحت تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔

امرِ سوم:۔۔۔عقل کا ہونا۔

۔۔۔حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ : عَنِ الصَّبِيِّ حتىّٰ يَبْلُغَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتىٰ يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ المَعْتُوهِ حَتىّٰ يَبْرَأَ۔ (ابوداؤد)

تین [3] اشخاص مرفوع القلم ہوتے ہیں، (کراماً کاتبین) اُن کے متعلق کچھ نہیں لکھتے۔ بچہ حتیٰ کہ بلوغت
کو پہنچ جائے۔ سویا ہوا شخص، حتیٰ کے نیند سے بیدار ہو جائے اور جسمانی معذور شخص جس کی
عقل کام نہ کرے، حتیٰ کہ وہ عقلی طور پر شفایاب ہو جائے۔

فقہائے احناف کہتے ہیں کہ مجنون دیوانے شخص پر حالتِ دیوانگی وجنون کے دوران ماہِ رمضان کا روزہ واجب نہیں ہوتا۔ اور اگر مجنون شخص آدھا مہینہ حالتِ بے ہوشی میں رہا پھر ہوش میں آ گیا تو ماہِ رمضان کے بقیہ روزے اُس کے اوپر واجب ہو جائیں گے اور فوت شدہ روزوں کی وہ قضاء کرے گا ماسوائے اُس دن کے جس دن اُس پر جنون و مدہوشی کا غلبہ ہوا کیونکہ صوم و امساک کا تعلق نیت کے ساتھ ہے، البتہ اگر مجنون و دیوانے شخص کو ماہِ رمضان کے ختم ہو جانے کے بعد ہوش آیا اور اُس کے حواس قائم ہوئے تو ایسی صورت میں گذشتہ ایام کے روزوں کی قضاء اُس پر واجب نہیں ہوگی۔ بے ہوش ہونے والا شخص بھی اِسی حکم میں شامل ہوگا۔ اسی طرح ایسا شخص جو ماہِ رمضان شریف سے پہلے نیند کرنے کی بیماری میں مبتلا ہوا اور ماہِ رمضان کا مہینہ مکمل ہو گیا لیکن وہ شخص ابھی بھی حالتِ نیند میں ہے، ایسے شخص پر بھی فوت شدہ ایام کی قضاء لازم نہ ہوگی [10]۔

اور اگر فجر سے چند لمحات پہلے بے ہوشی وغنودگی طاری ہوتی ہے اور بے ہوشی چند لمحات باقی رہی، اس شخص پر اُس دن کے روزے کی قضاء لازم ہوگی۔ اور اگر اُس شخص پر آدھا دن بے ہوشی باقی رہی اور آدھے دن سے بھی کم بے ہوشی باقی رہی اور پہلا وقت وہ بے ہوشی سے سلامت تھا، تو ایسی صورت میں اُس شخص پر قضاء لازم نہیں ہوگی۔ جو حکم بے ہوش ہونے والے شخص کا ہوگا وہی حکم مجنون و دیوانے شخص کا ہوگا۔ اور ان دونوں اشخاص کی طرح نشہ کرنے والے شخص کا حکم ہوگا جو شخص حالتِ نشہ میں ٹُن ہو [11]۔

فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ مجنون پر ماہِ رمضان کا روزہ واجب نہیں ہوتا، البتہ ایسا شخص جس کی عقل زائل ہو مگر کم زائل ہو اُس پر روزہ لازم ہوگا گویا کہ اُس نے رات کو جان بوجھ کر دِل خواستہ کے ساتھ ایسی چیز کھائی جس کی وجہ سے دن کے وقت اُس کی عقل زائل ہوگئی اور یہی حکم نشئی کا ہوگا، اُس پر فوت شدہ روزہ قضاء کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر اُس شخص نے غلطی کے ساتھ ایک برتن سے پانی سمجھ کر کچھ پی لیا لیکن وہ مشروب شراب تھی اور اُس کی وجہ سے حالتِ نشہ میں داخل ہو گیا تو نشہ جب تک باقی رہے گا اُس عرصہ تک کے روزوں کی قضاء کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ البتہ وہ شخص جو بے ہوش ہو گیا اُس پر مطلقاً روزہ کی قضاء لازم ہے خواہ اس کو بے ہوشی طاری ہونے کی عادت تھی۔۔یا۔۔عادت نہیں تھی، البتہ نیند مضر نہیں ہے۔ راجح قول کے مطابق روزہ دار اگر مکمل دن سویا رہا اُس کا روزہ صحیح ہوگا کیونکہ اگر نیند کرنے والے شخص کو بیدار کیا جائے تو وہ بیدار ہو جاتا ہے [12]۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ مجنون ودیوانے شخص پر ماہِ رمضان کا روزہ واجب ہی نہیں ہوتا اور مجنون شخص کا روزہ اُدا کرنا صحیح بھی نہیں! اگر مجنون شخص پر ماہِ رمضان میں دن کے وقت جنون طاری ہوا۔۔یا۔۔وہ جنون سے اِفاقہ کی حالت میں آیا، تو اُس دن کی قضائے روزہ اُس پر واجب ہوگی۔ اور اگر مجنون پر مکمل دن۔۔یا۔۔دن سے بھی زیادہ وقت جنون طاری رہا تو اس کی وجہ سے اُس پر قضاء واجب نہیں، البتہ ہوش ہونا اور نشہ میں آنا (خواہ نشہ آور اشیاء کی عادت ہو) عادتِ نشہ کا ہونا۔۔یا۔۔نہ ہونا معلوم ہو، تو پھر اُن دونوں پر روزہ کی قضاء کرنا واجب ہوگا[۱۳]۔

امر چہارم:۔۔۔ بالغ ہونا اور حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت کا ہونا۔

ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا حق و باطل اور اچھے و بُرے میں فرق کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے کی وجہ سے صحیح اُدا ہوتا ہے جس طرح نماز کا اُدا کرنا۔ فقہائے شافعیہ وحنفیہ اور حنابلہ کے ہاں اس صورت میں ایسے شخص پر روزہ واجب ہوگا جب اُس شخص کا ولی قمری مہینہ کے حساب سے سات ۷ سال عمر ہونے پر اس کو روزہ رکھنے کا حکم دے جبکہ جب اُس کی عمر دس ۱۰ سال کو پہنچے اور ماہِ رمضان المبارک کے روزے نہ رکھے تو اُس کے ولی۔۔یا۔۔سرپرست کو اختیار ہے کہ وہ اُس شخص کو سزا دے تاکہ وہ ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا عادی بن سکے جس طرح نماز اُدا نہ کرے تو اُس کا سرپرست اُس کو مارے[۱۴]۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ بچوں کو روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، البتہ جب بچے بالغ ہو جائیں تو وہ روزہ اُدا کریں گے جبکہ بچوں کو بالغ ہونے سے پہلے نماز اُدا کرنے کا حکم دیا جائے گا[۱۵]۔

امر پنجم:۔۔۔ صحت وتندرستی اور قدرت وطاقت کا ہونا۔

اُس شخص پر ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہوگا جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، مثلاً: عمر رسیدہ ہونا۔۔یا۔۔ایسی بیماری کا ہونا جس سے اُس مریض کو شفایاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو۔ اور نہ ہی حیض ونفاس والی عورتیں شرعی طور پر معذور ہیں البتہ اُن دونوں پر ماہِ رمضان المبارک کے روزے کی قضاء لازم ہوگی[۱۶]۔

امر ششم:۔۔۔ مقیم ہونا۔

مسافر پر ماہِ رمضان کا روزہ لازم نہیں ہوتا، اِس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴿البقرة:۱۸۵﴾

اور جو شخص مریض ہو۔۔یا۔۔سفر میں ہو اُس کو چاہیے کہ وہ (ماہِ رمضان کے علاوہ) دوسرے دن روزے کے لیے شمار کرے

مسافر پر ایسے سفر میں روزہ رکھنا واجب نہیں ہوگا جو سفر نمازِ قصر کے لیے شرعی سفر کہلاتا ہو اگرچہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک دورانِ شرعی سفر، روزہ رکھنا مباح ہے کیونکہ یہ جمہور فقہائے کرام کہتے ہیں کہ کسی امر

شرعی میں رخصت کا ہونا گناہ گار ہونے کو ثابت نہیں کرتا[17]۔

جبکہ فقہائے احناف کہتے ہیں کہ سفر کے دوران روزہ رکھنا مباح نہیں کیونکہ شرعی سفر بذاتِ خود رخصت کا وجود سبب بن رہا ہے[18]۔

جبکہ فقہائے حنابلہ کے علاوہ جمہور فقہاء کے نزدیک اگر مسافر نے وقت فجر سے پہلے سفر کرنا شروع کیا اور اُس کو صبح حالتِ روزہ میں ہوئی تو وہ اپنا سفر جاری رکھے گا اور روزہ افطار نہیں کرے گا، اور اگر مسافر کسی جگہ مقیم بن گیا تو پھر بھی وہ روزہ رکھے گا اور افطار نہیں کرے گا کیونکہ روزہ رکھنا ایک عبادت ہے جس میں سفر و حضر دونوں مشترک ہیں، لہٰذا حضر ہونا یعنی مقیم ہونے کا وصف غالب ہوگا کیونکہ روزہ کے لیے یہی اصل ہے[19]۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ماہِ رمضان میں دن کے وقت سفر کرنا شروع کیا اُس کو افضل یہ ہے کہ وہ اپنا روزہ مکمل کرنے کی نیت کرے تاکہ وہ ایسے خلاف سے نکل جائے جو علماء اس کے لیے روزہ (توڑنے) افطار کرنے کو مباح قرار نہیں دیتے، اور تغلیباً اُس پر مقیم ہونے کا حکم لگایا جائے گا جس طرح کہ نماز کا حکم ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام اوزاعی، حضرت سعید بن مسیّب، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا، افطار کرنا ہی افضل ہے۔ جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک بن انس اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

الصَّوْمُ اَفْضَلُ لِمَنْ قَوِیَ عَلَیْهِ

جو شخص دورانِ سفر روزہ رکھ سکتا ہے اُس کے لیے افضل ہے کہ وہ ماہِ رمضان المبارک کا روزہ رکھے[20]۔

امرِ ہفتم:۔۔۔ حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

حیض و نفاس والی عورت کے لیے روزہ رکھنا صحیح نہیں۔ حیض و نفاس والی دونوں عورتوں کے لیے لازم ہے کہ وہ فوت شدہ روزوں کی قضاء کریں جب وہ رمضان شریف کے بعد طہر و پاکیزگی کی حالت میں ہوں، البتہ وہ شخص جو بیدار ہوا تو وہ حالتِ جنابت میں تھا اور اُس نے غسل کر کے پاکیزگی حاصل نہیں کی اور وہ عورت جو حائضہ تھی اور فجر سے پہلے وہ پاک ہوگئی، حالتِ طہر میں آ گئی اور اس نے بھی غسل نہیں کیا، اور انہوں نے روزہ رکھ لیا تو وہ روزہ اُن کے حق میں صحیح ہوگا[21]۔

امرِ ہشتم:۔۔۔ روزہ کے لیے وقت کا صحیح ہونا:

ایسے دن نہ ہوں جن دنوں میں روزہ رکھنا صحیح نہ شمار کیا جائے مثلاً: عید الفطر و عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوگا، ایامِ تشریق کا روزہ رکھنا بھی صحیح نہیں ہوگا، اِسی طرح یومِ شک کا روزہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔ اِن

مسائل کی وضاحت سابقہ فصول میں ہم نے کر دی ہے۔

امر نہم:۔۔۔کھانے پینے والی اشیاء سے رک جانا:

اِس کو دو ۲ اقسام میں تقسیم کیا جائے گا، ان میں سے ایک قسم ایسی ہے جو روزے کو فاسد کر دیتی ہے اور کفارہ کے ساتھ قضاء کو واجب کرتی ہے جبکہ دوسری قسم ایسی ہے جو روزے کو فاسد کر دیتی ہے اور کفارہ کے بغیر روزہ کو واجب کر دیتی ہے۔اِن کی تفصیل آنے والی بحث میں تفصیل سے مطالعہ کریں؟۔

نوع دوم:۔۔۔حرام کردہ روزہ:

یہ روزے حرام ہیں: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کا روزہ رکھنا، جمہورِ فقہائے کرام کے نزدیک عیدالاضحیٰ کے بعد تین ۳ دن کا روزہ رکھنا [۲۲]۔احناف کے نزدیک یہ روزہ رکھنا مکروہِ تحریمی ہیں [۲۳]۔جبکہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ کے بعد دو ۲ دن کے روزے رکھنا حرام ہیں اور تیسرے دن کا روزہ رکھنا حرام نہیں۔

اِسی طرح بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا بھی حرام ہے، یعنی بغیر یہ معلوم کئے ہوئے کہ میرے روزے رکھنے سے میرا شوہر خوش ہے، اگر چہ شوہر نے بیوی کو واضح صریح طور پر روزے رکھنے کی اجازت نہ دی ہو۔اور اگر شوہر کو بیوی کی حاجت نہیں۔۔یا۔۔وہ بیوی سے دُور ہے۔۔یا۔۔اُس نے احرام باندھا ہوا ہے۔۔یا۔۔ وہ حالتِ اعتکاف میں ہے، تو پھر اجازت کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔یہی شافعیہ اور مالکیہ کا مسلک ہے [۲۴]۔

احناف کہتے ہیں کہ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا روزہ رکھنا مکروہ ہے [۲۵]۔حنابلہ کہتے ہیں کہ شوہر بیوی کے پاس موجود ہو تو اُس کی اجازت کے بغیر بیوی کا روزہ رکھنا صحیح نہیں اگر چہ شوہر کو وطی کرنے سے کوئی امر شرعی مانع ہو، مثلاً: احرام کی حالت میں ہونا، اعتکاف بیٹھنا اور بیمار ہونا، پھر بھی شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا جائز نہیں۔حیض و نفاس والی عورت کا بھی روزہ رکھنا حرام ہے، اگر حائضہ و نفاس والی عورت روزہ رکھے گی تو اُس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا، منعقد نہیں ہوگا۔حائضہ اور نفاس والی عورت پر روزہ کی قضاء لازم ہے [۲۶]۔

نوع سوم:۔۔۔مکروہ روزہ:

فقہائے احناف نے مکروہ کو دو ۲ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

(۱)۔۔۔مکروہِ تنزیہی (۲)۔۔۔مکروہِ تحریمی

علمائے احناف کہتے ہیں کہ مکروہِ تحریمی سے مراد یہ ہے کہ روزہ رکھنا حرام ہے جس طرح عیدالفطر و عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا، ایامِ تشریق کا روزہ رکھنا، یومِ شک کا روزہ رکھنا، اور بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھنا حالانکہ اُس کا شوہر حاضر تھا اور اُس نے اِس کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی۔

مکروہِ تنزیہی یہ ہے کہ صرف یومِ عاشورہ کا روزہ رکھنا، نو ۹ محرم الحرام۔۔یا۔۔دس ۱۰ محرم الحرام کے روزے کے بغیر صرف دس ۱۰ محرم الحرام کا روزہ رکھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔اور صرف ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنا، صرف جمعۃ المبارک کے دن کا روزہ رکھنا، صومِ دھر رکھنا اور صومِ صمت (صومِ چپ) کا روزہ رکھنا کہ وہ سارا دن کسی سے گفتگو نہیں کرے گا، صومِ وصال رکھنا (یعنی مسلسل روزے بغیر افطاری) بھی مکروہِ تنزیہی ہیں۔اِسی طرح مسافر کا روزہ رکھنا حالانکہ اُس کا روزہ اس کو تکلیف دے، وہ بھی مکروہِ تنزیہی ہوگا[۲۷]۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ ماہِ شوال کے پہلے چھ ۶ روزے رکھنا مکروہ ہیں اگر وہ ان روزوں کو عید الفطر کے ساتھ ملائیں، فرق نہ کریں اور نہ ہی مؤخر کریں۔یومِ شک کا روزہ رکھنا، یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا اور مسلسل ایامِ بیض (تیرہ ۱۳، چودہ ۱۴، پندرہ ۱۵) کے روزے اِس طرح رکھنا کہ جاہل گمان کرے کے یہ روزے واجب ہیں، ایسی صورت میں ایامِ بیض کے روزے رکھنا بھی مکروہ ہیں۔ہر آنے والے متعین دن کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے، مثلاً: ہر جمعرات کا روزہ رکھنا، صومِ دھر، نفلی روزے رکھنا بھی اُس شخص کے لیے مکروہ شمار ہوں گے جس پر رمضان کے روزوں کا کفارہ۔۔یا۔۔قضاء باقی ہو[۲۸]۔

فقہائے شافعی کہتے ہیں کہ ہر جمعۃ المبارک کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، روزے دار جمعۃ المبارک سے پہلے والا دن (جمعرات) یا بعد والا دن (ہفتہ) جمعۃ المبارک کے روزے کے ساتھ ملائے اور جمعرات و ہفتہ کے بھی دو ۲ روزے جمعۃ المبارک کے روزے کے ساتھ رکھے تو ایسی صورت میں روزہ مکروہ نہیں ہوگا۔اِسی طرح ہفتہ کا روزہ رکھنا (جمعہ واتوار کے ساتھ) مکروہ نہیں ہوگا۔البتہ قضاء ونظر کا روزہ ہے تو وہ مکروہ نہیں ہوگا۔اسی طرح مریض، مسافر، حاملہ عورت، دودھ پلانے والی عورت، بوڑھا شخص، جن کو شدید مشقت کا خوف ہو، ان سب کا روزہ رکھنا مکروہ ہوگا۔اور اگر ان کو یہ خوف کھائے کہ اگر ہم نے روزہ رکھا تو ہم ہلاک ہوجائیں گے تب ان کا روزہ رکھنا 'حرام' ہوگا۔صومِ دھر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے۔اور ایک شخص پر فرض روزہ کی قضاء لازم ہے اور وہ نفلی روزہ رکھ رہا ہے تو اس کا نفلی روزہ رکھنا بھی مکروہ شمار کیا جائے گا کیونکہ فرض کی اَدا، نفل کی اَدا سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے[۲۹]۔

فقہائے حنابلہ، فقہائے شافعیہ کی مثل ہیں لیکن انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ صومِ وصال (دو ۲ دن کے مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھنا) مکروہ ہیں۔اور اگر صومِ وصال رکھنے والا شخص ایک روزے کے بعد کھجور وغیرہ کھالیتا ہے تو اِس طرح اُس کی کراہت زائل ہوجائے گی اور اس کا روزہ صحیح ہوجائے گا۔

نوعِ چہارم:۔۔۔مستحب۔۔یا۔۔نفلی روزہ:

مستحب (مندوب) سے مراد ایسا شرعی فعل ہے جس کو شریعت نے غیر جازم (غیر پختہ) طریقہ سے طلب

کیا ہو۔ اُس کے کرنے پر اجر وثواب ملتا ہے لیکن اس کے ترک کرنے والے شخص کی گرفت نہیں ہوتی۔ اس عمل کو سنت، مستحب، نفل اور تطوّع بھی کہتے ہیں۔

روزہ تو افضل ترین عبادات میں سے ایک عبادت ہے، جیسا کہ حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْماً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بَاعَدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً [بخاری و مسلم]

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اُس شخص کے چہرہ کو ستر ۷۰ خریف تک جہنم کی آگ سے دُور کرے گا۔

مستحب روزہ میں سے نو ۹ محرم الحرام اور دس ۱۰ محرم الحرام کا روزہ شامل ہے، جن کے متعلق علمائے کرام کا اتفاق ہے۔

ہر اسلامی مہینہ کی تیرہ ۱۳، چودہ ۱۴ اور پندرہ ۱۵ تاریخ کا روزہ ایامِ بیض کا روزہ کہلاتا ہے، ان روزوں کو ایامِ بیض کا روزہ اِس لیے کہتے ہیں کیونکہ ان ایام میں چاند کے چمکنے کی وجہ سے دن اچھے ہوتے ہیں۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ ان دنوں میں روزے کا قصد کرنا مکروہ ہے، جس طرح اس مؤقف کو ہم نے 'صومِ مکروہ' کے تحت بیان کیا۔

اِسی طرح بروز سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَرَّى صَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

نبی کریم (ﷺ) بروز سوموار اور بروز جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

انہی مستحب اور نفلی روزوں کے ضمن میں ماہِ شوال کے چھ ۶ روزے بھی شامل ہیں، ماہِ شوال کے مختلف روزے رکھنا مسنون بھی ہیں لیکن شوافع کے نزدیک افضل یہ ہے کہ ماہِ شوال کے چھ ۶ روزے مسلسل رکھے جائیں اور درمیان میں کسی بھی قسم کا وقفہ نہ کیا جائے، جبکہ احناف کہتے ہیں کہ ہر ہفتہ میں دو ۲ دن کا وقفہ کرنا مستحب عمل ہے۔

امام ابن عابدین حنفی علیہ الرحمۃ نے کہا:

مذہبِ مختار یہ ہے کہ مسلسل چھ ۶ روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں! اور اگر کوئی اُن چھ ۶ روزوں کو مسلسل بلا ناغہ دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ رمضان کے روزے ہیں پھر مکروہ ہوگا، ورنہ مکروہ نہیں۔ کیونکہ اعتقاد رکھنا نصاریٰ کے مشابہ ہوگا لیکن عدمِ اعتقادِ رمضان میں ایسا اعتقاد و معنیٰ زائل ہو جاتا ہے[30]۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ماہِ شوال کے چھ ۶ روزے واجب ہیں تو پھر

یہ روزے رکھنا مکروہ ہوں گے۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص ان چھ[۶] روزوں کو عید کے دن کے ساتھ متصل کرتا ہے۔۔یا۔۔ مسلسل بلا ناغہ یہ چھ[۶] روزے برائے شوال شروع کر دیتا ہے تو پھر یہ مکروہ ہوں گے[۳۱]۔

اور اگر ان مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں پائی جاتی تو پھر یہ ماہِ شوال کے چھ[۶] روزے مکروہ نہیں ہوں گے[۳۲]۔

انہی نفلی مستحب روزوں میں یومِ عرفہ کا روزہ بھی ہے اور یومِ عرفہ کا روزہ بغیر حج کرنے والے شخص کے دوسرے شخص کا نو[۹] ذوالحجہ کو روزہ رکھنا ہے۔

اسی طرح انہی روزوں میں حرمت والے مہینوں کا روزہ بھی شامل ہے اور وہ اسلامی ماہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں اور حرمت والے مہینوں میں 'ماہِ رجب' کو بھی فقہائے شافعیہ و مالکیہ نے شامل کیا ہے[۳۳]۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ محرم الحرام کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور ماہِ رمضان المبارک کے بعد محرم الحرام کا روزہ رکھنا افضل ہے[۳۴]۔

اور واضح رہے کہ نفلی روزہ رکھنے کے بعد اس کو مکمل کرنا مسنون عمل ہے، اور اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھ کر توڑ ڈالتا ہے تو فقہائے شوافع و حنابلہ کے نزدیک اس کی قضاء کرنا لازمی ہوتی ہے[۳۵]۔

---

(۱)۔۔۔ردّالمحتار علی الدرالمختار:۲/۳۷۸۔ (۲)۔۔۔المغنی:۳/۲۲، مغنی المحتاج:۱/۴۲۳۔ (۳)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۹۷۔
(۴)۔۔۔ردالمحتار:۲/۳۷۷۔ (۵)۔۔۔نہایۃ المحتاج:۳/۱۴۹۔ (۶)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۳، المغنی:۳/۱۳، ۱۵۔
(۷)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۳۔ (۸)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۴۔ (۹)۔۔۔الفقہ الاسلامي وأدِلّتہٗ:۲/۶۱۱۔
(۱۰)۔۔۔ردّالمحتار علی الدرالمختار:۲/۳۷۱، ۲/۴۳۲۔ (۱۱)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۰۱۔ (۱۲)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۵۔
(۱۳)۔۔۔الشرح الکبیر مع مغنی:۳/۲۲۔ (۱۴)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۴، المغنی:۳/۱۴، مغنی المحتاج:۱/۴۳۶، ردّالمحتار:۲/۴۰۹۔
(۱۵)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۸۱۔ (۱۶)۔۔۔المغنی:۳/۱۶۔۱۷، المجموع:۶/۲۵۹۔۲۶۰۔ (۱۷)۔۔۔المجموع:۶/۲۶۵۔
(۱۸)۔۔۔الدرالمختار مع ردالمحتار:۲/۴۲۱۔۴۲۲۔ (۱۹)۔۔۔المجموع:۶/۲۶۶، مغنی المحتاج:۱/۴۳۷، ردالمحتار:۲/۴۳۱۔
(۲۰)۔۔۔الشرح الکبیر مع المغنی:۳/۱۸۔ (۲۱)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۹، المغنی:۳/۸۰۔
(۲۲)۔۔۔المغنی:۳/۹۷۔ (۲۳)۔۔۔ردالمحتار:۲/۳۷۵۔ (۲۴)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۲۳، المھذب مع المجموع:۶/۴۴۵۔
(۲۵)۔۔۔ردالمحتار:۲/۴۳۰۔ (۲۶)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۹۔ (۲۷)۔۔۔ردالمحتار:۲/۳۷۵، ۳۷۶۔
(۲۸)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۹۲۔۶۹۳۔ (۲۹)۔۔۔مغنی المحتاج:۱/۴۴۷۔۵۵۸۔ (۳۰)۔۔۔ردالمحتار:۲/۴۳۵۔
(۳۱)۔۔۔اگر کوئی شخص ماہِ شوال کے ان چھ[۶] روزوں کو بلا ناغہ عید الفطر کے ساتھ متصل کرے گا تو یہ نفلی روزے مکروہ ہو جائیں گے (مترجم: سجاد شامی)۔ (۳۲)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۹۲۔۶۹۳۔ (۳۳)۔۔۔المقدمہ الحضرمیہ:۲/۲۰۱۔
(۳۴)۔۔۔الشرح الکبیر مع المغنی:۳/۱۰۷۔ (۳۵)۔۔۔الشرح الکبیر مع مغنی:۳/۱۱۱۔

﴿بحثِ دوم﴾
﴿روزہ کو فاسد کرنے والی چیزیں﴾

روزہ کو فاسد کرنے والی چیزیں دو[۲] اقسام میں تقسیم ہوتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں

(۱)۔۔۔پہلی قسم جس میں کفارہ کے ساتھ قضاء واجب ہوتی ہے۔

(۲)۔۔۔دوسری قسم جس میں کفارہ کے بغیر قضاء لازم ہوتی ہے۔

قسم اوّل:۔۔۔جس میں کفارہ کے ساتھ روزہ کی قضاء واجب ہوتی ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ صوم کا فاسد ہونا اور کفارہ کے ساتھ قضاء کا واجب ہونا دو[۲] امور کی وجہ سے ہوتا ہے۔

امر اوّل:۔۔۔جان بوجھ کر کھانا اور پینا۔

امر دوم:۔۔۔جماع کرنا، جس کا تقاضہ شرمگاہ مکمل طور پر پورا کرے، اس سے مراد قُبل یا دُبر میں جماع کرنا ہے اور فاعل و مفعول دونوں حکم میں برابر ہیں۔ اگر دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے ساتھ انزال کے بغیر متصل ہو جائیں، لیکن ایک شرط پائی جائے کہ اِس فعل میں مفعول بہ شہوت رکھنے والا زندہ آدمی ہو اور اگر عورت نے بچپن میں جماع کرلیا۔۔یا۔۔اِسی طرح مجنون شخص نے جماع کیا تو اتفاق علماء کے ساتھ اُن پر روزہ کا کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ لذّت حاصل کرتی ہے اور اُس کو انزال بھی ہو جاتا ہے تو اُس عورت پر بغیر روزہ کے کفارہ کے صرف قضاء لازم آئے گی[۱]۔

جبکہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ صرف ماہِ رمضان المبارک میں روزہ توڑا تو کفارہ کے ساتھ روزہ کی قضاء بھی واجب ہوگی اور روزہ فاسد ہو جائے گا، یعنی روزہ دار شخص نے ماہِ رمضان المبارک میں ماہِ رمضان المبارک کی پرواہ کیے بغیر روزہ توڑ ڈالا۔

بھول جانے والا شخص اور علم سے جاہل شخص دونوں کے لیے خاص طور پر درج ذیل شرائط ملحوظ ہوں گی[۲]۔

(۱)۔۔۔جان بوجھ کر جماع کرنا۔

(۲)۔۔۔منی کا نکالنا۔

(۳)۔۔۔جان بوجھ کر کھانا پینا۔

(۴)۔۔۔روزہ نہ رکھنے کی نیت کے ساتھ صبح کا ہو جانا ماہِ رمضان المبارک کے روزہ کا کفارہ واجب

کرتا ہے اگر چہ صحیح روایت کے مطابق اس شخص نے بعد میں روزہ کی نیت کی اور وہ نیت مسترد ہوگی جس نیت کو دن کے وقت بجالایا جائے، یہی صحیح روایت ہے۔

اگر کسی شخص نے بغیر کسی عذرِ شرعی کے روزہ توڑ ڈالا پھر اس کے بعد وہ بیمار ہوگیا۔۔یا۔۔اُس نے سفر کیا ۔۔یا۔۔عورت جان بوجھ کر روزہ توڑنے کے بعد حالتِ حیض میں داخل ہوگئی، تو مشہور روایت کے مطابق روزہ کا کفارہ واجب ہوجائے گا۔

نوٹ:۔۔۔جس شخص نے روزہ کو فاسد کر دیا تو درج ذیل سات [۲] شروط کے ساتھ اُس شخص پر روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(۱)۔۔۔ماہِ رمضان المبارک میں روزہ توڑا گیا ہو۔

(۲)۔۔۔جان بوجھ کر روزہ توڑا ہو۔

(۳)۔۔۔روزہ توڑنے میں روزے دار کو اختیار حاصل ہو۔

(۴)۔۔۔روزہ توڑنے والا شخص روزہ توڑنے کی حرمت کو جانتا ہو، جاہل شخص پر کفارہ نہیں ہوتا۔

(۵)۔۔۔روزے دار نے ماہِ رمضان المبارک کی عزت وحرمت کو پامال کیا ہو۔

(۶)۔۔۔روزہ توڑنے والی چیز کو اُس نے منہ سے توڑا ہو (کھانے پینے کی صورت میں) اور اگر اُس شخص نے کان، آنکھ۔۔یا۔۔ان دونوں کے علاوہ کسی اور طرح روزہ فاسد کیا ہو تو ایسی صورت میں اُس شخص پر کفارہ لازم نہیں آئے گا اگر چہ قضاء واجب ہوگی۔

(۷)۔۔۔روزہ کو فاسد کرنے والی شئے معدہ تک پہنچنے والی ہو، اگر کوئی شئے روزے دار کے حلق تک پہنچی اور اُس کو روزہ دار نے نگلنے سے روک دیا تو اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

جبکہ فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ کفارہ وقضاء دونوں صرف 'جماع' کرنے کی صورت میں واجب ہوں گے اور جماع کرنے والے شخص کو علم ہو کہ اُس کا روزہ ہے اور وہ شخص ماہِ رمضان المبارک کی عزت وحرمت کو بھی جانتا ہو۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ جماع کرنے والے شخص پر کفارہ واجب ہوگا اور جس عورت کے ساتھ وطی کی گئی ہو اس عورت پر کفارہ واجب نہیں ہوگا [۳]۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ کفارہ کے ساتھ قضاء کا واجب ہونا اور روزہ کا فاسد ہونا اُس شخص کے ساتھ ہوگا جس شخص نے قُبل۔۔یا۔۔دُبر میں جماع کیا ہو اور اگر چہ ماہِ رمضان المبارک میں کسی چوپائے کے ساتھ ہی جماع نہ کیا ہو، خواہ انزال ہو۔۔یا۔۔انزال نہ ہو۔ اونگھ میں مدہوش شخص اور بھول جانے والا شخص دونوں ارادہ

کرنے والے شخص کے حکم میں ہی شامل ہوں گے جس طرح اِس مسئلہ کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے بیان کیا اور اسی حکم میں جاہل، خطاء کرنے والا شخص، اختیار والا شخص اور مجبور شخص شامل ہوں گے[۴]۔

قسم دوم:۔۔۔وہ امور جن میں روزہ کی قضاء واجب ہوتی ہے اور کفارہ نہیں۔

احناف کہتے ہیں کہ تین[۳] اشیاء ایسی ہیں جن کی وجہ سے بغیر کفارہ کے روزہ کی قضاء واجب ہوتی ہے اور روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے وہ اشیاء درج ذیل ہیں[۵]۔

اوّل:۔۔۔روزہ دار ایسی چیز تناول کرے جس میں غذائیت نہیں ہوتی، مثلاً: کچے چاول کھانا۔۔یا۔۔کچا آٹا کھانا اور واضح رہے کہ کوئی دوائی پینا۔۔یا۔۔کھانا، غذا کے معنی میں شامل نہیں ہوگی۔

دوم:۔۔۔روزہ دار کوئی غذا کھائے۔۔یا۔۔کوئی دوا کھائے کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے، مثلاً: روزہ دار مریض ہوگیا، روزہ دار نے سفر کیا، روزہ دار کو مجبور کیا گیا، روزہ دار سے خطا ہوگئی۔۔یا۔۔روزہ دار سے سستی ہوگئی، تو یہ سارا کچھ اِس طرح ہوگا جیسا کہ روزہ دار نے کلی کی ہو اور پانی اُس کے پیٹ میں چلا گیا۔

سوم:۔۔۔روزہ دار نے شرم گاہ کی شہوت کو غیر مکمل طور پر اَدا کیا ہو، مثلاً: روزہ دار نے مردہ چیز کے ساتھ وطی کر ڈالی، چوپائے کے ساتھ وطی کی، یا کسی کم سن لڑکی کے ساتھ منی کا خروج کر ڈالا جس کم سن کو شہوت ہی نہیں آتی۔۔یا۔۔ٹانگوں کے درمیان۔۔یا۔۔بوسہ دینا۔۔یا۔۔لمس کرنا۔۔یا۔۔ہاتھ کی ہتھیلی کے ساتھ عبث کام کیا۔۔یا۔۔عورت کے ساتھ اِس حالت میں وطی کی کہ وہ حالتِ نیند میں تھی۔۔یا۔۔اس کی شرم گاہ میں تیل وغیرہ ڈالا (ایسی صورتوں میں صرف قضاء لازم ہوگی)۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ درج ذیل ذکر کردہ اُمور کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف روزہ کی قضاء، واجب ہوتی ہے اور کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

(۱)۔۔۔ماہِ رمضان المبارک کے علاوہ فرض روزہ کو جان بوجھ کر توڑ ڈالنا، مثلاً: ماہِ رمضان المبارک کے روزہ کی قضاء کرنا اور کفارہ اَدا کرنے کے دوران روزہ فاسد کر ڈالنا۔

(۲)۔۔۔ماہِ رمضان کے فرض روزے کو جان بوجھ کر توڑنا جبکہ کفارہ کی شروط نہ پائی جائیں جس طرح روزہ کو توڑ دینا کسی جائز عذر کی وجہ سے، مثلاً: مرض کا ظاہر ہوجانا، سفر درپیش آجانا۔۔یا۔۔روزہ کو کسی ایسے عذر کی وجہ سے توڑ دینا جس کی وجہ سے گناہ نہ ہو، مثلاً: بھول جانا، خطا کرنا۔۔یا۔۔مجبوری کی وجہ سے روزہ توڑ دینا۔

(۳)۔۔۔نفلی روزہ کو جان بوجھ کر توڑ دینا، اور اگر بھول کر روزہ توڑ ڈالا۔۔یا۔۔کسی جائز عذر کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو روزہ دار پر کوئی قضاء لازم نہیں ہوگی[۶]۔

پانچ ۵ امور جن کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے [۷]:

(۱)۔۔۔ایسا جماع کرنا جس کی وجہ سے غسل واجب ہو جائے۔

(۲)۔۔۔دیکھنے، مباشرت کرنے، بوسہ دینے سے مذی۔۔یا۔۔منی کا خروج بھی روزہ فاسد کرتا ہے۔

(۳)۔۔۔جان بوجھ کرتے کرنا، خواہ منہ بھر کر آئے۔۔یا۔۔تھوڑی تھوڑی، اور ایسی تھوڑی تھوڑی قے کہ اس کو اکھٹا کرنے سے وہ منہ بھر کی مقدار بن جائے تو وہ بھی روزہ کو فاسد کر دیتی ہے۔

(۴)۔۔۔جان بوجھ کر۔۔یا۔۔بھول کر۔۔یا۔۔خطاء کے ساتھ کان۔۔یا۔۔ناک۔۔یا۔۔منہ میں (حلق) گلے کی طرف کوئی مائع چیز پہنچادی۔۔یا۔۔منہ میں پانی کا غلبہ ہو جانا، مثلاً: کلی کا پانی۔۔یا۔۔مسواک کا پانی، بہنے والی مائع (لیکوڈ) خوشبو اتنی مقدار میں سونگھی کہ وہ گلے تک پہنچ گئی اور مشہور دھواں، دن کے وقت آنکھوں میں سرمہ لگانا اور دن کے وقت بالوں کو اتنا زیادہ تیل لگایا کہ تیل کا ذائقہ گلے تک جا پہنچا، (ان تمام امور سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے)۔ اور اگر واضح اور صحیح طور پر معلوم ہو کہ تیل لگانا اور سرمہ لگانا گلے تک بالکل نہیں پہنچا تو ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا، یعنی فاسد نہیں ہوگا اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ یہ عمل رات کے وقت ہوا۔

(۵)۔۔۔بہنے والی کوئی چیز۔۔یا۔۔غیر مائع چیز، سر کے مسام، آنکھ، کان، ناک۔۔یا۔۔منہ کے ذریعے معدہ تک پہنچ گئی ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا، خواہ ایسی چیز کا معدہ تک پہنچنا جان بوجھ کر ہو۔۔یا۔۔پھر سہو و خطاو بھول کر روزہ فاسد ہو جائے گا۔

فقہائے شافعیہ علیہم الرحمۃ کہتے ہیں کہ ہر ایسا شخص جس نے بغیر عذر شرعی دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے و جماع سے امساک کیا تو کفارہ کے بغیر اُس پر قضاء واجب ہوگی اور روزہ فاسد ہوگا، تفصیل درج ہے [۸]۔

(۱)۔۔۔جس شخص نے بغیر کسی عذرِ شرعی جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا۔

(۲)۔۔۔جس شخص نے رات کو روزہ کی نیت نہیں کی۔

(۳)۔۔۔جس شخص نے رات کو دن سمجھ کر سحری کھالی۔

(۴)۔۔۔جس شخص نے سمجھا کہ غروب شمس کا وقت ہو گیا اور اُس نے افطاری کھالی۔

(۵)۔۔۔کلی کا زیادہ مقدار والا پانی۔۔یا۔۔ناک صاف کرتے ہوئے پانی منہ سے پیٹ تک پہنچ گیا۔

(۶)۔۔۔جان بوجھ کرتے کر ڈالی اگر چہ روزے دار کو یہ یقین تھا کہ قے میں سے کچھ بھی دوبارہ معدہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور ایسا کرنے والا شخص یہ جانتا ہو کہ یہ کرنا حرام ہے اور اس شخص کو مکمل اختیار ہو اور ایسا عمل اُس نے جان بوجھ کر کیا ہو۔

(۷)۔۔۔نزلہ وبلغم کو نگل جانا: ایسا بلغم جو سر سے پیٹ میں چلا جائے۔۔یا۔۔پیٹ میں موجود ہو، خود بخود بلغم پیٹ میں چلا گیا تو اُس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر بلغم منہ میں تھا اور روزے دار اُس کو پھینکنے پر قادر بھی تھا مگر اُس نے جان بوجھ کر نگل لیا، تو صحیح روایت کے مطابق اُس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۸)۔۔۔روزہ دار کے پیٹ میں کسی چیز کا پہنچنا، خواہ وہ چیز زیادہ ہو۔۔یا۔۔کم مقدار میں ہو اگر چہ وہ تل کی مقدار کے برابر ہو۔۔یا۔۔چھوٹی سی پتھر کی کنکری کے برابر اگر چہ تھوڑا سا پانی ہو، ایسا عمل درج ذیل شروط کے ساتھ روزے کو فاسد کرے گا۔

شرط اوّل:۔۔۔اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ روزے دار اسلامی تعلیمات سے جاہل ہو۔

شرط ثانی:۔۔۔جان بوجھ کر اُس روزے دار نے ایسا عمل کیا ہو اور اگر چہ غیظ وغضب سے ہی ایسا عمل کیا ہو اُس شخص کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

شرط ثالث:۔۔۔واضح کھلی جگہ، مثلاً: منہ، ناک، کان، قبل اور دُبر سے کوئی چیز اُس روزے دار شخص کے معدے میں پہنچ گئی ہو اور ایسا زخم جو دماغ تک پہنچے، اِسی طرح عام پایا جانے والا آگ کا دھواں، تمبا کو کا دھواں وغیرہ۔

(۹)۔۔۔جس شخص نے تیس ۳۰ شعبان کو یہ سمجھا کہ وہ تیس ۳۰ شعبان ہی ہے لیکن وہ یکم رمضان المبارک نکلا، تو وہ جان بوجھ کر اُس دن کے روزے کی قضاء کرے گا۔ ہاتھ سے منی نکالنا (مشت زنی)، چھونے سے منی کا نکلنا، بغیر کسی رکاوٹ کے بیوی سے مجامعت کرنا، بوسہ دینا بھی روزے کو فاسد کر دیتا ہے۔

نوٹ:۔۔۔سوچنے کی وجہ سے منی کا نکلنا، شہوت کی نگاہ سے دیکھنا۔۔یا۔۔عورت کو کسی رکاوٹ کے ساتھ گلے لگانا وغیرہ سے روزہ (نہیں ٹوٹتا) فاسد نہیں ہوتا۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ درج ذیل امور کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضاء بھی واجب ہوگی وہ امور ملاحظہ کیجئے۔

(۱)۔۔۔جان بوجھ کر کسی سوراخ سے پیٹ۔۔یا۔۔دماغ میں کسی چیز کا داخل کرنا اور اُس وقت روزہ دار کو مکمل اختیار حاصل ہو، روزہ بھی یاد ہو اگر چہ رمضان کریم کی حرمت سے جاہل ہو کہ برابر ہے کہ جو چیز اس کے پیٹ۔۔یا۔۔دماغ میں داخل ہوئی وہ چیز کھانے پینے کی چیز ہو۔۔یا۔۔کھانے پینے کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، مثلاً: چھوٹی کنکریاں اور ریشا و بلغم کا نگل لینا، روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(۲)۔۔۔ایسا سرمہ لگانا جس میں یہ معلوم ہو کہ یہ سرمہ (حلق) گلے تک پہنچ گیا ہے اور اسی طرح آنکھ کا آنسو اگر چہ حلق (گلے) تک نہ پہنچا ہو تو روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۳)۔۔۔جان بوجھ کر عمداً قے کرنا خواہ وہ کھانا کی قے ہو۔۔یا۔۔بلغم اور خون کی قے اگرچہ ایسی قے قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو، روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(۴)۔۔۔پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا شخص (حاجم ومجوم) دونوں کا روزہ اُس وقت فاسد ہو جائے گا جب خون ظاہر ہو جائے اور اگر خون ظاہر نہ ہوا تو روزہ باقی رہے گا۔

(۵)۔۔۔روزے دار کو معلوم ہے کہ وہ حالتِ روزہ میں ہے، اُس وقت جان بوجھ کر اگر اُس شخص نے بوسہ لیا، بیوی کو ہاتھ لگایا، شرم گاہ کے علاوہ مباشرت کر دی اور اُس کا مادۂ منویہ خارج ہو گیا۔۔یا۔۔اُس کو مذی آ گئی ۔۔یا۔۔بار بار دیکھنے سے منی خارج ہو گئی تو روزے دار کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(٦)۔۔۔مسلمان کا مرتد ہونا اُس کے روزے کو فاسد کر دے گا، جیسا کہ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ٦۵ میں ہے:

لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴿الزمر:٦۵﴾

تو ضرور اکارت جاتے تمہارے عمل (معارف القرآن)

(۷)۔۔۔جس دن روزہ دار فوت ہو گیا، موت روزے کو فاسد کر دیتی ہے خواہ نظر اور کفارے کا روزہ کیوں نہ ہو، فوت ہونے والے شخص کے ترکے میں سے مساکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔

(۸)۔۔۔دن کے وقت کھانے سے خطاء معلوم ہوئی، اگر روزے دار کو شک گزرا کہ سورج غروب ہو گیا ہے اور اُس نے کھانا کھا لیا اُس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور وہ اُس روزے کی قضاء کرے گا کیونکہ روزے میں اصل، دن کا باقی رہنا ہوتا ہے۔

---

(۱)۔۔۔ردالمحتار:۲/۳۹۴۔ (۲)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۰٦۔۷۱۳۔ (۳)۔۔۔الفقہ المنہجی:۲/۹۵۔
(۴)۔۔۔المغنی:۳/۵۴۔ (۵)۔۔۔الدر المختار مع ردالمحتار:۲/۳۹۴۔۴۰٦۔ (٦)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۰۳۔۷۰٦۔
(۷)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۰۷۔۷۰۹۔ (۸)۔۔۔مغنی المحتاج:۱/۴۲۷۔۴۳۲، المجموع:٦/۳۲۷۔۳٦۱۔

﴿بحث سوم﴾

﴿وہ امور جن کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا﴾

احناف کہتے ہیں کہ درج ذیل امور کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا!:

(۱)۔۔۔بھول کر کوئی چیز کھالینا، پی لینا۔۔یا۔۔جماع کر لینا۔

(۲)۔۔۔سوچ و بچار کرنے سے منی کا نکل جانا اگر چہ ٹکٹکی باندھ کر ہی دیکھا جائے کیونکہ اس کام میں جماع کرنے کی صورت پائی نہیں جاتی، نہ ہی جماع کرنے کا معنی ومفہوم ثابت ہوتا ہے اگر چہ مسلسل شہوت کی نظر دیکھنا گناہ ہے۔اِسی طرح دو۲ عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے ملیں اور ان دونوں کو انزال نہ ہو، اُن کا روزہ بھی فاسد نہیں ہوگا کیونکہ دونوں عورتوں کو گناہ ملے گا۔اِسی طرح اگر کسی مرد کو دن کے وقت ماہِ رمضان میں احتلام ہوا تو اُس کا روزہ بھی فاسد نہیں ہوگا۔

(۳)۔۔۔آنکھ میں سرمہ لگانا۔۔یا۔۔دوائی لگانا۔

(۴)۔۔۔حجامہ لگوانا، (پچھنے لگوانا) کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے حجامہ کروایا حالانکہ آپ حالتِ احرام میں تھے، اور آپ ﷺ نے حجامہ کروایا اور آپ ﷺ حالتِ صوم میں تھے۔

(۵)۔۔۔مسواک کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر چہ مسواک تر کیوں نہ ہو کیونکہ مسواک کرنا سنتِ نبوی ہے۔

(۶)۔۔۔کلی کرنا۔۔یا۔۔ناک میں پانی چڑھانا، اگر چہ روزہ دار نے یہ دونوں کام وضو کرنے کے علاوہ بھی کئے پھر بھی اُس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن ضروری ہے کہ روزہ دار کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے زیادہ مبالغہ نہ کرے تاکہ اُس کے پیٹ میں کچھ نہ جائے۔

(۷)۔۔۔غسل کرنا۔۔یا۔۔پانی میں تیراکی کرنا۔۔یا۔۔پانی سے تر کپڑے کو اپنے جسم پر رکھنا تاکہ کچھ ٹھنڈک محسوس ہو اور گرمی کی شدت کم ہو اور کان کی صفائی کے لیے کان میں لکڑی ڈالنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(۸)۔۔۔غیبت کرنا اور روزہ توڑنے کی نیت کرنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(۹)۔۔۔گلے میں دھواں، گرد وغبار یا دوائی کے ذائقہ کا اثر محسوس ہونے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا اور ایسا جان بوجھ کر نہ ہو کیونکہ ان چیزوں سے بچنا مشکل ہوتا ہے، لیکن اگر کسی روزہ دار نے اگر بتی لگائی اور اپنے منہ کے قریب کر دیا اور جانتے ہوئے ماہِ رمضان ہے، اگر بتی کا دھواں سونگھ لیا تو اُس کا روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ

جان بوجھ کر خوشبو و دھواں سونگھنے سے وہ بچ سکتا تھا، کیونکہ اُس کو وہم نہیں تھا کہ یہ گلاب کے پھول، عرق گلاب ۔۔یا۔۔ کستوری کی طرح ہوگا۔ کستوری کی خوشبو وغیرہ اور اگر بتی کے دھواں سونگھنے میں فرق پایا جاتا ہے، دھواں تو فوراً پیٹ میں پہنچ جاتا ہے۔

(۱۰)۔۔۔ داڑھ وغیرہ نکلوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا علاوہ اس کے کہ خون ۔۔یا۔۔ دوا پیٹ میں چلی جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(۱۱)۔۔۔ شرم گاہ میں حقنہ کرنا، تیل لگانا ۔۔یا۔۔ پانی ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، نہر میں غوطہ لگانے کی وجہ سے کان میں پانی کا داخل ہو جانا بھی صوم کو فاسد نہیں کرتا، شرم گاہ ایسی جگہ نہیں ہوتی جہاں سے اوپر کوئی تیل وغیرہ معدہ تک پہنچے لیکن روزے دار کے لیے افضل عمل یہ ہے کہ وہ ان تمام امور کو ترک کرے۔

(۱۲)۔۔۔ بلغم و ریشہ کو نگل لینا، جان بوجھ کر ناک کے بلغم کو نگل لینا اگر چہ بلغم دماغ سے ہی اُترا ہو روزہ کو فاسد نہیں کرتا۔ افضل ہے کہ بلغم و ریشہ گندگی ہے، روزہ داران کو منہ سے باہر پھینکے۔ بعض نے بلغم جان بوجھ کر نگلنے کے متعلق کہا کہ یہ روزہ کو فاسد کر دیتا ہے لہٰذا روزے دار کو چاہیے کہ وہ اختلاف سے بچنے کے لیے بلغم و ریشہ کو پیٹ میں نہ نگلے۔

(۱۳)۔۔۔ صحیح روایت کے مطابق اگر روزے دار کو قے آ گئی اگر چہ منہ بھر کر کیوں نہ ہو اُس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اگر روزہ دار جان بوجھ کر قے کرتا ہے اور قے کی مقدار منہ بھر کی نہ ہو یا چنے کے دانہ کے برابر ۔۔یا۔۔ منہ بھر کر تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، واضح رہے کے مسئلہ و قے میں اصل یہ ہے کہ منہ بھر کر آئے۔

(۱۴)۔۔۔ روزہ دار نے تل کے دانہ کی مقدار میں کچھ دانتوں کے نیچے چبایا اور اس کو اس کا ذائقہ (گلے) حلق میں محسوس نہیں ہوا۔ تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(۱۵)۔۔۔ روزہ دار صبح کے وقت بیدار ہوا اور وہ حالتِ جنابت میں تھا ۔۔یا۔۔ سارا دن روزہ دار نے حالتِ جنابت میں گزار دیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ جنابت روزے کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس کا روزہ صحیح ہوگا اگر چہ اس پر نمازوں کے لیے غسل کرنا فرض تھا۔

(۱۶)۔۔۔ گوشت و عضلات میں انجکشن لگوانا ۔۔یا۔۔ جلد کے نیچے انجکشن لگوانا (اختلافی مسئلہ ہے)۔ شام کے وقت انجکشن (ٹیکے) کو مؤخر کیا جائے۔ رگ میں ٹیکے/ انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

(۱۷)۔۔۔ مختلف قسم کی خوشبوئیں سونگھنا، مثلاً: گلاب کی خوشبو، کلی کی خوشبو، کستوری کی خوشبو اور کسی خوشبو کا سونگھنا روزے کو فاسد نہیں کرتا۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ درج ذیل امور روزے کو فاسد نہیں کرتے[2]۔

(۱)۔۔۔منہ بھر قے آئی اور دوبارہ کوئی شئے حلق (گلے) کی طرف واپس نہ گئی ہو۔ اِسی طرح راستہ کا گرد وغبار اور محنت مزدوری والے کام میں گرد وغبار کا اُڑنا، مثلاً: قبر کھودنے والا شخص۔۔یا۔۔کسی مقصد کے لیے مٹی کو منتقل کرنا۔ کیونکہ ان کاموں سے گریز کرنا ناممکن ہے، یہ مجبوری ہے، ان بندوں کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن اُن کے علاوہ اشخاص پر روزے کی قضاء لازم آئے گی۔

(۲)۔۔۔مرد کے آلہ تناسل کے سوراخ سے کسی لیکوڈ، مایہ چیز کا داخل کرنا، کیونکہ عموماً ایسا کرنے سے دوائی معدہ تک نہیں پہنچتی۔

(۳)۔۔۔پیٹ کے زخم کو دھوئیں کی دھونی دینا۔۔یا۔۔پہلو پر زخم کو دھونی دینا کیونکہ یہ دھواں جسم کے اوپر ہوتا ہے اگرچہ کھانے پینے کی جگہ (معدہ) تک نہیں پہنچتا، اگر پہنچے تو بندہ فوراً مر جائے۔

(۴)۔۔۔روزہ دار کو صبح سحری کرتے ہوئے فجر طلوع ہوئی اور اُس نے فوراً کھانے پینے کی اشیاء کو چھوڑا محض طلوع فجر کی وجہ سے، اِسی طرح شوہر بیوی سے جماع کر رہا تھا کہ طلوع فجر ہو گیا اگرچہ روزہ دار کو گمان ہوا کہ کھانا پینا اور جماع کرنا فی الحال اس وقت مباح ہے تو ایسے شخص پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا کیونکہ سحری کے ختم ہونے کے قریبی وقت میں انہوں نے مباح کام کیا تھا۔

(۵)۔۔۔روزے دار نے صرف اور صرف کسی برانگیختہ کرنے والی چیز کو دیکھا۔۔یا۔۔اس کے متعلق سوچا تھا اور اس کو مذی آ گئی۔۔یا۔۔اس سے منی کا اخراج ہو گیا تو اُس کا روزہ فاسد نہیں ہوا۔

(۶)۔۔۔روزہ دار کے منہ میں تھوک جمع ہوا اور تھوک کو اُس نے نگل لیا۔۔یا۔۔اس کے دانتوں کے درمیان کھانا کھانے کے بعد چھوٹے چھوٹے ذرّات جمع تھے اس نے ان کو نگل لیا، تو ایسا کرنے سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اس کا روزہ صحیح ہوگا، اگرچہ اس نے تھوک۔۔یا۔۔روٹی کے ذرّات جان بوجھ کر نگلے تھے۔ لیکن اگر روزے دار ایسا عمل بار بار کرتا ہے تھوک اور کھانے کے ذرّات کو نگل جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(۷)۔۔۔جس شخص کو روزہ کی حالت میں احتلام ہوا، اُس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(۸)۔۔۔پیاس کی وجہ سے کلی کرنا، حالتِ جنابت میں صبح کا ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، تلاوت کرنا، نماز پڑھنا اور وضو کرنے کے لیے شرعی تقاضہ کے پیش نظر مکمل دن مسواک کرنا بھی روزہ کو فاسد نہیں کرتا۔

شوافع کہتے ہیں کہ درج ذیل امور کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا[3]۔

(۱)۔۔۔عذرِ شرعی کی وجہ سے لاعلمی، کسی کا زبردستی مجبور کرنا۔۔یا۔۔بھول کر پیٹ کی طرف کسی چیز کا پہنچانا۔

(۲)۔۔۔ایسی چیز جس کو چبانے سے انسان عاجز ہو، مثلاً: نزلہ وبلغم، دانتوں کے درمیان کھانے کے ذرّات، گرد وغبار وغیرہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(۳)۔۔۔ پچھنے لگوانے (حجامہ کروانا) اور جونک لگوانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(۴)۔۔۔سرمہ لگانا، آنکھوں میں قطرے ڈالنا بھی روزے کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ یہ سوراخ کشادہ نہیں۔

(۵)۔۔۔ بوسہ دینا (لیکن ایسا شخص جس کی شہوت حرکت میں آئے اُس کو بوسہ دینا مکروہ ہے)، معانقہ کرنا، باہم بغل گیر ہونا، سوچ وفکر کرنے سے انزال ہونا، اور شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی روزے کو فاسد نہیں کرتا۔

(۶)۔۔۔کھانا پکانے کے دوران ضرورت کے پیش نظر کھانا چکھنا (تا کہ مرچ ومصالحہ ونمک برابر ہو) بھی روزے کو فاسد نہیں کرتا، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۷)۔۔۔مسواک کرنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ درج ذیل امور کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا[۴]۔

(۱)۔۔۔ایسی چیزیں جن سے بچنا ممکن ہو، مثلاً: تھوک کا نگلنا، راستہ کا گرد وغبار وغیرہ مرد کے آلۂ تناسل کے سوراخ میں قطرے (دوائی) ڈالنا اگرچہ وہ قطرے اُس کے مثانہ تک پہنچ جائیں (کیونکہ یہ سوراخ کشادہ نہیں ہوتا) لیکن اگر روزے دار نے اپنا تھوک کپڑے پر لگایا۔۔یا۔۔اپنی انگلیوں سے لگایا پھر اس کو نگل گیا۔۔یا۔۔کسی دوسرے انسان کا تھوک نگل گیا تو اُس روزے دار کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(۲)۔۔۔کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا، خواہ حصول پاکیزگی کے لیے ہو۔۔یا۔۔اس کے علاوہ، خواہ کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کر دیا۔۔یا۔۔تین[۳] مرتبہ سے زیادہ کیا، اُس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(۳)۔۔۔انزال کے بغیر عورت کو چھونا، بوسہ دینا۔۔یا۔۔اس کی رانوں سے لطف اندوز ہونا، البتہ اگر ایسا کرتے ہوئے روزے دار کا انزال ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اُس پر کوئی کفارہ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ جماع نہیں ہے۔

(۴)۔۔۔مسلسل نظر کرنے سے مذی کا خارج ہو جانا بھی روزے کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ اس کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں، اور اگر مسلسل دیکھنے کے بغیر مادۂ منوی خارج ہو پھر بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ ایسی صورت میں دوسری نظر پڑنے کا احتمال نہیں پایا جاتا۔ اِسی طرح غیر اختیاری طور پر انزال کا ہو جانا۔۔یا۔۔مسلسل سوچنا۔۔یا۔۔غیر اختیاری طور پر احتلام ہو گیا۔۔یا۔۔بغیر شہوت کے انزال کا ہونا بھی روزے کو فاسد نہیں کرتا۔

(۵)۔۔۔سینگی لگوانا، نکسیر کی وجہ سے خون کا نکلنا، روزے دار کا بذاتِ خود زخم لگانا، یا کسی دوسرے کو اس

کی اجازت سے زخم لگانا اور اس کے پیٹ میں کچھ نہ پہنچے۔ اگر چہ زخم پچھنے لگانے کی جگہ پر ہوا، روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں اور قیاس اس بات کا تقاضا بھی نہیں کرتا۔

(۶)۔۔۔نیند کرتے ہوئے، بھول کر۔۔یا۔۔زبردستی کسی نے کوئی چیز روزے دار کے منہ سے پیٹ میں داخل کر دی جبکہ روزے دار کا ارادہ نہیں تھا۔

(۷)۔۔۔بار بار قے کرنے سے قے غالب آ گئی ایسے شخص کا روزہ بھی فاسد نہیں ہوگا، البتہ جس نے جان بوجھ کر قے (الٹی) کی اس کا روزہ فاسد ہوا۔

(۸)۔۔۔سارا دن مسواک کرتے رہنا اور حالتِ جنابت میں ہی رہنا اور غسل نہ کرنا بھی روزے کو فاسد نہیں کرتا، واضح رہے کہ وہ عورت جو نفاس وحیض سے فارغ ہوئی، اُس کا خون منقطع ہوا۔۔یا۔۔مرد و عورت جنابت سے فارغ ہوئے تو ایسے افراد کا طلوع فجر ثانی سے پہلے پہلے رات کے وقت غسل کرنا مستحب ہے، جبکہ ایک کافر شخص نے اسلام قبول کیا تو اُس کے لیے بھی غسل کرنا مستحب ہے۔

(۹)۔۔۔ایسا سرمہ لگانا جس کی وجہ سے حلق میں اُس سرمہ کا ذائقہ محسوس نہ ہوا، ایسی صورتحال میں بھی روزے دار کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(۱۰)۔۔۔عورت نے بذاتِ خود۔۔یا۔۔کسی دوسرے شخص نے اُس کی اندام نہانی میں انگلی داخل کر دی، ایسے عمل سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

فائدہ:۔۔۔ماہِ رمضان المبارک میں دن کے وقت کسی کافر (غیر مسلم) کی مہمان نوازی کرنا حرام ہے کیونکہ ہم مسلمانوں کے نزدیک دن کے وقت کھانا، پینا حلال نہیں۔

---

(۱)۔۔۔الدر المختار مع رد المحتار:۲/۳۹۴۔۴۰۲۔ (۲)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۱۵۔۷۱۷۔
(۳)۔۔۔المجموع:۶/۳۸۷۔۳۹۷۔ (۴)۔۔۔المغنی:۳/۳۸۔۵۰۔

﴿بحث چہارم﴾

﴿مباح عذرِ شرعی کی حالت میں روزے کو افطار کرنے کی صورتیں﴾

اوّل:۔۔۔سفر کرنا:

۔۔۔اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضاً اَوْ عَلىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴿البقرة:۱۸۴﴾

پس جو تم میں سے بیمار ہو گیا، یا سفر پر ہے، تو شمار ہے دوسرے دنوں میں (معارف القرآن)

۔۔۔حضورِ اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ

بے شک اللہ تعالیٰ نے شرعی مسافر سے روزہ رکھنے اور مکمل نماز پڑھنے سے تحقیق فرمائی (نسائی شریف)

قصر نماز پڑھنے کی مسافت اکیاسی ۸۱ کلومیٹر تک پہنچ جاتی ہے، جو کہ اڑتالیس ۴۸ میل کا فاصلہ ہوتا ہے۔ فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ یہ شرط بالکل نہیں کہ قصر نماز اَدا کرنے کی مسافت ایک دن اور ایک رات کی مسافت ہو، سفر کرنے والا شخص اگر ایسی مسافت کو اس سے کم عرصہ میں طے کر لیتا ہے اگر چہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ گزرے تو اُس کے لیے قصر نماز کی اَدائیگی صحیح ہو جائے گی، مثلاً: ایک شخص ہوائی جہاز وغیرہ میں ایسی مسافت طے کر سکتا ہے جبکہ جمہور فقہائے کرام نے ایک شرط لگائی کہ طلوعِ فجر سے پہلے پہلے سفر شروع کیا جائے اور وہ مسافر دوسری جگہ تک پہنچے جہاں پر فجر کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے قصر نماز شروع کر سکے، بصورتِ دیگر اگر ایسے مسافر کو اس حالت میں صبح ہوئی کہ اس نے روزہ رکھا اور سفر شروع نہیں کیا تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا (افطار کرنا) مباح نہیں ہوگا۔ کیونکہ سفر و حضر دونوں جمع ہوئے تو حضر کے حکم کو ترجیح دی جائے گی۔

اور اگر فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے وہ مسافر اپنے علاقہ کی عمارتوں سے دُور ہو گیا تو اس کے لیے روزہ ترک کرنا (افطار کرنا) جائز ہوگا لیکن وہ اُس روزہ کی قضاء کرے گا۔ لیکن اس مسئلہ میں حنابلہ نے اختلاف کیا اور انہوں نے کہا:

اگر دن کے وقت روزے دار نے اپنے علاقہ سے سفر کرنا شروع کیا اگر وقتِ زوال کے بعد ہی سفر کرنا شروع کیوں نہ کیا، اس روزے دار کے لیے نمازِ قصر مباح ہے اور روزہ افطار کرنا (ترک کرنا) بھی مباح ہے۔ البتہ ایسے شخص کے لیے زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ اس دن کا روزہ مکمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴿البقرۃ:۱۸۴﴾

اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے[۱]۔ (معارف القرآن)

جبکہ ایسی صورتحال میں فقہائے شافعیہ نے ایک تیسری شرط کا اضافہ کیا اور وہ شرط یہ ہے کہ ایسا سفر کرنے کا عادی نہ ہو۔ اور اگر وہ مسلسل سفر کرنے والا ہو، مثلاً: گاڑیوں کا ڈرائیور، تو پھر اُس پر روزہ ترک کرنا حرام ہوگا البتہ روزہ میں اُس کو مشقت و تکلیف اُٹھانی پڑی، مثلاً: تیمّم کرنے کی مشقت و تکلیف، بیماری کے بڑھ جانے کا خوف، جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو کے تلف وضائع ہونے کا خوف وغیرہ۔ ایسی صورتحال میں وہ ڈرائیور اور دائمی سفر کرنے والا شخص وجوبی طور پر روزہ ترک کرے گا، واضح رہے کہ اُس کا سفر مباح سفر ہو اور دورانِ سفر وہ چار[۴] دن قیام کرنے کی نیت بھی نہ کرے۔

جبکہ فقہائے مالکیہ نے ایک دوسری شرط کا بھی اضافہ کر دیا کہ:

سفر میں فجر سے پہلے وہ شخص حالتِ افطار میں رات بھی گزارے[۲]۔

حالانکہ فقہائے احناف نے سفر میں روزہ افطار کرنے کو جائز کہا ہے اگرچہ کسی گناہ کی وجہ سے کیوں نہ ہو[۳]۔

فقہائے احناف، مالکیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ مسافر کے لیے افضل ہے کہ وہ روزہ رکھے اور ترک نہ کرے اگر کوئی نقصان نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ — اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے

جبکہ فقہائے حنابلہ کہتے ہیں مسافر کے لیے روزہ افطار کرنا مسنون ہے اور حالتِ سفر میں روزہ رکھنا مکروہ ہے[۴]۔

دوم:۔۔۔ بیماری

ایسے مرض و بیماری جس میں روزہ دار کو ظاہری مشقت و تکلیف میں اضافہ ہو ایسی صورت میں روزہ افطار کرنا جائز ہے، مثلاً: اگر روزے دار روزہ رکھتا ہے تو روزے کے سبب اُس کی بیماری کے بڑھنے کا خدشہ ہو۔ روزہ رکھنے کی وجہ سے موت کا خوف ہو۔۔یا۔۔ کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو تو روزہ ترک کرنا جائز ہوگا بلکہ افطار کرنا لازمی ہوگا، کیونکہ انسانی جان کا خود کو ضرر و نقصان دینا حرام ہے[۴]۔

اگر روزہ دار کی داڑھوں میں درد ہو تو یہ اُس کو ضرر و نقصان ہے اور روزہ ترک کرنا مباح ہوگا۔ روزہ افطار کرنے، ترک کرنے سے پہلے روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان، ماہر طبیب و معالج سے مشورہ ضرور کرے تا کہ روزے دار کے پاس روزہ ترک کرنے کے متعلق ڈاکٹر وطبیب بطور دلیل ہو۔

سوم:۔۔۔دودھ پلانے والی اور حاملہ خواتین:

اس کی وضاحت بحثِ نہم میں ذکر کی جائے گی۔

چہارم:۔۔۔شیخ فانی اور بیماری سے شفایاب نہ ہونے والا مریض:

ناک میں سپرے کرنا، سگریٹ نوشی کا عادی شخص، نکوٹین کا عادی شخص وغیرہ۔ ان کی تفصیل بحثِ دہم میں تفصیل سے ذکر کی جائے گی۔

پنجم:۔۔۔بھوک و پیاس کی شدت:

البتہ ایسی بھوک و پیاس کی شدت، جن دونوں کی وجہ سے روزے دار طاقت نہ رکھے ایسے شخص کے لیے جو نڈھال ہو گیا، اس کے لیے روزہ ترک کرنا جائز ہے اور قضاء لازم ہوگی۔ اور اگر روزے دار کو جان کے ہلاک ہونے کا خطرہ درپیش ہے تو ایسی صورت میں اس کا روزہ رکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ﴿البقرۃ:۱۹۵﴾

اور نہ ڈالو خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں (معارف القرآن)

لیکن وہ شخص جو سخت محنت کرتا ہو اگر اس کو خوف ہو کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو سکتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ روزہ افطار کرلے اور اس کی قضاء کرے، یہ بھی اس صورت میں افطار کرے اگر اس کا کام ترک کرنا اس کو ضرر دیوے، اور اگر اُس کا کام اُس کو ضرر نہیں دیتا اور اس نے روزہ افطار کرلیا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ اور اگر روزہ ترک کرنے کی وجہ سے اس کو ضرر نہیں پہنچ سکا تو عذرِ شرعی کی وجہ سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

جبکہ جمہور کا فیصلہ ہے کہ گندم و فصل کی کٹائی کرنے والا، نان بائی، لوہار اور دیگر مشکل کام کرنے والے افراد سحری کھائیں گے اور روزہ کی نیت کریں گے۔ اور اگر ان کو سخت پیاس لگے، بھوک محسوس ہو جس کی وجہ سے ضرر ظاہر ہو تو پھر ان کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے اور قضاء کرنا لازمی ہوگا، اور اگر ضرر و نقصان یقینی ہو تو پھر روزہ ترک کرنا افطار کرنا واجب ہوگا[۶]۔

ششم:۔۔۔مجبور کرنا۔

اگر کسی شخص کو قتل کرنے پر مجبور کیا جائے، عضو کے کاٹنے پر مجبور کیا جائے، لمبے عرصہ تک جیل میں قید ہونے تک مجبور کیا جائے، تو اس کے لیے روزہ رکھنا افطار کرنا مباح ہے لیکن ایسی مجبوریوں والا شخص جمہور کے نزدیک قضاء کرے گا جبکہ فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ مجبور کئے جانے والا شخص روزہ ترک نہیں کرے گا[۷]۔

ہفتم:۔۔۔حیض ونفاس والی عورت اور پاگل پن والا شخص:

روزے دار عورت کو اگر حیض آ گیا اُس عورت پر روزہ ترک کرنا واجب ہے اور روزہ مکمل کرنا حرام ہے۔اور اگر ایسی عورت نے روزہ رکھ لیا تو اس عورت کا روزہ باطل شمار ہوگا اور وہ روزہ قضاء کرنا واجب ہوگا[8]۔

اور اگر روزہ دار شخص پر پاگل پن،جنون طاری ہوا گر ایک لمحہ کے لیے،اُس پر روزہ رکھنا واجب نہیں اور اگر وہ روزہ رکھتا ہے تو وہ روزہ صحیح نہیں ہوگا[9]۔

---

(۱)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلّتہٗ:۲/۶۴۲۔ (۲)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلّتہٗ:۲/۶۴۲۔ (۳)۔۔۔الدر المختار مع رد المحتار:۲/۴۲۱۔
(۴)۔۔۔الشرح الکبیر مع المغنی:۳/۱۸۔ (۵)۔۔۔الحضرمیہ:۲/۱۸۱۔۱۸۲۔ (۶)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلّتہٗ:۲/۶۴۸۔
(۷)۔۔۔نفس المرجع:۲/۶۴۸۔ (۸)۔۔۔المجموع:۶/۲۵۹۔ (۹)۔۔۔نفس المرجع:۶/۲۵۵۔

﴿بحث پنجم﴾

﴿روزہ کی سنتیں، آداب اور مکروہات﴾

اوّل:۔۔۔روزہ کی سنتیں اور آداب [1]۔

(۱)۔۔۔ماہِ رمضان شریف کی آمد سے پہلے اس کے روزے رکھنے کے لیے تیار رہنا، کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَب و شَعْبَانَ و بَلِّغْنَا رَمَضَانَ [کنز العمال و جامع صغیر]

الٰہی! ہمارے لیے رجب وشعبان میں برکت پیدا فرما اور ہم کو ماہِ رمضان تک زندہ پہنچا

(۲)۔۔۔روزہ کو خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بجالانا اور جو شخص اس مقدس ماہ کے ایمان واحتساب سے روزے رکھے اُس شخص کی عظیم شان وفضیلت کو جاننا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ تَبَاكَ وَتعالیٰ، فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ و سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَ قَامَهٗ اِيْمَاناً وَ احْتِسَاباً خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ [رواہ النسائی وابن ماجہ]

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے اوپر ماہِ رمضان کے روزے فرض کئے اور اُس نے تمہارے لیے ماہِ رمضان کا قیام کرنا مسنون قرار دیا، جس شخص نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے، ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کیا، وہ شخص اپنے گناہوں سے اس طرح خارج ہوگا جیسا کہ اُس کی ماں نے اُس کو (معصوم) پیدا کیا تھا

(۳)۔۔۔جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے تو پھر روزہ افطار کرنے میں تعجیل کرنی چاہیے، روزہ نماز مغرب کی اَدائیگی سے پہلے افطار ہوگا، تر کھجور کے ساتھ روزہ افطار کرنا مسنون ہے۔ کھجور، مٹھائی، پانی سے روزہ افطار کیا جائے گا، طاق کھجوریں ہوں، تین ۳ ہوں۔۔یا۔۔تین ۳ سے زیادہ۔۔عدد طاق ہوگا۔

جیسا کہ دار قطنی نے حضرت انس سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نماز مغرب اَدا کرنے سے پہلے (رطب) تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے تھے، اگر رُطب کھجور نہ ہوتی تو پھر عام کھجور، اور اگر عام کھجور بھی نہ ہوتیں تو پھر پانی کے گھونٹ سے روزہ افطار فرماتے۔

(۴)۔۔۔کتبِ حدیثِ نبوی میں ذکر کردہ دُعاؤں کو اَدا کرے، مثلاً:

اللّٰهُمَّ لَکَ صُمۡتُ، وَعَلٰی رِزۡقِکَ اَفۡطَرۡتُ، ذَهَبَ الظمأ و ابتلتِ العُرُوۡقُ، وَثَبَتَالاَجۡرُ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ

الٰہی! میرا روزہ تیرے لیے تھا، تیرے عطا کردہ رزق سے میں نے افطار کیا، پیاس بجھ گئی،

رگیں تر ہو گئیں، ان شاءاللہ، روزے کا اجروثواب ثابت ہو گیا

(۵)۔۔۔طلوعِ فجر سے پہلے، آدھی رات کے بعد، سحری کرنا، اگر چہ کچھ سحری کم ہی نہ کی جائے اور تاخیر سے سحری کرنا زیادہ افضل ہے، یہ بھی ایسی صورت میں جب فجر کے شروع میں شک واقع نہ ہو۔

حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

تَسَحَّرُوۡا فَاِنَّ فِيۡ السُّحُوۡرِ بَرَکَۃ [بخاری و مسلم]

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے

نوٹ:۔۔۔شیخ عماد الدین بن احمد کہتے ہیں کہ ایسے ملک جن میں نماز کے اوقات علم حساب سے متعین کئے جاتے ہیں جس طرح یورپین ممالک اور امریکہ! ہم نے رؤیتِ ہلال کے اثبات کے موضوع کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا تھا اور علمِ حساب کے قائلین کے نظریے کو رد بھی کیا تھا کہ علم حساب میں عباداتِ شرعیہ کی کوئی دخل اندازی نہیں۔شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے ہم کو تعلیم دی کہ ہم فرض نمازوں کے اوقات کیسے متعین کریں! لہٰذا ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم ان اوقات کے لیے سوچ و چار کریں۔خصوصاً، فجر و مغرب کے اوقات کو یقینی طور پر متعین کریں کیونکہ ان دونوں اوقات میں روزہ شروع کرنے، افطار کرنے اور ماہِ رمضان کے دنوں کا دارومدار ہے۔

(۶)۔۔۔رطب کھجور، عام کھجور۔۔۔یا۔۔۔پانی سے روزہ افطار کرنے کے بعد ہم نماز مغرب کو ادا کریں اور یہ افطاری کا کھانا کھانے سے پہلے ادا کریں۔

(۷)۔۔۔روزے داروں کو روزہ افطار کروایا جائے گا، اگر چہ افطاری کھجور سے کرائی جائے۔۔۔یا۔۔۔عام پانی کے گھونٹ پلانے سے کرائی جائے۔افضل عمل یہ ہے کہ روزے دار کو مکمل افطاری پیش کی جائے! کیونکہ ۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنۡ فَطَّرَ صَائماً، کانَ لَهٗ مِثۡلُ اَجۡرِہٖ، غَیۡرَ اَنَّهٗ لَا یُنۡقَصُ مِنۡ اَجۡرِ الصَّائِمِ شَیۡءٌ [ترمذی وغیرہ]

جس شخص نے روزے دار کو روزہ افطار کرایا، افطار کرانے والے شخص کو روزے دار کے برابر اجروثواب دیا جائے گا، اور روزے دار کے روزے کے اَجر میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی

مہمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے میزبان کے لیے دُعا کرے، جیسا کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے روایت کیا:

اَفۡطَرَ عِنۡدَکُمُ الصَّائِمُوۡنَ وَ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الۡاَبۡرَارُ وَصَلَّتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَلَائِکَۃُ

تمہارے پاس روزے داروں نے روزہ افطار کیا، نیک لوگوں نے تمہارا کھانا تناول کیا،

فرشتے تمہارے لیے بخشش کی دُعا کریں گے

(۸)۔۔۔ جنابت سے غسل کرنا تا کہ پہلا روزہ حالتِ طُہر میں بجالایا جائے، باوجود اس مسئلہ کہ جنابت روزے کے خلاف نہیں لیکن افضل ترین عمل یہ ہے کہ فجر سے پہلے حالتِ جنابت کا ازالہ کیا جائے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

رسول اللہ ﷺ جماع کی وجہ سے حالتِ جنابت میں صبح بیدار ہوتے۔ یعنی حالتِ احتلام نہ ہوتی بلکہ حالتِ جنابت ہوتی اور پھر روزہ رکھتے۔

اِسی طرح حیض ونفاس والی عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ طلوعِ فجر سے پہلے پہلے غسل کرے جب غسل کرنے سے پہلے حیض ونفاس کا خون منقطع ہوجائے اور وہ مکمل طور پر حالتِ طہر میں آجائے [۲]۔

(۹)۔۔۔ فحش گوئی کو ترک کیا جائے، مثلاً: گالی نکالنا، جھوٹ بولنا، چغلی کرنا، عورتوں کی طرف دیکھنا، گانے سننا وغیرہ۔ اچھے اخلاق اپنائے جائیں حتیٰ کہ ایسے شخص کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے جو بداخلاق ہو کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

اِذَا اَصۡبَحَ اَحَدُکُمۡ یَوۡماً صَائِماً فَلَا یَرۡفُثۡ،وَلَا یَجۡهَلۡ، فَاِنِ امۡرُؤٌ

شَاتَمَهٗ اَوۡ قَاتَلَهٗ، فَلۡیَقُلۡ اِنِّیۡ صَائِمٌ،اِنِّیۡ صَائِمٌ [مسلم]

اگر تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے تو وہ حالتِ روزہ میں جماع نہ کرے، غفلت نہ کرے،

اگر کوئی شخص اس کو گالی دے، جھگڑا کرے تو روزے دار کو چاہیے کہ وہ کہے:

یقیناً میں حالتِ روزہ میں ہوں! یقیناً میں حالتِ روزہ میں ہوں!

(۱۰)۔۔۔ حلق میں پہنچنے کے ڈر سے کھانے کو چکھنے کو ترک کرنا۔۔یا۔۔اس ڈر سے ترک کرنا کہ کھانا اُس کی شہوت میں غلبہ پیدا کرے گا۔

(۱۱)۔۔۔ بوسہ لینا چھوڑ دینا، اِسی طرح بغل گیر ہونا اور چھونے کو ترک کرنا بھی مسنون ہے۔ اور اگر ان میں انزال کا خطرہ ہو تو یہ امور حرام ہیں۔

(۱۲)۔۔۔ اہل وعیال پر خرچ کرنا، رشتہ دار اور پڑوسیوں کے ساتھ احسان کرنا، مساکین وفقراء پر بہت زیادہ صدقہ وخیرات کرنا، جیسا کہ امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: کہ

رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے لیکن ماہِ رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے، جیسا کہ آپ کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے تھے۔ وہ ماہِ رمضان کی ہر رات آپ سے ملاقات کرتے اور قرآن کریم کی منزل سناتے تھے! رسول اللہ ﷺ تیز ہوا سے زیادہ خیر و بھلائی کے کاموں میں سخی ہوتے۔

(۱۳)۔۔۔تلاوتِ قرآن، کثرت سے کی جائے اور قرآن کریم کی تلاوت سننا، سنانا، ذکر کرنا اور حضور اکرم ﷺ پر صلاۃ بھیجنا۔

(۱۴)۔۔۔اعتکاف بیٹھنے میں کثرت کرنا، خصوصاً ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا اہتمام کرنا تاکہ شبِ قدر مل جائے۔

دوم:۔۔۔روزے کے مکروہات۔

احناف کہتے ہیں کہ روزے دار کے لیے درج ذیل چیزیں مکروہ ہیں[۳]۔

(۱)۔۔۔بغیر کسی عذر کے کسی شئے کو چکھنا اور چبانا اور اس بات کا خوف کھانا کہ وہ شئے کہیں گلے میں نہ چلی جائے اور پھر پیٹ میں نہ چلی جائے، مثلاً: عورت کا کھانے کو چکھنا۔۔یا۔۔بچے کو کھانا کھلانا۔ اور اگر عورت روزے دار ہو اور گھر میں کوئی عذر شرعی والا روزے افطار کرنے والا بھی موجود نہ ہو اور اس عورت کے شوہر کا اخلاق بھی خراب ہو اور اُس کا شوہر کھانے میں عیب نکالتا ہو تو اُس عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ کھانا چکھ لے، اس عورت کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ (ان شاء اللہ)

(۲)۔۔۔چیگم کو چبانا، جس میں شکر کی مقدار موجود نہ ہو اور نہ ہی کوئی خاص فلیور (ذائقہ) ہو کیونکہ چیگم کو چبانا روزہ توڑنے کے مشابہ عمل ہے۔ چیگم مرد کے لیے ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ چیگم چبانا عورتوں کا عمل ہے تو عورتوں کی مشابہت مرد کے لیے مکروہ ہوتی ہے۔

(۳)۔۔۔بوسہ لینا، چھونا، بغل گیر ہونا اور برہنہ ملاقات کرنا جس میں جمع کرنے۔۔یا۔۔انزال کے ہو جانے کا خطرہ باقی ہو مکروہ ہے۔

(۴)۔۔۔ایسا کام کرنا بھی مکروہ ہے جس میں روزے دار کے کمزور ہو جانے کا خوف ہو، مثلاً: سینگی لگوانا اور پچھنے لگوانا (حجامہ کروانا) وغیرہ۔

(۵)۔۔۔سخت، محنت و مشقت کرنا جس کی وجہ سے روزے دار پر روزہ مکمل کرنا مشکل ہو، مکروہ ہے، مثلاً: کھیلنا۔۔یا۔۔سیر و سیاحت کرنا وغیرہ۔

(۶)۔۔۔ نگلنے کی خاطر منہ میں تھوک جمع کرنا، مثلاً: بلغم کا منہ میں جمع کرنا کیونکہ ایسا عمل روزہ افطار کرنے کے مشابہ ہے۔

(۷)۔۔۔ غیبت، چغلی اور جھوٹ بولنا: حالتِ روزہ میں مکروہ ہے کیونکہ اصل شرع میں یہ امور حرام ہیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ [بخاری]

جو شخص بُری بات کرنے اور اُس بُری بات پر عمل کرنے کو ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ

کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ مسلمان کھانا پینا چھوڑے رکھے

(۸)۔۔۔ وضو کے علاوہ کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا بھی مکروہ ہے۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ روزے دار کے لیے درج ذیل چیزیں مکروہ ہیں[۴]۔

(۱)۔۔۔ کسی ذائقہ دار چیز کو چبانا، مثلاً: نمک، شہد، سرکہ وغیرہ۔ اگر چہ ان چیزوں کو تیار کرنے والا شخص، ان کا اثر اپنے گلے میں محسوس کرے اس کے لیے بھی مکروہ ہے۔

(۲)۔۔۔ چھوٹے بچے کے لیے پنیر۔۔یا۔۔ کھجور کو چبانا بھی مکروہ ہے اور اگر یہ اُس کے گلے میں جا پہنچے تو اُس شخص کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(۳)۔۔۔ ایک مختص دن کا ہر ہفتہ کو بار بار روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے مثلاً: ہر جمعرات کو روزہ رکھنا۔

(۴)۔۔۔ جماع کرنے سے پہلے سوچنا، دیکھنا وغیرہ بھی مکروہاتِ صوم میں شمار ہوگا، کیونکہ اکثر اوقات مذی۔۔یا۔۔ منی خارج ہو جاتی ہے اور اگر مذی۔۔یا۔۔ منی خارج ہوگئی تو پھر حرام کا درجہ ہے مکروہ کا درجہ نہیں ہوگا۔

(۵)۔۔۔ واجب روزے سے پہلے نفلی روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے، مثلاً: رمضان کے روزے کی قضاء کرنی اور کفارہ مکمل کرنا، اور اگر ایک دن پہلے روزہ معین ہو تو پھر نفلی روزہ مکروہ شمار ہوگا، مثلاً: کوئی خاص منت ماننا نظر ماننا۔

(۶)۔۔۔ خوشبو لگانا اور دن کو خوشبو سونگھنا۔

(۷)۔۔۔ روزے کی حالت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا، یعنی بار بار مبالغہ کرنا۔

(۸)۔۔۔ دن کے وقت کثرت سے سونا بھی مکروہ ہے۔

(۹)۔۔۔ فضول باتیں کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۱۰)۔۔۔ حجامہ کروانا بھی مکروہ ہے۔

(۱۱)۔۔۔ دن کے وقت دانتوں کو صاف کرنا، دانتوں کو لیکوڈ لگانا بھی مکروہ ہے۔ اور اگر روزے دار نے

دوائی کو نگل لیا تو اُس دن کے روزے کی قضاء کرے گا۔

فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ روزے دار کے لیے درج ذیل امور مکروہ ہیں [۵]۔

(۱)۔۔۔جان بوجھ کر روزہ افطار کرنے میں دیر کرنا اور یہ سوچ سمجھنا کے روزہ تاخیر سے افطار کرنے میں فضیلت ہے۔اور اگر روزہ دیر سے افطار کرنا کھانے پینے کے سامان کی عدم دستیابی، لوگوں کی جماعت کا انتظار کرنا اور طعام کی عدم دستیابی کی وجہ سے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(۲)۔۔۔پنیر کی ٹکیہ جس کا کوئی ذائقہ نہ ہو اُس کو منہ میں چبانا، وہ میٹھی نہ ہو نہ کوئی اور ذائقہ ہو۔اور اگر روزہ دار کو یقین کامل ہو کہ اُس کو چبانے سے ذائقہ وغیرہ پیٹ میں چلا جائے گا تو ایسا کرنا حرام ہے۔

(۳)۔۔۔کھانے کی چیزوں کو چکھنا۔۔یا۔۔ایسی چیزوں کے متعلق خوف ہو کہ اُن کا ذائقہ گلے میں پہنچ جائے گا تو مکروہ ہے۔۔یا۔۔باورچی کے پاس ایسا شخص موجود ہو جس کا روزہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا کہ وہ شخص کھانے کو چکھے اور اگر باورچی بھی کھانے کو چکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

(۴)۔۔۔عذرِ شرعی کے بغیر غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۵)۔۔۔بوسہ لینا، معانقہ کرنا، چھونا وغیرہ بھی مکروہ ہے جب روزہ دار کو انزال ہونے۔۔یا۔۔جماع کا خطرہ ہو اور یہ مسئلہ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے متعلق ہے لیکن نفلی روزوں کے متعلق ایسا مسئلہ نہیں، نفلی روزے میں اگر روزے دار چاہے تو مکمل کرے اور اگر چاہے تو توڑ دے۔

(۶)۔۔۔زوال سے لے کر غروبِ آفتاب تک مسواک کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس وقت مسواک روزے دار کی بدبو کو زائل کر دیتی ہے لیکن شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے روزے دار کی منہ کی بُو (خلوف) کے باقی رکھنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(۷)۔۔۔پانی کے ساتھ کلی کرنا اور دانتوں کو انگلی سے رگڑنا بھی زوال کے بعد مکروہ ہے کیونکہ ایسا عمل مسواک کے مشابہ ہے۔

(۸)۔۔۔حجامہ کروانا اور سینگی لگوانا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ جسم کو کمزور کر دیتا ہے۔

(۹)۔۔۔لڑائی جھگڑا کرنا اور چغلی کرنا بھی مکروہ ہے، اگر روزہ دار کو کسی دوسرے شخص نے گالی دی۔۔یا۔۔غیبت و چغلی کے لیے پیش کیا گیا تو روزے دار اپنے دِل میں ہی یاد کرے کہ وہ روزے دار ہے اور اس کے لیے مسنون ہے کہ وہ ریاکاری سے بچتے ہوئے کہے کہ اِنِّي صَائِمٌ بے شک میں روزے دار ہوں۔(دو [۲] مرتبہ کہے۔۔یا۔۔تین [۳] مرتبہ)۔

(۱۰)۔۔۔گناہوں سے بچے، غیبت و چغلی سے باز رہے حرام کاموں سے دُور رہے، مثلاً: جھوٹ بولنا، غیبت و چغلی کرنا وغیرہ۔کسی شخص کی گفتگو فساد برپا کرنے کے لیے بیان کرنا، حرام چیزوں کی طرف دیکھنا، فحش

گفتگو اور گانے سننا بھی مکروہ ہے، حسد کرنا، حقد کرنا اور بغض کرنا بھی مکروہ ہیت، لوگوں کا ناحق مال حاصل کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے اعمال سے روزے کا اجر ضائع ہوتا رہتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَ رُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلَّا سَهْرُ [ابن ماجہ]

بہت سے روزے والے ایسے ہیں جن کو روزے سے فقط بھوک ہی حاصل ہوتی ہے اور بہت سے قیام الیل کرنے والے ایسے ہیں جن کو ماسوائے شب بیداری کرنے کی کوئی اجر وثواب حاصل نہیں ہوتا

فقہائے حنابلہ کے نزدیک روزے دار کے لیے درج ذیل امور مکروہ ہیں[۲]۔

(۱)۔۔۔منہ میں تھوک جمع کیا جائے پھر اس کو نگل لینا مکروہ ہے کیونکہ اس عمل سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ۔۔یا۔۔نہیں، اِس صورت میں اختلاف ہے، اگر روزہ دار نے تھوک کو اپنے دونوں ہونٹوں کے درمیان سے نکالا ۔۔یا۔۔پھر منہ میں سے جمع کیا پھر اپنے اس تھوک کو نگل لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ تھوک کی جگہ جدا ہے۔ لیکن روزہ دار کی اگر عادت ہے کہ وہ تھوک نگل لیتا ہے تو اس عادت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں، جیسا کہ راستہ کا گرد وغبار۔

جبکہ روزہ دار کے لیے بلغم وریشہ نگلنا حرام ہے اگر روزہ دار نے ایسا کیا تو فقہائے حنابلہ کے نزدیک اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ بلغم، پیٹ سے آئے، سینہ سے نکلے ۔۔یا۔۔دماغ سے اُترے، لیکن ہر صورت وہ بلغم منہ میں جمع ہو جائے اور اگر بلغم منہ میں جمع نہیں ہوتا تو وہ قے کی طرح ہے۔

(۲)۔۔۔روزے دار اگر کھانے کا ذائقہ اپنے منہ سے حلق میں محسوس کرتا ہے تو اُس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۳)۔۔۔چیگم وغیرہ چبانا، جس کے اجزاء منہ میں تحلیل نہ ہوسکیں مکروہ ہے لیکن اگر چیگم کے اجزاء منہ میں تحلیل ہو جائیں تو پھر ایسا چیگم چبانا حرام ہوگا اور اگر روزے دار نے اُس کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کیا تو اُس کا روزہ جاتا رہے گا۔

(۴)۔۔۔ایسا بوسہ لینا جس کی وجہ سے شہوت بھڑک اُٹھے مکروہ ہے اور کثرتِ شہوت کی وجہ سے بوسہ لینے سے انزال ہو جائے تو حرام ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ ایسا بوسہ لینا، وطی کے اوائل کے امور دیکھنا جن سے شہوت حرکت میں نہ آئے، ایسے تمام امور ایسی صورت میں مکروہ نہیں ہیں۔

(۵)۔۔۔ایسی خوشبو سونگھنا جس کا ذائقہ گلے تک محسوس ہونے لگے وہ بھی روزہ کو مکروہ کر دیتی ہے، مثلاً: کستوری سونگھنا، کافور سونگھنا، دھونی سونگھنا، بخور، اگر بتی سونگھنا، اور عنبر کا سونگھنا وغیرہ، روزہ کو مکروہ کر دیتا ہے۔

(۶)۔۔۔روزے دار کا اپنے دانتوں کے درمیان کھانے کے بقیہ ماندہ ذرات چھوڑ دینا، اس ڈر کی وجہ

سے کہ ان میں سے تھوک پیٹ کی طرف جائے۔ایسا کرنا بھی مکروہ ہے

(۷)۔۔۔کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

نوٹ:۔۔۔روزے دار اگر غسل کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ جنابت سے غسل کرتے پھر روزہ رکھتے تھے۔روزے دار کا مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ امام ترمذی وغیرہ نے عامر بن ربیعہ سے روایت کیا:

میں نے نبی کریم ﷺ کو متعدد مرتبہ مسواک کرتے ہوئے دیکھا حالانکہ آپ حالتِ روزہ میں ہوتے تھے۔[ترمذی]

---

(۱)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/ ۶۸۹۔۶۹۱، مغنی المحتاج:۱/۴۳۴۔۴۳۵۔مقدمہ حضرمیہ:۲/۱۸۳۔۱۸۸

(۲)۔۔۔الفقہ المنھجي:۲/۹۰۔ (۳)۔۔۔الدالمختار مع ردالمحتار:۲/ ۴۱۶۔۴۱۷، الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/ ۶۳۷۔

(۴)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/ ۶۹۳۔۶۹۵، الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/ ۶۳۸۔

(۵)۔۔۔مغنی المحتاج:۱/ ۴۳۱، ۴۳۲۔الفقہ المنھجی:۲/ ۸۸۔۹۰، الحضرمیۃ:۲/ ۱۸۶۔۱۸۷۔

(۶)۔۔۔الشرح الکبیر مع المغنی:۳/ ۷۰۔۷۵، الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/ ۶۴۰۔

﴿بحث ششم﴾

﴿روزہ کی قضاء اور اس کا حکم[1]﴾

ماہِ رمضان میں جس شخص نے روزہ نہ رکھا، فقہائے کرام کے اتفاق کے ساتھ اُس شخص پر قضاء واجب ہے، خواہ وہ قضاء کسی بیماری کی وجہ سے ہو، مثلاً: سفر کرنا، حیض آنا، نفاس کا آ جانا وغیرہ۔ خواہ وہ قضاء کسی عذر کے بغیر ہو، مثلاً: کسی شخص نے جان بوجھ کر روزہ نہ رکھا۔۔یا۔۔نیت وغیرہ کے بغیر روزہ رکھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْكَانَ مَّرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴿البقرۃ:۱۸۴﴾

پس جو تم میں سے بیمار ہو گیا، یا سفر پر ہے، تو شمار ہے دوسرے دنوں میں (معارف القرآن)

مسلم وغیرہ نے حضرت مُعَاذَہ رضی اللہ عنہا سے روایت، کیا وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔۔۔کہ حائضہ عورت کا کیسا مسئلہ ہے کہ وہ ماہِ رمضان کے روزہ کی قضاء کرے گی لیکن نماز کی قضاء نہیں کرے گی؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُس عورت سے پوچھا۔۔۔کیا تم اعتراض کرتی ہو ایسے عمل پر؟

اُس نے عرض کی۔۔۔ایسی بات نہیں، میں فقط سوال کرنے والی ہوں!

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔۔۔ایسا مسئلہ واقعہ ہوتا تو ہم کو ماہِ رمضان کے روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا جبکہ نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

نوٹ:۔۔۔شیخ فانی اور ضعیف العمر بڑھیا، جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور ایسا مریض جس کو بیماری سے شفایابی کی کوئی امید نہیں اُن پر روزوں کی قضاء لازم نہیں ہوگی، البتہ اُن پر فدیہ لازم ہوگا۔ بحثِ دہم میں اس کی تفصیل گزرے گی۔

اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر شرعی کے ماہِ رمضان کے روزے نہیں رکھتا افطار کرتا ہے، اُس پر شدید گرفت ہوگی کیونکہ ماہِ رمضان کی عزت کو اُس نے پامال کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ اَفْطَرَ يَوْماً مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَاِنْ صَامَه ' [ترمذی]

جس شخص نے ماہِ رمضان کے ایک دن کا روزہ ترک کیا، نہ ہی اس کو رخصتِ شرعی تھی، نہ وہ مریض تھا، اگر وہ مکمل دھر کا روزہ رکھے تو اُس ایک دن کی قضاء مکمل نہیں ہوگی

اس حدیثِ نبوی کا معنی یہ ہے کہ وہ مکمل دھر بھی روزے رکھتا رہے تو اس ماہِ رمضان کے دن کے روزے کی کفایت و برابری نہیں ہوسکتی کیونکہ ماہِ رمضان کے مہینہ کی حرمت ہے اور عقاب و سزا بھی لازم ہوتی ہے۔ اور اگر اس نے جان بوجھ کر روزہ ترک کیا تو وہ استغفار کرے اور روزے کی قضاء کرے۔

ماہِ رمضان کے روزوں کی قضاء واجب ہوتی ہے، کفارہ کے دن، نذر، نفلی روزہ میں شروع کی حالت، احناف و مالکیہ کے نزدیک ہے لیکن فقہائے مالکیہ نے قضاء کو واجب قرار دیا ہے اس شخص کے لیے جس نے جان بوجھ کر نفلی روزہ کو توڑ ڈالا[۲]۔ البتہ ایسا شخص جس نے بھول کر کھالیا پی لیا، وہ اپنا روزہ مکمل کرے گا اور اُس پر کوئی قضاء لازم نہیں آئے گی، اِسی پر اجماع ہے۔ اور اگر روزے دار مباح عذرِ شرعی کی وجہ سے روزہ توڑ دیتا ہے تو اُس پر قضاء لازم نہیں آئے گی۔

قضاءِ صوم کی کیفیت[۳]:

(۱)۔۔۔ شیخ فانی اور بڑھیا، جو روزہ رکھنے کی طاقت بالکل نہیں رکھتے اور ایسا مریض جس کو بیماری سے شفا ملنے کی کوئی امید نہیں، یہ اپنے روزہ کا فدیہ دیں گے اور ان کے روزہ کی کوئی قضاء نہیں ہوگی۔

(۲)۔۔۔ مریض، مسافر، حیض و نفاس والی عورت، ان کا ایک دن کا روزہ رہ گیا۔۔یا۔۔ انہوں نے زیادہ روزے نہ رکھے تو یہ صرف روزے کی قضاء کریں گے اور ان پر روزہ کا فدیہ لازم نہیں آئے گا۔

(۳)۔۔۔ صوم کے کفارہ کی بحث میں اُن لوگوں کا ذکر ہوگا جن پر فدیہ کے ساتھ قضاء لازم آئے گی، آنے والے رمضان کے نئے مہینے سے پہلے پہلے قضاء لازم ہوگی۔ قضاء کی اَدائیگی میں جلدی کرنا مسنون ہے تا کہ وہ ذمہ داری سے بَری ہو جائے۔

ایسا شخص جس پر رمضان کی قضاء لازم ہے اس کے لیے نفلی روزے رکھنا مکروہ ہیں۔

روزہ کی قضاء کرنے سے پہلے پہلے دوسرا ماہِ رمضان آ گیا تو ایسی صورتحال میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ کہتے ہیں:

ماہِ رمضان کے روزوں سے فارغ ہو جانے کے بعد اس شخص پر واجب ہے کہ وہ سابقہ روزوں کی قضاء مکمل کرے اور اس قضاء کے ساتھ ساتھ وہ فدیہ بھی دے[۴]۔

احناف کہتے ہیں کہ اس پر سابقہ روزوں کی قضاء ہی لازم ہوگی، کسی صورت میں بھی قضاء کے ساتھ فدیہ نہیں لازم آتا خواہ اُس شخص سے روزوں کی قضاء میں تاخیر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے ہوئی ہو۔۔یا۔۔ کسی عذرِ شرعی کے بغیر تاخیر ہوئی ہو۔۔۔ المختصر۔۔۔ وہ روزوں کی قضاء ہی کرے گا[۵]۔

جبکہ شوافع کہتے ہیں کہ روزوں میں تاخیر ہو جانے کی وجہ سے اس پر قضاء اور فدیہ لازم ہو جائے گا، جتنے سال قضاء میں تاخیر کرتا رہے گا اتنے سالوں کا فدیہ تکرار کے ساتھ لازم ہوگا[6]۔

لیکن فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر اس شخص نے ایک سال کے دوران روزوں کی قضاء مکمل نہ کی اس پر ایک سال تاخیر کرنے کی وجہ سے فدیہ دینا لازم ہوگا۔ ہر سال فدیہ میں اضافہ نہیں ہوگا کیونکہ روزوں کی قضاء میں تاخیر کرنے کی کثرت واجب کی اُدائیگی میں اضافہ نہیں کرتی، اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر ایک شخص نے سالوں سال ایک حج واجب کی اُدائیگی میں تاخیر کی تو اس پر ایک حج ہی واجب ہوگا، زیادہ مقدار میں حج اُدا کرنے واجب نہیں ہوں گے[7]۔

نوٹ:۔۔۔ وہ ایام جن میں روزہ رکھنا منع کیا گیا ہے، ان دنوں میں روزوں کی قضاء کرنا کفایت نہیں کرے گا، مثلاً: عید کے دن میں ماہِ رمضان کی قضاء کرنا نذر کے وقت قضاء کرنا اور ماہِ رمضان کے روزوں کے دوران سابقہ روزوں کی قضاء کرنا منع ہے کیونکہ موجودہ ماہِ رمضان کے روزے اُدا کرنا ہی ضروری ہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ ماہِ رمضان کے روزوں کی قضاء کرنی فوراً شرط نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۔۔۔فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ۔۔۔ بیمار و مریض شخص دوسرے آنے والے غیر رمضان کے دنوں میں قضاء مکمل کرے گا۔

اور ماہِ رمضان المبارک کے روزوں کی قضاء ترتیب سے کرنا مستحب ہے کیونکہ ترتیب اُدا کے مشابہ ہے، یہی اکثر فقہائے کرام کا قول ہے۔

البتہ جو بندہ فوت ہو گیا اور اس پر روزہ لازم تھا، اس کے متعلق تفصیلی مسائل بحث یازدہم "میں ذکر کئے جائیں گے۔

---

(۱)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲/ ۶۷۹، الشرح الصغیر: ۱/ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ (۲)۔۔۔الدر المختار مع ردّ المحتار: ۲/ ۴۲۸۔
(۳)۔۔۔الشرح الصغیر: ۱/ ۷۰۴۔ (۴)۔۔۔المجموع: ۶/ ۴۰۹۔ (۵)۔۔۔الھدایہ: ۱/ ۱۲۴۔
(۶)۔۔۔المجموع: ۶/ ۴۱۰۔ (۷)۔۔۔المغنی: ۳/ ۸۴۔

﴿بحث ہفتم﴾
﴿کفارہ صوم﴾

اوّل:۔۔۔روزے کے کفارے کا حکم:

ماہِ رمضان کے روزوں کا کفارہ واجب ہے۔فقہائے شوافع وحنابلہ کہتے ہیں کہ کفارہ کو واجب کرنے والی چیز ایک ہی ہے اور وہ ماہِ رمضان کے دنوں میں سے کسی ایک دن کو جماع کرنے کی وجہ سے روزے کا فاسد کرنا ہوتا ہے۔اس مسئلہ کی تفصیل بحثِ دوم میں گزر چکی،جبکہ فقہائے احناف و مالکیہ کہتے ہیں کہ روزے کا کفارہ صرف ماہِ رمضان کے روزے کو توڑنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے جب روزے دار ماہِ رمضان کی حرمت وعزت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے روزے کو توڑ دے اور روزہ برقرار رکھنے پر اس کو اختیار بھی ہو،اس پر کفارہ واجب ہوجاتا ہے،مثلاً: حالتِ روزہ میں روزے دار جماع وغیرہ کرلیتا ہے تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔اس مسئلہ کی تفصیل بحث دوم میں گزر چکی ہے۔

دوم:۔۔۔کفارہ کی انواع واقسام:غلام آزاد کرنا،روزہ رکھنا،کھانا کھلانا:

فقہائے مالکیہ وشافعیہ وحنابلہ کہتے ہیں کہ ایمان والا غلام آزاد کرایا جائے گا،جبکہ فقہائے احناف کہتے ہیں کہ حدیثِ نبوی کے اطلاق کے مطابق غلام آزاد کیا جائے گا خواہ وہ غلام (غیر مؤمن) کافر کیوں نہ ہو اور اگر غلام آزاد کرنے سے وہ شخص عاجز ہو تو پھر وہ دو ۲ ماہ کے مسلسل لگاتار روزے رکھے گا۔اور اگر روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو پھر ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔یہی قول جمہور احناف،شوافع اور حنابلہ کا ہے[1]۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ بندۂ مسلم کو اختیار حاصل ہے کہ وہ تین ۳ امور میں سے کسی ایک کو اَدا کرے تو اس پر واجب ہونے والا کفارۂ صوم اَدا ہوجائے گا:

(۱)۔۔۔ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے،یہ افضل ہے۔(۲)۔۔۔دو ۲ ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔
(۳)۔۔۔غلام آزاد کرائے[2]۔

غلام آزاد کرنے سے عاجز ہو تو روزے رکھے[3]۔

کفارۂ صوم اَدا کرنے والا شخص اگر غلام آزاد کرنے سے عاجز ہو تو پھر وہ دو ۲ ماہ کے مسلسل،لگاتار،بلاناغہ روزے رکھے گا اور ان دو ۲ مہینوں کے درمیان عید کا دن بھی نہ ہو،ایامِ تشریق بھی نہ ہوں۔

اگر ایسا شخص غلام آزاد کرنے پر قادر ہو اور اُس نے دو۲ ماہ کے مسلسل روزے بھی شروع نہیں کیے تو وہ غلام ہی آزاد کرائے گا۔ فقہائے احناف کہتے ہیں کہ روزے رکھنے کے دوران۔۔۔یا۔۔۔دن کے آخر میں وہ شخص غلام آزاد کرانے پر قادر ہوا تو وہ غلام ہی آزاد کرائے گا۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی وہ غلام آزاد کرائے گا جبکہ جمہور کے نزدیک اس پر غلام آزاد کرانا لازم نہیں ہوتا، روزوں سے غلام آزاد کرانے پر انتقال صحیح نہیں، البتہ اگر وہ شخص بذاتِ خود چاہتا ہے کہ وہ روزوں سے غلام آزاد کرانے کی طرف منتقل ہو، تو پھر صحیح ہوگا اور اس کے لیے مستحب عمل ہوگا۔

احناف کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص روزوں کا کفارہ اَدا کرنے کے دوران روزہ رکھنا ترک کرتا ہے تو اس شخص کو دوبارہ شروع سے روزوں کی بجا آوری کرنی ہوگی، البتہ ایامِ حیض میں عذرِ شرعی ہے۔ عورت ایسی صورتحال میں روزوں کو آغاز سے دوبارہ شروع نہیں کرے گی۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر بھول کر۔۔۔یا۔۔۔کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھا۔۔۔یا۔۔۔تسلسل توڑ دیا تو دوبارہ روزوں کو مسلسل آغاز سے شروع نہیں کرنا پڑے گا۔ اور اگر جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا تو پھر اُس شخص کو آغاز سے روزہ شروع کرنا پڑے گا۔ جبکہ فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ اگر روزہ کی دو۲ ماہ کی قضاء کرنے والا شخص عذرِ شرعی کر گیا۔۔۔یا۔۔۔آخری دن، تو وہ دوبارہ شروع دن سے روزے رکھے گا۔

لیکن حیض ونفاس، جنون اور پانی میں ڈوب جانے کے بعد بے ہوشی طاری ہونے کی صورت میں دوبارہ آغاز سے دو۲ ماہ کے روزوں کا سلسلہ شروع نہیں کیا جائے گا۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ کسی بیماری۔۔۔یا۔۔۔حیض کی وجہ سے روزوں کا سلسلہ منقطع نہیں کیا جائے گا۔

روزوں میں عدم استطاعت اور کھانا کھلانا:

امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا، ہر مسکین کے لیے پیمانہ مُد کے برابر گندم، منقہ اور کھجور وغیرہ بطور کھانا ہوگا[۴]۔

احناف کہتے ہیں کہ ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا، ہر مسکین کو نصف صاع گندم۔۔۔یا۔۔۔پھر مکمل صاع تمام اقسام کے دانوں کے برابر دیا جائے گا[۵]۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور اس کی مقدار ایک مُد ہے جو مُد عصر نبوی میں موجود تھا، نہ زیادہ مقدار ہو نہ کم اور یہی افضل ہے[۶]۔

جبکہ فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ ساٹھ ۶۰ مساکین کو کھانا کھلایا جائے گا، جس کی مقدار گندم کا ایک مُد ہے۔۔یا۔۔پھر جَو۔۔یا۔۔کھجور کا نصف صاع ہوگا[7]۔

سوم:۔۔۔کفارات کی کثرت[8]۔

اگر روزوں کے کفارے کی تعداد زیادہ ہوگئی تو احناف و مالکیہ کے نزدیک افطار کرانے سے پہلے روزے کا کفارہ اَدا ہوجائے گا، اگر چہ ایسا عمل ایک دن میں ہو۔۔یا۔۔دو ۲ دن میں۔ اگر ایک ہی دن میں کھانا کھلایا جائے تو پہلا کفارہ بالاتفاق کافی ہوگا۔

اور اگر دو ۲ دن کا ہو۔۔یا۔۔رمضان کے زیادہ دنوں کا کفارہ ہو تو جمہور کے نزدیک دو ۲ کفارہ ہی واجب ہوں گے کیونکہ ہر دن منفرد عبادت ہوتی ہے اور اگر روزہ فاسد کرنے کی وجہ سے کفارہ واجب ہوا تو وہ دو ۲ رمضان کے مہینوں اور دو ۲ حج کے مہینوں میں داخل نہیں ہوگا اور احناف کے نزدیک ایک ہی کفارہ کفایت کرے گا۔

چہارم:۔۔۔افطار کے بعد شرعی عذر کی صورت[9]۔

فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ سفر کرنا، جماع کرنے کے بعد بیمار ہوجانا۔۔یا۔۔کھانا کھانے کی صورت میں روزے کا کفارہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ عذرِ شرعی، کفارہ کے وجوب کے بعد معنی رکھتا ہے اور عذر کفارہ کو ساقط نہیں کرسکتا۔

جبکہ احناف کہتے ہیں کہ حیض و نفاس اور روزہ فاسد کرنے والے دن میں کسی مباح بیماری کا آجانا کفارہ کو لازم قرار نہیں دیتا، بلکہ کفارہ ساقط ہوجاتا ہے۔ کفارہ مستحق روزہ کا واجب ہوتا ہے۔

---

(۱)۔۔الھدایہ:۱/۱۲۲، مغنی المحتاج:۱/۴۴۴، المغنی:۳/۶۵۔ (۲)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۱۳، المجموع:۶/۳۸۲۔
(۳)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/۶۸۴، ۶۸۵۔ (۴)۔۔۔المجموع:۶/۳۸۲، مغنی المحتاج:۱/۴۴۴۔
(۵)۔۔۔المغنی:۳/۶۷۔ (۶)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۷۱۳۔ (۷)۔۔۔المغنی:۳/۶۷۔
(۸)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/۶۸۵۔۶۸۶۔ (۹)۔۔۔نفس المرجع:۲/۶۸۶

﴿بحث ہشتم﴾

﴿روزے کا فدیہ﴾

اوّل:۔۔۔فدیہ کا حکم:

فدیہ دینا واجب ہے، یہی اس کا حکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴿البقرۃ:۱۸۴﴾

اور ان پر، جو طاقت کھو چکے ہیں، روزہ کا فدیہ ہے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا (معارف القرآن)

اِس سے یہ مراد ہے کہ جو رمضان شریف کا روزہ رکھنے میں سخت ترین مشقت محسوس کریں وہ لوگ 'فدیہ' اَدا کریں[1]۔

امام جردانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ دو[2] افراد کو ایک پیمانۂ مُد کے برابر فدیہ دینا منع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ اَدا کرنے کا وجوب صرف ایک شخص کے لیے کیا ہے، جیسا کہ اُس نے فرمایا:

فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴿البقرۃ:۱۸۴﴾ ایک مسکین شخص کو کھانا کھلا دینا

اور شرعی پیمانۂ مُد ایک ایسا فدیہ ہے جو کم نہیں کیا جا سکتا اور اس کی اَدائیگی میں اس بات کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ اس شخص کی طاقت سے زیادہ مقدار کا ہو، اس طرح اس کے خاندان کی خوراک سے بھی زیادہ ہو۔ جو شرعی پیمانہ مقرر ہے وہی ہر دَور زمانہ میں معتبر ہوگا، مسکین اور خادم کو اُسی کی ہی حاجت ہوتی ہے جس طرح فطر کی زکوٰۃ (صدقۂ فطر) کا مسئلہ ہے، اسی طرح خطیب اور باجوری نے ذکر کیا[2]۔

دوم:۔۔۔فدیہ کی قیمت[3]۔

احناف کے نزدیک گندم کا نصف صاع یعنی اُس کی قیمت مراد ہے، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ موت تک بیمار ہی رہیں۔

جبکہ فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اہل علاقہ کے عرف کے مطابق کھانے کا مُد مراد ہے، وہ مُد ہر اُس روزے کا فدیہ علیحدہ ہر دن کا ہوگا جس دن کا روزہ اُس شیخ فانی۔۔یا۔۔فانیہ نے نہ رکھا تھا۔

احناف کے نزدیک ایک صاع تین ہزار آٹھ سو ۳۸۰۰ گرام کے برابر ہے اور فدیہ کی قیمت اس ایک صاع کی نصف قیمت ایک ہزار نو سو ۱۹۰۰ گرام ہے۔

جبکہ فقہائے شوافع کے نزدیک مُد، حُفنہ بھر کر اَدا کرنے کے برابر ہے اور اس کا وزن ایک رطل اور ثلث

ہے، رطل بھی رطل بغدادی ہوگا جو کہ چھ سو ۶۰۰ گرام کے مساوی ہے۔

جبکہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک 'مُد' دو ۲ انسانی ہاتھ بھر کر اَدا کرنے کی برابر مقدار 'حفنہ' ہے اور وہ ہاتھ بھی زیادہ بڑے۔۔یا۔۔زیادہ چھوٹے نہ ہوں بلکہ متوسط ہوں۔

جبکہ فقہائے حنابلہ کے نزدیک مُد کی مقدار درمیانے قد وقامت والے مرد کے دو ۲ ہاتھوں کے برابر ہے۔

سوم:۔۔۔فدیہ دینے کا سبب[۴]۔

اوّل:۔۔۔ روزہ بجالانے سے عاجز ہونا فدیہ کو واجب کرتا ہے، اس پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ فدیہ کی اَدائیگی کا وجوب اس شخص کے لیے ہے جو روزے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ عمر رسیدہ بوڑھا شخص اور عمر رسیدہ بڑھیا ہے جب روزہ رکھنا اُن کو سخت تکلیف پہنچائے، اُن کو تھکا دے، تو ایسے عمر رسیدہ مرد وعورت شیخ فانیہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان دونوں کی طرح ایسا مریض ہے جس کو شفایاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو، اس کی تفصیل بحث دہم میں آئے گی۔

دوم:۔۔۔ ماسوائے احناف، فدیہ جمہور کے نزدیک حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی واجب ہوتا ہے، فدیہ کے ساتھ ساتھ اُن پر روزہ کی قضاء بھی واجب ہوتی ہے۔ بحثِ نہم میں اس کی تفصیل آئے گی۔

سوم:۔۔۔ احناف کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کی قضاء کے ساتھ ساتھ فدیہ بھی اُس شخص پر واجب ہوتا ہے جس شخص نے رمضان کے روزوں کی قضاء کرنے میں تاخیر کردی ہو اور روزوں کی قضاء کو اتنا لیٹ کردیا کہ دوسرا ماہِ رمضان آگیا۔ جو دن اُس نے روزہ نہ رکھا تھا اس کا حساب لگا کر فدیہ دیا جائے گا۔ اِس مسئلہ کو اُس شخص کے مسئلہ پر قیاس کیا جائے جس شخص نے جان بوجھ کر روزہ کھایا کیونکہ یہ دونوں شخص صوم رمضان کی عزت کو پامال کرنے والے ہیں۔ اور واضح رہے کہ مریض، مسافر، پاگل، حیض ونفاس والی عورت، اگر اُن کو عذرِ شرعی لازم ہوا تو ان پر (عندالاحناف) فدیہ واجب نہیں ہوتا۔

چہارم:۔۔۔فدیہ کا تکرار[۵]۔

فقہائے مالکیہ وحنابلہ نے کہا سالوں کے تکرار ہونے سے فدیہ کی اَدائیگی میں تکرار نہیں ہوتا، جبکہ فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ صحیح روایت کے مطابق سالوں کے تکرار کی وجہ سے فدیہ کا تکرار ثابت نہیں ہوتا۔

فقہائے احناف کہتے ہیں کہ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک فدیہ کی اَدائیگی میں تاخیر کرنے سے فدیہ اَدا ہی نہیں ہوتا، کیونکہ اس پر نص قرآنی کا اطلاق ہوتا ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴿البقرة:۱۸۴﴾

اوران پر، جو طاقت کھو چکے ہیں، روزہ کا فدیہ ہے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا (معارف القرآن)

۔۔۔تاخیر کرنے پر قضاء کا وجوب لازم ہی رہتا ہے۔ قضائے صوم میں تاخیر کرنے کی وجہ سے کسی بھی قسم کی کوئی دوسری چیز لازم نہیں ہوتی، اس عدم لزوم کی وجہ یہ ہے کہ صوم رمضان کے کفارات کے متعلق قیاس کرنا جائز نہیں، البتہ قضائے صوم میں جلدی کرنا افضل ہے اور تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

(۱)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲/ ۶۸۷، فتح العلام: ۴/ ۶۱، مغنی المحتاج: ۱/ ۴۴۰۔ (۲)۔۔۔فتح العلام بشرح مرشد الانام: ۴/ ۷۰۔
(۳)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲/ ۶۸۷، فتح العلام: ۴/ ۶۱، بدایۃ المجتہد: ۱/ ۵۰۷، مغنی المحتاج: ۱/ ۴۴۰، ردّ المحتار: ۲/ ۴۲۶۔
(۴)۔۔۔الفقہ الاسلامی: ۲/ ۶۸۷، فتح العلام: ۴/ ۶۰۔ بدایۃ المجتہد: ۱/ ۵۰۴۔ (۵)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲/ ۶۸۹، فتح العلام: ۴/ ۵۶۔۵۴، مغنی المحتاج: ۱/ ۴۴۱، ردالمحتار: ۲/ ۴۲۳، المغنی: ۳/ ۸۳۔

﴿بحثِ نہم﴾

﴿حاملہ خاتون اور دودھ پلانے والی عورت کے متعلق[1]﴾

حاملہ خاتون اور دودھ پلانے والی خاتون اگر ان دونوں کو اپنی جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔۔یا۔۔ اپنے بچے کی جان خطرے میں دیکھیں تو اُن کے لیے مباح ہے کہ یہ روزہ نہ رکھیں۔۔یا۔۔توڑ دیں، خواہ وہ شیر خوار بچہ دودھ پلانے والی عورت کا اپنا بچہ ہو۔۔یا۔۔کسی دوسری عورت کا بچہ ہو، نسبی بچہ ہو۔۔یا۔۔رضاعی، خواہ دودھ پلانے والی عورت حقیقی بچہ کی ماں ہو، خواہ اُجرت پر دودھ پلانے والی ہو۔ اور حاملہ خاتون اور دودھ پلانے والی خاتون جس کو خطرہ وخوف لاحق ہو اس سے مراد ہے کہ عقل کا نقصان ہو، ہلاک ہونے کا خطرہ ہو۔۔یا۔۔کسی بیماری کا خطرہ وخوف ہو۔

معتبر خوف یہ ہے کہ سابقہ تجربہ کی روشنی میں غالب خطرہ محسوس ہو۔۔یا۔۔عادل مسلمان ڈاکٹر کا حکم ہو کہ یہ روزہ نہ رکھیں ورنہ زچہ و بچہ کی جان کو خطرہ ہوگا۔ حاملہ و مرضع کے لیے عدم صوم کے مباح ہونے کے جواز کی یہ دلیل ہے کہ اُن کے حکم کو مریض و مسافر پر قیاس کیا جائے گا، اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ
َالصَّلَاۃِ وَعَنِ الْحُبْلیٰ وَالْمُرْضِعِ [روایت الترمذی]

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسافر، حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت سے
آدھی نماز (قصر) پڑھنے اور روزوں کے متعلق تخفیف فرمائی ہے

اور اگر حاملہ عورت۔۔یا۔۔رضاعت کرنے والی عورت بذاتِ خود زچہ و بچہ کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو روزہ رکھنا حرام ہو جاتا ہے، امتِ محمدیہ کی رحمت کے باب میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آئمہ اربع نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حاملہ عورت۔۔یا۔۔بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کے لیے اگر اپنی جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔۔یا۔۔بچہ کی جان کو خطرہ ہو تو اُن کے لیے مباح ہے کہ یہ روزہ افطار کر لیں۔ اور اگر انہوں نے حمل و رضاعت کی صورت میں رمضان مکمل کر لیا تو یہ بھی صحیح ہے۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ عورت نے روزہ نہ رکھا، اِسی طرح دودھ پلانے والی عورت نے روزہ نہ رکھا، تو ان پر فدیہ کے بغیر صرف روزہ کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔

فقہائے شافعیہ و حنابلہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ۔۔یا۔۔رضاعت کرنے والی عورت کی جان کو خطرہ

تھا۔۔یا۔۔ان کے بچہ کی جان کو خطرہ لاحق تھا اور انہوں نے روزہ نہ رکھا تو ان پر روزہ کی قضاء لازم آئے گی جبکہ فدیہ لازم نہیں آئے گا۔اور اگر انہوں نے صرف اپنے بچہ کی جان کو خطرہ لاحق ہونے کی وجہ سے روزہ نہ رکھا تو ان پر فدیہ اور قضاء دونوں لازم آئیں گی۔

جبکہ فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ ومرضع کھانے پینے سے عاجز آگئیں ہوں تو پھر ان دونوں سے قضاء وفدیہ دونوں ساقط ہو جائیں گے جس طرح وطی کرنے کا کفارہ ساقط ہو جاتا ہے، بلکہ قضاء وفدیہ دونوں عذرِ شرعی پائے جانے کی وجہ سے ساقط ہو جائیں گے اور یہی اولیٰ ہے۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ عورت۔۔یا۔۔رضاعت کرنے والی عورت۔۔یا۔۔اُن کے بچہ کی جان کو خطرہ درپیش تھا تو اُن پر صرف روزہ کی قضاء واجب ہوگی جبکہ فدیہ واجب نہیں ہوگا۔اور اگر بچہ کی جان کو خطرہ درپیش تھا تو حاملہ عورت صرف روزہ کی قضاء کرے گی اُس پر فدیہ کی اَدائیگی لازم نہیں ہوگی۔

جبکہ بچہ کو دودھ پلانے والی عورت پر روزہ نہ رکھنے کی صورت میں قضاء وفدیہ دونوں لازم ہوں گے۔

(۱)۔۔۔فتح العلام:۴/۶۳،الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/۶۴۷،الشرح الصغیر:۱/۷۲۲،المغنی:۳/۲۰۔۷۷،ردالمحتار علی الدر المختار:۲/۴۲۲۔۴۲۳،مغنی المحتاج بشرح المنھاج:۱/۴۴۰،بدایۃ المجتہد:۱/۵۰۶۔

﴿بحثِ دہم﴾

﴿بوڑھے بزرگ آدمی، شفایابی سے مایوس مریض، دمہ کی بیماری کا مریض اور نیکوٹین وغیرہ استعمال کرنے والے شخص کا حکم﴾

اول:۔۔۔بوڑھا بزرگ آدمی اور ایسا مریض جو شفایابی صحت سے مایوس ہوگیا[1]۔

امت کا اِس بات پر اجماع ہے کہ بوڑھے بزرگ کا روزہ رکھنا جائز ہے، اِسی طرح بوڑھی عورت بھی روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو اس کا بھی حکم بوڑھے بزرگ (بابا) شیخ فانی کے حکم کی طرح ہے، اور ان دونوں پر روزوں کی قضاء لازم نہیں ہوتی کیونکہ ان دونوں بوڑھے مرد وزن کو روزہ کی اَدائیگی میں قدرت وطاقت حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴿البقرۃ:۱۸۴﴾

اوران پر، جو طاقت کھو چکے ہیں، روزہ کا فدیہ ہے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا (معارف القرآن)

معلوم ہوا مذکورہ بوڑھے مرد وزن اس حکم سے خارج ہیں کیونکہ ان کو روزہ کی اَدائیگی میں جسمانی قدرت و طاقت ہی حاصل نہیں۔ (مترجم)

جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بوڑھے مرد وعورت کے حکم پر دلالت کرنے والی آیتِ مبارکہ منسوخ نہیں، بلکہ اُن کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر یہ روزہ نہیں رکھ سکتے تو ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

البتہ ہم کو جمہور امتِ اسلامیہ کا اجماع والا موَقف لازم ہے کیونکہ بوڑھے مرد وزن کو طاقتِ جسمانی ہی حاصل نہیں، لہٰذا اُن پر روزوں کی قضاء بھی لازم نہیں ہوگی۔ اور ان کی مثل وہ مریض جس کو بیماری سے شفایابی کی بالکل امید نہ ہو وہ مریض بھی انہیں کے حکم میں شامل ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴿الحج:۷۸﴾

اور نہیں رکھی تم پر دین میں کوئی تنگی (معارف القرآن)

البتہ جو شخص ماہِ رمضان میں روزہ کی اَدائیگی سے عاجز ہوا لیکن رمضان المبارک کے بعد وہ شخص روزہ پر قادر ہوا تو اُس پر روزہ کی قضاء لازم ہے جبکہ اس پر فدیہ کی اَدائیگی لازم نہیں ہوگی۔

لیکن ایسا مریض جس کو شفایاب ہونے کی بالکل امید نہ ہو، اسی طرح بوڑھے ناتواں مرد و زن، تو ان پر ماہِ رمضان کریم کا روزہ لازم ہی نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اُن پر روزہ کا فدیہ اَدا کرنا لازم آئے گا اور یہی صحیح ترین مذہب بھی امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فدیہ کی مقدار ہر روزہ کے عوض گندم۔۔یا۔۔جَو کا نصف صاع اَدا کرنا ہے، جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہر روزہ کا ایک مُد اَدا کرنا ہوگا جو اس علاقہ کا معروف پیمانہ ہوگا، جبکہ امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مایوس مریض، ضعیف و ناتواں مرد و زن پر روزہ کی قضاء اور اُس کا فدیہ دونوں لازم ہی نہیں آئیں گے، البتہ مستحب ہے کہ وہ اپنے روزوں کا فدیہ اَدا کریں۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کھجور۔۔یا۔۔جَو کا نصف صاع اور گندم کا ایک پیمانہ مُد بطورِ فدیہ اَدا کیا جائے گا۔

دوم:۔۔۔دمہ کی بیماری/ سانس کی بیماری کا مریض۔

سانس و دمہ کی بیماری کا مریض اگر ضروری سمجھے تو وہ ماہِ رمضان کے روزہ کے دوران اپنے منہ میں خصوصی اسپرے استعمال کر سکتا ہے اور ایسا عمل کرنے سے اُس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ دبانے سے یہ منہ کی طرف ہَوا پھینکتا ہے ہلکی سی گیس منہ میں داخل ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریض کی ہَوا کی نالیاں بہتری محسوس کرتی ہیں اور اس کے بعد مریض آسانی سے سانس لے سکتا ہے رمضان مکمل کرے گا اور اس کے بارے میں ہمارے ہم عصر علمائے کرام نے رخصت دی ہے اور انہوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

ایسا سپرے جو منہ میں دمہ/ سانس کا مریض کرتا ہے، اس میں شامل دوائی منہ میں ہی باقی رہتی ہے اور گلے میں داخل نہیں ہوتی اور جب مریض کلی کرتا ہے تو یہ دوائی منہ سے نکل جاتی ہے۔البتہ جو منہ کے راستے سے گلے میں داخل ہوتی ہے وہ ہلکا سا گیس اور ہَوا کا پریشر ہوتا ہے جو پھیپڑوں کی طرف گردش کرتا ہے اور اس ہَوا کے پریشر کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا[۲]۔

جبکہ دوسرے علمائے کرام نے دورانِ صوم ایسا اسپرے استعمال کرنے سے منع کیا ہے، اور انہوں نے کہا کہ جو شخص ایسا عمل کرے گا اُس کا روزہ باطل ہو جائے گا، جبکہ ہم ایسے علمائے کرام کے فتویٰ کو اہمیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی اسپرے دمہ۔۔یا۔۔سانس کے مریض کے لیے ضرورت کے پیشِ نظر جائز ہوگی لیکن وہ روزہ کی قضاء بھی کرے گا کیونکہ اس ہَوائی سپرے کے دوران لیکوڈ میڈیسن بھی شامل ہوتی ہے جو دوران استعمال منہ میں پھیلتی ہے[۳]۔۔۔وَاللهُ اَعْلَمُ وَاَحْکَمُ۔۔۔

سوم:۔۔۔دوران صوم نکوٹین کا استعمال کرنا۔

سگریٹ نوشی کرنے والا شخص انتہائی سخت ضرورت کے پیش نظر ماہِ رمضان کے روزے کے دوران اپنی جلد پر ایک قسم کی چمٹنے والی نیکوٹین رکھتا ہے، اس طرح کی نیکوٹین کی وجہ سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ ایسی نیکوٹین والا مادہ جسم کے مسامات کے ذریعہ سے جسم کے اندر پہنچتا ہے اور جسم کے مسام کوئی کھلی ہوئی واضح نالی نہیں ہوتی بلکہ مسام 'منفذ غیر مفتوح' کے ضمن میں شامل ہیں، لہٰذا اس طرح نیکوٹین استعمال کرنے کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(۱)۔۔۔فتح العلام:۴/۶۱، الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/ ۶۴۷، مغنی المحتاج:۱/۴۴۰، ردّالمحتار علی الدر المختار:۲/۴۲، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقصد:۱/ ۵۰۷۔ (۲)۔۔۔مناہل العرفان من فتاویٰ شیخ فضل بن عبد الرحمٰن:۱۸۴۔

(۳)۔۔۔مناہل العرفان من فتاویٰ شیخ فضل بن عبد الرحمٰن:۱۸۳۔

﴿بحثِ یازدہم﴾
﴿جو شخص مرگیا اور اُس کے ذمہ رمضان کریم کا روزہ تھا﴾

جو شخص مرگیا اور اُس کے ذمہ رمضان کریم کا روزہ واجب تھا، تو ایسی صورتحال پر اُس کے لیے دو[۲] باتیں ہوں گی[۱]۔

قولِ اوّل:۔۔۔ پہلی حالت یہ ہے کہ روزہ کی قضاء ممکن ہونے سے پہلے پہلے وہ شخص فوت ہوگیا، وقت نہ مل سکا۔۔یا۔۔اُس کو پھر عذرِ شرعی، بیمار ہونے، سفر کرنے۔۔یا۔۔روزہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے لاحق ہوا، لہٰذا ایسے عذرِ شرعی کی وجہ سے اُس شخص پر کوئی گناہ نہیں، نہ ہی اُس پر کسی قسم کا فدیہ لازم ہوتا ہے کیونکہ روزہ قضاء کرنا اُس کے لیے ممکن ہی نہ ہوا۔

قولِ دوم:۔۔۔ دوسری حالت یہ ہے کہ وہ شخص روزہ کی قضاء ممکن ہونے کے بعد فوت ہوا۔ فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر اُس نے روزے بغیر کسی شرعی عذر کے ترک کئے، گویا کہ اُس شخص نے جان بوجھ کر روزہ کی قضاء کی، خواہ قضائے صوم اُس کے ممکن ہوا، خواہ ممکن نہ ہوا۔ لہٰذا ایسا شخص گناہ گار ہوگا اور اُس مرحوم کی طرف سے اُس کا سرپرست اُس کے چھوڑے گئے ترکہ یہ روز کے حساب سے وجوبی طور پر لوگوں کو کھانا کھلائے گا۔ اور کھانے کی مقدار اُس علاقہ کا معروف پیمانۂ مُد شمار ہوگا۔ اور اگر اُس مرحوم شخص کے ترکہ میں کچھ بھی خرچہ کرنا ممکن نہ ہو تو پھر اُس کے ولی/سرپرست پر لازم نہیں آتا کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلائے۔۔یا۔۔روزہ رکھے۔ البتہ اُس مرحوم کے ولی/سرپرست کے لیے مستحب ہے کہ وہ مرحوم کے ذمہ روزوں کی قضاء کی نیت سے روزے رکھے، جیسا کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّه ‘ [رواہ الشیخان]

جو شخص فوت ہوگیا اور اُس پر روزے واجب تھے تو اُس کی طرف سے اُس کا ولی روزے رکھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اکرم (ﷺ) کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اُس شخص نے عرض کی۔۔۔ یارسول اللہ (ﷺ)! بے شک میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اُس پر ماہِ رمضان کے روزے لازم تھے تو کیا میں اپنی مرحوم والدہ کی طرف سے روزے قضاء کرسکتا ہوں؟

فرمایا۔۔۔ جی ہاں! اللہ تعالیٰ کا قرض اَدا کرنا زیادہ حق رکھتا ہے[۲]۔

اور اگر میت کے رشتہ داروں میں سے کوئی شخص کسی غیر رشتہ دار اجنبی شخص کو روزہ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں تو یہ بھی صحیح ہے۔ اور اگر میت کے رشتہ داروں کی اجازت کے بغیر اُس اجنبی شخص نے روزے رکھے تو یہ مرحوم کی طرف سے بدلہ شمار نہیں ہوگا، اور روزہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

اگر ایسے مرحوم شخص کی طرف سے کوئی شخص روزہ نہیں رکھتا تو پھر اُس کی طرف سے ہر روز کھانے کا ایک مُد، کھلایا جائے گا، اور اُس کھانا کھلانے کا خرچہ اُس کے ترکہ سے نکالنا واجب ہے، یہ قرض کے حکم میں ہوگا۔ اگر اُس کے پاس مال و دولت نہیں تو پھر اُس کی ذمہ داری سے براءت اختیار کی جائے گی، اور ذمہ داری قبول نہیں کی جائے گی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْناً [الترمذی]

جو شخص فوت ہوگیا اور اُس کے ذمہ ماہِ رمضان کے روزے واجب تھے تو اس مرحوم کی طرف سے ہر روزے کے عوض ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔

امام ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے رمضان شریف کے روزوں کی قضاء مؤخر کردی اور اُس سے قضاء کرنا ممکن بھی ہوا لیکن وہ شخص مر گیا، تو اُس کی طرف سے اُس کا ولی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا، اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے جس کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مالک، امام لیث، امام اوزاعی، امام ثوری، امام شافعی، ابن عالیہ اور ابوعبید نے روایت کیا:

امام ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمۃ مزید رقمطراز ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن ماجہ نے روایت کیا کہ بے شک حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْناً [الترمذی]

جو شخص فوت ہوگیا اور اُس کے ذمہ ماہِ رمضان کے روزے واجب تھے تو اُس مرحوم کی طرف سے ہر روزے کے عوض ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔

۔۔۔جبکہ ولی ۔۔یا۔۔سر پرست کے اوپر واجب نہیں کہ وہ روزے رکھے، لیکن مستحب ہے کہ وہ اپنے مرحوم کی طرف سے روزوں کی قضاء کرے[۳]۔

فقہائے حنفیہ و مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر ولی نے کھانا کھلانے کی وصیت کی تھی تو اُس کی طرف سے اُس مرحوم کا ولی/سر پرست ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھجور۔۔یا۔۔جَو کا نصف صاع کھلائے گا کیونکہ وہ شخص اپنی عمر کے آخری ایام میں روزہ کی اَدائیگی سے عاجز آ گیا تھا، لہٰذا وہ شیخ فانی کی طرح ہوگیا تو پھر وصیت کرنا لازم ہوگیا تھا[۴]۔

جبکہ فقہائے شافعیہ وحنابلہ کہتے ہیں کہ واجب ہے کہ اُس مرحوم کی طرف سے کھانے کا ایک مُد ہر روز ایک مسکین کو کھلایا جائے[5]۔

(۱)۔۔۔فتح العلام:۴/۱۰۱، الفقہ المنہجی:۲/۹۲۔۹۳۔ (۲)۔۔۔بخاری ومسلم وغیرہم۔
(۳)۔۔۔المغنی:۳/۸۲۔۸۳۔ (۴)۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/۶۸۱۔ (۵)۔۔۔المجموع:۶/۴۱۹۔

﴿باب چہارم﴾

﴿ماہِ رمضان کے متعلق اہم مباحث﴾

☆ بحثِ اوّل:۔۔۔اعتکاف اور مساجد اور اُن کے متعلق بعض اَحکام۔

☆ بحثِ دوئم:۔۔۔نمازِ تراویح ،نمازِ وتر ،دُعائے قنوت ،اور دوران نماز قرآن کریم سے تلاوت کرنے کا حکم۔

☆ بحثِ سوئم:۔۔۔نماز تسبیح ،نماز تہجد اور نمازِ چاشت۔

☆ بحثِ چہارم: صدقہ ءفطر کے بیان میں

☆ بحثِ پنجم:۔۔۔نمازِ عید الفطر وعید الاضحیٰ۔

﴿بحثِ اوّل﴾

﴿جزءِ اوّل: مساجد میں اعتکاف بیٹھنا اور ان کے بعض احکام﴾

﴿اعتکاف بیٹھنا﴾

(۱)۔۔۔اعتکاف کی تعریف:

اعتکاف کا لغوی معنی کسی جگہ پر ٹھہرنا اور اُس جگہ کو لازم پکڑنا اعتکاف کہلاتا ہے، خواہ وہ اچھی جگہ ہو ۔۔یا۔۔ بُری جگہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ﴿الانبیاء:۵۲﴾

یہ مورتیاں کیا ہیں کہ تم ان کا آسن مارے ہو (معارف القرآن)

۔۔۔اور مزید فرمایا:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴿البقرة:۱۸۷﴾

اور نہ صحبت کرو بیبیوں سے جب کہ تم اعتکاف کر رہے ہو مسجدوں میں (معارف القرآن)

یہ بھی کہا گیا کہ خیر کے کاموں کے لیے 'عَکَفَ' اور شر کے کاموں کے لیے 'اِنْعَکَفَ' استعمال ہوتا ہے[۱]۔

شرعی طور پر اعتکاف کی تعریف، مذاہبِ اربعہ نے مختلف بیان کی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

احناف:

احناف کے نزدیک اعتکاف سے مراد مسلمان، مذکر شخص کا مسجد میں حالتِ روزہ اور نیتِ اعتکاف کے ساتھ ٹھہرنا ہے، اگر چہ وہ مسجد ایسی ہو جس مسجد میں با جماعت نماز قائم کی جاتی ہو۔

لُبث، ٹھہرنا، یہ رکن ہے اور ٹھہرنا مسجد میں ہوگا، عاقل مسلمان جو حالتِ جنابت سے پاک وصاف ہو۔ عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے گی اور وہ حیض ونفاس سے پاک ہوگی۔ نذر کے اعتکاف میں روزہ بھی رکھا جائے گا اور اعتکاف کی نیت کرنا اعتکاف کے شرائط میں سے ہے۔ مرد جامع مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے گا، ایسی جامع مسجد جس میں امام اور مؤذن دونوں موجود ہوں، پانچ وقت کی فرض نماز اُس مسجد میں اَدا کی جاتی ہو یا نماز اَدا نہ کی جاتی ہو۔ عورت کے لیے شرط ہے کہ وہ جس جگہ گھر میں نماز پڑھتی ہے وہ اُسی جگہ ہی اعتکاف بیٹھے اور عورت کا مسجد میں اعتکاف بیٹھنا مکروہ ہے۔ اور عورت کے لیے یہ صحیح نہیں کہ وہ اپنے گھر میں اُس جگہ پر اعتکاف بیٹھے جس جگہ پر وہ نماز نہیں پڑھتی[۲]۔

مالکیہ:

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ اعتکاف سے مراد ہے کہ مسلمان ایسی مسجد میں اعتکاف لازم پکڑے جس مسجد میں اعتکاف بیٹھنا مباح ہو اور وہ شخص حالتِ روزہ میں رہے، جماع اور اس کے مقدمات سے مکمل دُور رہے، اور دن ورات عبادت میں کثرت کرے، اور عبادت کرنے کی نیت کو ملحوظِ خاطر رکھے۔ کافر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اعتکاف کرے اور نہ ہی ایسا شخص اعتکاف بیٹھے جس کے اسلام کے متعلق یقین حاصل نہ ہو۔ مسلمان مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے رہائشی گھر کی ایسی جگہ پر اعتکاف بیٹھے جس جگہ وہ نماز پڑھتا ہو، اگر چہ وہ جگہ لوگوں کی آمدو رفت سے دُور کیوں نہ ہو۔

روزہ کے بغیر اعتکاف بیٹھنا جائز نہیں خواہ اُس کا روزہ فرض ہو۔۔یا۔۔نفلی، ماہِ رمضان کا روزہ ہو۔۔یا۔۔غیر رمضان کا روزہ۔

جماع کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے، جماع کرنے سے پہلے کے ابتدائی اُمور خواہ دن کو، خواہ رات کو مقدماتِ جماع کیے جائیں روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی مدت کم از کم ایک دن اور ایک رات ہے، زیادہ اعتکاف کی مدت کی کوئی حد نہیں، اعتکاف بیٹھنے کی نیت کرنا عبادت ہے اور ہر عبادت کے لیے ضروری ہے کہ نیت کی جائے[3]۔

شافعیہ:

فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ اعتکاف سے مراد ہے کہ اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا مسلمان مرد ہو، جنابت سے پاک ہو، آلہء تناسل رکھنے کے باوجود وہ شہوت سے پُر سکون ہو! جب کہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ دورانِ اعتکاف حیض و نفاس سے پاک وصاف ہو[4]۔

حنابلہ:

حنابلہ کہتے ہیں کہ اعتکاف سے مراد ایک مخصوص وصف کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا ہوتا ہے اور اس قیام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طاعت ہوتی ہے۔ ہر ایسا مسلمان ٹھہر سکتا ہے جو پاک وصاف ہو اور جس پر غسل واجب ہوتا ہو۔ قیامِ اعتکاف کی کم از کم مدت ایک ساعت ہے۔ کافر، مرتد، دیوانے اور بچے کا اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہوتا کیونکہ ان کی نیت ہی صحیح نہیں ہوتی، اور نہ ہی جنبی اور اس کی مثل کسی اور شخص کا اعتکاف کرنا صحیح ہے، جنبی شخص اگر چہ وضو کر لے پھر بھی اُس کا اعتکاف صحیح نہیں ہوتا۔ اعتکاف کی کم از کم مدت ایک ساعت، ایک لحہ ہے، جس ساعت میں معتکف مسجد میں ٹھہر سکے، اگر چہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۲)۔۔۔اعتکاف کے متعلق شرعی دلیل:

اعتکاف کے شرعی حکم کے متعلق اصل میں یہ آیت کریمہ ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴿۲:۱۸۷﴾

اورتم بیویوں سے مباشرت ہرگز نہ کرو جب تم مساجد میں حالتِ اعتکاف میں ہو (معارف القرآن)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری دس[۱۰] دنوں کا اعتکاف فرماتے یہاں تک کہ آپ دُنیا سے پردہ فرما گئے۔ پھر اس طریقہ پر آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات بھی اعتکاف بیٹھا کرتیں تھیں۔ اس روایت کو بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا[۵]۔

(۳)۔۔۔اعتکاف کو اَمر شرعی بنانے کی حکمت:

بے شک مسلمان جو اپنے پروردگار کو پہچانتا ہے اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کے قرب میں رہے اور دُنیوی زندگی اور اُس کے مشاغل سے دُور رہے۔ قربِ الٰہی کے لیے ضروری ہے کہ انسان شہوت سے دُور رہے اور صاف ستھرا رہے اور اپنے نفس کو طاعت و بندگی کا پابند کرے اور عبادت کے مختلف طریقوں کے لیے خود کو پیش کرے، مثلاً: تلاوتِ قرآن، ذکر اذکار، نماز کی پابندی وغیرہ۔ اور ایسا سب کچھ منظم طریقہ کے ساتھ حالتِ اعتکاف میں ہی ممکن ہے۔

(۴)۔۔۔اعتکاف کی جگہ اور مدت کا تعین:

مذاہبِ اربعہ نے اعتکاف کی مختلف تعریفات بیان کیں اور اُن کی ذکر کردہ تعریفات میں گزرا کہ اعتکاف، مسجد میں ممکن ہوگا۔ اور ایسی جگہیں، جہاں پر نمازیں اَدا کی جاتی ہیں، کرائے کی جگہیں، گھروں میں نماز کے لیے مختص جگہیں، اعتکاف کے لیے صحیح نہیں ہیں۔ جس طرح یورپ اور امریکہ میں مسجد کے علاوہ عام جگہوں پر بھی اعتکاف بیٹھا جاتا ہے، یہ صحیح نہیں۔

عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز اَدا کرنے والی جگہ پر اعتکاف بیٹھے، جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف بیٹھے لیکن اس کی شرط ہے کہ وہ جگہ ایسی ہو جو عورتوں کے لیے خاص ہوتا کہ مردوں کے ساتھ اختلاط (جمع ہونا) ممکن نہ ہوسکے۔

فقہائے مالکیہ و شافعیہ کہتے ہیں کہ ہر مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے، جب کہ فقہائے حنفیہ و حنابلہ کہتے ہیں کہ جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھنا شرط ہے[۶]۔

۔۔۔اعتکاف کی مدت:

احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اعتکاف کی کم سے کم مدت جو معتکف کے لیے آسان ہو وہی مدت ہے، جبکہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک اعتکاف کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔

جمہور کے نزدیک مدتِ اعتکاف یہ ہے کہ جس وقت بھی ہم مسجد میں جائیں، داخل ہوں، ہم فوراً اعتکاف کی نیت کر لیں اور جب تک ہم مسجد میں ٹھہرے رہیں ہم کو چاہیے کہ ہم اعتکاف کی نیت کر لیں تا کہ ہمیں ثواب حاصل ہو، اگرچہ مسجد میں ٹھہرنا قلیل وقت کے لیے کیوں نہ ہو[7]۔

(۵)۔۔۔اعتکاف کا حکم:

نذر اور منت کے علاوہ اعتکاف کرنا علمائے کرام کے اتفاق کے ساتھ مستحب ہے جب کہ شوافع و حنابلہ کے نزدیک اعتکاف ہر وقت مستحب ہے لیکن ماہِ رمضان میں یہ مستحب سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور رمضان شریف کے آخری عشرہ میں سنتِ مؤکدہ ہے[8]۔

امام عبدالحی لکھنوی حنفی علیہ الرحمہ قمطراز ہیں:

'دراصل اعتکاف مستحب ہے۔ نذر وغیرہ کا اعتکاف کرنا بھی واجب ہے جب کہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، اور یہ اعتکاف تمام قسم کے اعتکاف سے اہم ہوتا ہے[9]۔

(۶)۔۔۔نذر کا اعتکاف[10]:

جب ایک شخص خاص مدتِ معینہ تک کسی معین و خاص مسجد میں نذر مانتا ہے کہ وہ نذر کا اعتکاف بیٹھے گا تو اُس پر اعتکاف کرنا واجب ہو جاتا ہے، البتہ مسجد تبدیل کر سکتا ہے لیکن اعتکاف کے دنوں کی مدت تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اگر کوئی شخص مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی ۔۔یا۔۔ مسجدِ اقصیٰ میں اعتکاف کرنے کی نذر مانتا ہے تو پھر ان پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ ان مساجد کی فضیلت زیادہ ہے اور ان مساجد میں عبادت کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے۔

واضح رہے کہ ان سب کی قائم مقام مسجدِ حرام ہو سکتی ہے لیکن اس کا برعکس نہیں ہو سکتا۔ مسجدِ نبوی، مسجدِ اقصیٰ کی قائم مقام ہو سکتی ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ نبوی شریف کی قائم مقام نہیں ہو سکتی، جب کہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک مسجدِ نبوی شریف، مسجدِ حرام سے افضل ہے، مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے لہٰذا مسجدِ نبوی شریف مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کے قائم مقام ہو سکتی ہے، یہی امام مالک علیہ الرحمہ کا استدلال ہے۔

فقہائے شوافع کے نزدیک ایک شخص نے ایک معین مدت تک اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو ماسوائے کسی ضرورت و حاجت کے اُس کا مسجد سے نکلنا جائز نہیں، مثلاً: قضائے حاجت کے لیے جانا، وضو وغیرہ کرنے

کے لیے مسجد سے باہر جانا۔اور اگر معتکف ایسے کاموں کے لیے مسجد سے باہر نکلا تو اُس کا مدتِ معینہ والا اعتکاف برقرار رہے گا اور منقطع نہیں ہوگا،البتہ اگر معتکف مسجد سے باہر کسی شرعی عذر کے علاوہ گیا،مثلاً: سیر وتفریح کے لیے --یا-- کسی غیر ضروری کام کے سلسلے میں مسجد سے باہر نکلا تو ایسا کرنا حرام ہے،اور اُس کے مدتِ معینہ والے اعتکاف کے تسلسل میں خلل آئے گا اور اُس کا اعتکاف منقطع ہو جائے گا۔اعتکاف کی دوبارہ نیت کرنا اس کے لیے واجب ہو جائے گی۔

ایک شخص حالتِ روزہ میں اعتکاف کرنے کی نذر مانتا ہے تو اعتکاف کرنا اُس شخص پر لازم ہو جاتا ہے کیونکہ روزہ میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔اور اگر اُس شخص نے اعتکاف کو نذر کے ساتھ خاص کیا تو پھر اُس پر لازم ہوگا کہ وہ نذر کے ساتھ اعتکاف مکمل کرے۔

(۷)---اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے شرائط[۱۱]:

(۱)---اعتکاف بیٹھنے کے لیے 'مسلمان' ہونا ضروری ہے۔'کافر' غیر مسلم شخص اعتکاف نہیں کر سکتا۔

(۲)---عقل کا ہونا اور حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے،لہٰذا معلوم ہوا کہ دیوانہ، مجنون اور چھوٹا بچہ اعتکاف نہیں کر سکتے۔

(۳)---اعتکاف کے عمل کے لیے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔اِس کے علاوہ دیگر نماز اَدا کرنے کی عمومی جگہیں اور کرائے کی جگہوں پر اعتکاف بیٹھنا صحیح نہیں،عورت احناف کے نزدیک اپنے گھر کی جائے نماز کی جگہ پر اعتکاف کرے گی جیسا کہ گزرا۔

(۴)---اعتکاف کی نیت کرنا بھی شرائطِ اعتکاف میں سے ہے۔

(۵)---روزہ رکھنا: حالتِ روزہ بھی ضروری ہے یہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک مطلقاً شرط ہے جب کہ فقہائے احناف کہتے ہیں کہ روزہ،اعتکافِ نفلی کے لیے شرط نہیں جب کہ روزہ نذر کے اعتکاف کے لیے شرط ہے۔لیکن فقہائے شافعیہ وحنابلہ کہتے ہیں کہ اعتکاف بیٹھنے کے لیے روزہ مشروط ہی نہیں،معتکف روزہ کے بغیر اعتکاف مکمل کر سکتا ہے۔

(۶)---اعتکاف کے لیے شرط ہے۔کہ معتکف حیض ونفاس اور جنابت سے پاک وصاف ہو،یہی جمہور کے نزدیک شرط ہے البتہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ مسجد میں ٹھہرنے کے لیے شرط ہے کہ مسجد میں ٹھہرنے والا شخص جنابت سے خالی ہو،یعنی پاک ہو۔لیکن اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں اعتکاف کرتا ہے تو اُس کا اعتکاف صحیح ہوگا لیکن ایسا اعتکاف کرنا حرام ہے۔

(۷)۔۔۔احناف، شوافع اور حنابلہ نے شرط ذکر کی کہ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا اعتکاف صحیح نہیں ہوگا۔ بیوی کا خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے اگر چہ بیوی نے کسی نذر کا اعتکاف مکمل کرنا ہو۔ جب کہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ بیوی کا اعتکاف اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر صحیح ہوگا، البتہ بیوی اجازت نہ لینے کی وجہ سے گناہ گار ہوگی۔

نوٹ:۔۔۔فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ اگر معتکف عذرِ شرعی کے بغیر مسجد سے باہر نکل گیا تو اُس کا اعتکاف باطل و منقطع ہو جائے گا، البتہ معتکف شخص کسی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلا اور پھر مسجد میں واپس لَوٹ آیا تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا اور اُس کا اعتکاف مسلسل تابع والا اعتکاف ہی شمار ہوگا۔

(۸)۔۔۔اعتکاف کے آداب:

اوّل:۔۔۔معتکف شخص کے لیے مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لیے کثرت کے ساتھ ذکر و اذکار، تلاوتِ قرآن اور علمی مجالس میں مصروف رہے۔

دوئم:۔۔۔جمہور کے نزدیک معتکف کے لیے مسنون ہے کہ وہ روزہ رکھے، جب کہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا شخص روزہ کے بغیر بھی اعتکاف بیٹھ سکتا ہے۔ لیکن فقہائے احناف کہتے ہیں کہ معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں ہو۔ نذر کے اعتکاف کے لیے بھی روزہ شرط ہے۔ روزہ کی وجہ سے معتکف ایک ہی وقت میں دو[۲] عبادتیں جمع کرتا ہے اور ان دونوں عبادات کی وجہ سے معتکف کی شہوت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ صرف عبادت کے لیے صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔

سوئم:۔۔۔فقہائے شوافع و مالکیہ کہتے ہیں کہ جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھنا مسنون ہے جب کہ فقہائے احناف و حنابلہ کہتے ہیں کہ معتکف کے لیے شرط ہے کہ وہ جامع مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھے۔

چہارم:۔۔۔معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ بے فضول باتوں اور کاموں سے اجتناب کرے، مثلاً: غیبت کرنا، چغلی کرنا، جھگڑا کرنا، فحش گفتگو کرنا، وغیرہ۔ ایسے افعال و اقوال جب غیر اعتکاف میں حرام ہیں تو حالتِ اعتکاف میں بدرجہ اولیٰ حرام ہوں گے۔

(۹)۔۔۔اعتکاف کے مکروہات[۱۲]:

احناف کے نزدیک معتکف کے لیے مکروہ ہے کہ وہ مسجد میں بیچنے کی چیزیں لے کر جائے، اس کے لیے مکروہ ہے کہ وہ مسجد میں کسی تجارت کے لیے عقد کرے کیونکہ معتکف مسجد میں اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر ہے، خرید و فروخت کے لیے حاضر نہیں ہوا۔ اِسی طرح اگر معتکف یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کو خاموش رہنا چاہیے تا کہ اسے

قربتِ الٰہی حاصل ہوتو اس کا اعتکاف مکروہ ہوگا کیونکہ معتکف کے لیے جائز نہیں کہ وہ گفتگو سے بالکل دُور ہے، خاموشی کے ساتھ اعتکاف کرنا اہلِ کتاب (یہودی، عیسائی) کا طریقہ ہے، مسلمانوں کا نہیں۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ دس[۱۰] دنوں سے کم دنوں کا اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ اِسی طرح قمری مہینہ سے زیادہ دنوں کا اعتکاف کرنا بھی مکروہ ہے۔ اِسی طرح بہت زیادہ شرعی مسائل کی تعلیم و تعلم میں مشغول رہنا بھی معتکف شخص کے لیے مکروہ ہے۔ اور اگر وہ کتابت لکھنے لکھانے کی تعلیم حاصل کرتا ہے یا سکھاتا ہے تو مالکیہ کے نزدیک یہ بھی حالتِ اعتکاف میں مکروہ ہے، اگرچہ اعتکاف بیٹھنے والا شخص مسجد میں قرآن کریم کی کتابت ہی کیوں نہ کرتا ہو، کیونکہ اعتکاف سے مراد ریاضتِ نفس، طہارتِ قلب اور رب تعالیٰ کی ذات کا مراقبہ کرنا ہے اور یہ چیزیں صرف اور صرف ذکرِ الٰہی اور نماز کی پابندی سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ علامہ خلیل نے معتکف کے لیے اجازت دی ہے کہ وہ اپنے غیر شخص کو قرآن کریم سنا سکتا ہے اور کسی دوسرے شخص سے قرآن کریم کی تلاوت بھی سن سکتا ہے، لیکن یہ سلسلہ تعلیم و تعلم کے لیے نہیں بلکہ اجر و ثواب اور حصول برکت کے لیے ہوگا۔

فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ مسجد ناپاک و خراب نہ ہو تب بھی مسجد میں پچھنے لگوانا، حجامہ کروانا اور کثرت کے ساتھ بیع و شراء کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر مسجد ناپاک و پراگندہ ہو تب تو مسجد میں مذکورہ اُمور کرنا حرام ہیں۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ مسجد میں اعتکاف کے دوران قرآن کریم پڑھانے میں مشغول رہنا، علمی درس و تدریس اور فقہائے کرام کا مناظرہ و مجالسہ مکروہ ہے۔ اِسی طرح حدیثِ نبوی کی کتابت کرنا اور ایسے کام جن کا فائدہ دوسروں کو بھی حاصل ہو وہ کام بھی مکروہ ہیں۔ غیبت، چغلی اور لڑائی جھگڑا وغیرہ، بےفضول باتوں میں سرگرم رہنا بھی مکروہ ہے۔

(۱۰)۔۔۔اعتکاف کو باطل کرنے والے اُمور[۱۳]:

اوّل:۔۔۔ حاجتِ شرعی کے بغیر مسجد سے باہر نکل جانا اعتکاف کو باطل کر دیتا ہے۔

دوئم:۔۔۔ جان بوجھ کر، دانستہ طور پر جماع کرنا اگر علم و اختیار ہونے کے باوجود انزال نہ ہو تو فقہائے شوافع کے نزدیک ایسے عمل سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے، جب کہ جمہور فقہائے کرام کہتے ہیں کہ اگرچہ معتکف بھول کر۔۔۔یا۔۔۔مجبور ہونے کی صورت میں بھی جماع کرے تو پھر بھی اعتکاف باطل ہوگا۔

سوئم:۔۔۔ معتکف نے بوسہ دیا، اپنی بیوی کو چھوا۔۔۔یا۔۔۔شہوت کے ساتھ اُس کی ران کو مس کیا تو علمائے کرام کے اتفاق کے مطابق اُس کو انزال ہو گیا، اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُبٰشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ﴿البقرۃ:۱۸۷﴾

اور نہ صحبت کرو بیبیوں سے جب کہ تم اعتکاف کر رہے ہو مسجدوں میں (معارف القرآن)

جمہور کہتے ہیں کہ معتکف نے حالتِ اعتکاف میں اپنی بیوی کی طرف دیکھا ۔۔یا۔۔اُس کے متعلق سوچا ۔۔یا۔۔اُس سے مباشرت کی اور اُس معتکف کا انزال نہ ہوا تو اُس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ جب کہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ اِن امور کی وجہ سے معتکف کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

چہارم:۔۔۔ مسجد کی کسی خاص جگہ پر عورت اعتکاف بیٹھی اور دورانِ اعتکاف اُس کو حیض یا نفاس آ گیا تو اُس عورت کا اعتکاف باطل ہو جائے گا، کیونکہ دمِ حیض و نفاس کی صورت میں عورت مسجد میں نہیں ٹھہر سکتی۔

پنجم:۔۔۔ معتکف، مرتد ہو گیا۔۔یا۔۔اُس پر نشہ طاری ہو گیا۔۔یا۔۔وہ بے ہوش ہوا۔۔یا۔۔اُس پر جنون، دیوانہ پن طاری ہو گیا تو اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

ششم:۔۔۔ فقہائے مالکیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ معتکف نے دانستہ طور پر حالتِ روزہ میں کچھ کھا لیا تو ان دونوں کے مطابق اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اور اگر معتکف نے غیر دانستہ طور پر حالتِ روزہ میں کچھ کھا لیا تو اُس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔

ہفتم:۔۔۔ معتکف نے حالتِ اعتکاف میں کسی شخص کی غیبت کی، چغلی کھائی یا کسی شخص پر جھوٹی تہمت لگائی تو فقہائے مالکیہ کے دو[۲] اقوال میں ایک قول کے مطابق اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جب کہ جمہور کہتے ہیں کہ ایسے کبیرہ امور معتکف سے وقوع پزیر ہوئے تو ان کی وجہ سے اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

ملاحظہ:۔۔۔ فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ اگر معتکف نے مستحب اعتکاف کیا اور دورانِ اعتکاف وہ مسجد سے باہر نکلا تو اُس کا اعتکاف منقطع ہو جائے گا، اور اگر وہ دوبارہ مسجد میں داخل ہو گیا اور اُس نے دوبارہ 'مستحب اعتکاف' کی، نیت کی تو اُس کا اعتکاف دوبارہ شروع ہو جائے گا اور صحیح ہوگا۔

---

(۱)۔۔۔مغنی المحتاج:۱/ ۴۴۹۔ (۲)۔۔۔ردّ المحتار علی الدر المختار:۲/ ۴۴۰، ۴۴۲۔ (۳)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/ ۷۲۵۔۷۲۶۔
(۴)۔۔۔نھایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج:۳/ ۲۱۳۔ (۵)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/ ۶۹۹۔ (۶)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ: ۲/ ۶۹۹۔ (۷)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/ ۶۹۵۔ (۸)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/ ۷۰۱، الفقہ المنھجی:۲/ ۱۰۶۔
(۹)۔۔۔الانصاف فی حکم الاعتکاف:۴۲۔ (۱۰)۔۔۔الفقہ المنھجی:۲/ ۱۰۷، ۱۰۸، الانصاف فی حکم الاعتکاف:۲۳۔
(۱۱)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/ ۷۰۵۔ (۱۲)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/ ۷۱۷۔ (۱۳)۔۔۔فقہ الاسلامی وادلتہٗ:۲/ ۷۲۱۔

﴾جزءِ دوئم: مساجد اور اُن کے بعض اَحکام﴿

اوّل:۔۔۔مسجد کی تعریف:

مسجد:۔۔۔وہ جگہ جو مسجد کے لیے وقف کی گئی ہو مسجد کہلاتی ہے،اور وقف کردہ جگہ سے رجوع کرنا جائز نہیں۔مسجد کی داخلی وخارجی دیواریں، مسجد کی چھت وصحن اور ہر وہ جگہ جو مسجد میں شامل کی گئی ہو وہ اصل مسجد کے حکم میں ہی ہوں گے۔

واضح رہے کہ گھروں کی وہ جگہ جو مسجد کے لیے خاص کی گئی ہو۔۔یا۔۔بادشاہوں کے لیے مختص نماز کی جگہ ۔۔یا۔۔عید کی نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کے حکم میں شامل نہیں ہے،اور اُن جگہوں میں حالتِ جنابت،حیض ونفاس میں ٹھہرنا حرام نہیں جیسا کہ ایسی عمومی جگہوں میں اعتکاف بیٹھنا بھی صحیح نہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَاللّٰهِ مَنْ ءَامَنَ بِا للّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَءَاتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰىٓ اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿التوبہ:۱۸﴾

اللہ کی مسجدیں وہ آباد کرتے ہیں جو ایمان لے آئے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور قائم کی نماز اور دی زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوا اللہ کو تو قریب ہے کہ وہ ہدایت والے ہوں (معارف القرآن)

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿الجن:۱۸﴾

اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں تو مت دہائی دو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی (معارف القرآن)

امام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا:

مسجد،نماز کی جگہ ہے،عبادت کرنے والوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے،اور رحمت کے نازل ہونے کی جگہ ہے، مسجد ایک طریقہ سے کعبہ کے مشابہ ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

''جو شخص حالتِ پاکیزگی میں اپنے گھر سے فرض نماز کے لیے نکلا تو اُس کا اجر وثواب حالتِ احرام میں حج اَدا کرنے والے شخص کی طرح ہوگا۔اور جو شخص چاشت کے وقت تسبیح کے لیے نکلا اور صرف اِسی ارادہ سے نکلا تو اُس شخص کو عمرہ کرنے والے شخص کا ثواب حاصل ہوگا۔اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے دوران اگر کسی شخص نے کوئی لغو کام نہ کیا تو ایسے شخص کا نام علیین میں لکھا جائے گا''۔۔۔(اس روایت کو ابوداؤد نے ذکر کیا)

۔۔۔اور امام ترمذی،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: الْمَسَاجِدُ، قُلْتُ: وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰه؟

قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ[1]۔

جب تم جنت کے باغات میں سے گزرو، تو تم وہاں سے کھا پی لیا کرو! میں نے عرض کی،

اِے اللہ کے رسول! جنت کے باغات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: مسجدیں مراد ہیں۔

میں نے عرض کی: کھانے پینے (چرنے) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

اللہ تعالیٰ پاک ہے، تمام تعریفات کے لائق ہے، اُس کے سوا کوئی معبودِ حقیقی

نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑی شان والا ہے۔

دوئم:۔۔۔اپنے گھر میں نماز کے لیے جگہ مختص کرنا مستحب ہے:

گھروں میں مسجد کے لیے جگہ خاص کر لینا، اُس جگہ کی صفائی کرنا، اُس جگہ کو معطر کرنا مستحب ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد وغیرہ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

فِي الدُّوْرِ وَاَمَرَبِهَا اَنْ تُنَظَّفَ وَ تُطَيَّبَ

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور فرمایا:

مسجدوں کو صاف ستھرا رکھا جائے اور اُن کو خوشبودار کرو۔

اِس کام کی وجہ سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں، گھروں میں برکتیں کثرت سے نازل ہوتی ہیں۔ اور جو شخص مسجد کو دیکھتا ہے وہ مسجد کے علمی مقام، تعلیمی نظام اور صفائی ستھرائی کو دیکھ کر محظوظ ہوتا ہے۔

سوئم:۔۔۔کثیر تعداد میں مساجد کی تعمیر واجب ہے:

شہروں، گاؤں اور گلی کوچوں میں مساجد کی تعمیر ایک ضروری عمل ہے۔ حاجت وضرورت کے مطابق مساجد کی تعمیر فرض کفایہ ہے۔ مسجد ایسی جگہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ پسند ہوتی ہے جب کہ سب سے بُری جگہ 'بازار' ہوتا ہے جو مسجد کا برعکس مقام ہے۔ مساجد کی تعمیراتی دلچسپی کے متعلق بہت زیادہ احادیثِ مبارکہ میں برانگیختہ کیا گیا ہے، جیسا کہ مسند احمد وغیرہ کی روایت ہے:

مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يُصَلّٰى فِيْهِ بَنٰى اللّٰه عَزَّوَجَلَّ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ اَفْضَلَ مِنْهُ

جس شخص نے مسجد بنائی اور اُس مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے تو اللہ عزوجل اُس شخص کے لیے

جنت میں ایسا گھر بناتا ہے جو اُس مسجد سے بھی زیادہ افضل ہوتا ہے۔

چہارم۔۔۔مساجد کے احکام: [۲]

(۱)۔۔۔حالتِ جنابت، حیض ونفاس میں مسجد میں داخل ہونا حرام ہے، جب کہ فقہائے شافعیہ اور حنابلہ نے کسی حاجت وغیرہ کے لیے۔۔یا۔۔کسی حاجت کے علاوہ مسجد سے ایسی حالت میں گزرنا 'مباح' قرار دیا ہے۔

(۲)۔۔۔شوافع کے نزدیک مسجد میں سونا بلا کراہت جائز ہے، جب کہ احناف کہتے ہیں کہ اجنبی اور معتکف شخص مسجد میں سو سکتے ہیں ان دونوں کے علاوہ دیگر کا مسجد میں سونا، نیند کرنا مکروہ ہے۔فقہائے حنابلہ نے مسجد میں نیند کرنا، قیلولہ کرنا، اور رات بسر کرنا مکروہ شمار کیا ہے۔

(۳)۔۔۔احناف کہتے ہیں کہ ہر مسجد میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے، جب کہ شوافع کہتے ہیں کہ مسجد حرام اور حرمِ مکہ میں کافر کا داخلہ جائز نہیں، ان کے علاوہ جائز ہے۔

(۴)۔۔۔مسجد میں کھانا کھانا اور مشروب پینا حتیٰ کہ دسترخوان بچھانا بھی جائز ہے، لیکن شرط ہے کہ مسجد کی صفائی ستھرائی میں حرج نہ آئے۔اور یہ ضروری ہے کہ مسجد میں کھانے پینے اور دسترخوان بچھانے کے بعد صفائی کی جائے۔

(۵)۔۔۔تھوم، پیاز اور بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، اور یہ بات بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے کہ مسجد میں تھوم، پیاز وغیرہ کھایا جائے [۳]۔

(۶)۔۔۔مساجد میں لڑائی جھگڑا کرنا، آواز بلند کرنا، گمشدہ چیزوں کا اعلان کرنا، خرید وفروخت کرنا اور کرائے پر اشیاء دینا اور لینا مکروہ ہیں، کیونکہ یہ دُنیاوی عقود ہیں۔جب کہ فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ مساجد میں خرید وفروخت کرنا حرام ہے، اور اگر کسی شخص نے مسجد میں بیع وشراء کی تو اُس کا عقد باطل ہوگا۔

(۷)۔۔۔فقہائے شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مساجد میں سوال کرنا مکروہ ہے لیکن یہ تینوں فقہائے کرام سائل کو عطاء کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔جب کہ فقہائے احناف کہتے ہیں کہ مساجد میں سوال کرنا 'حرام' ہے، اور سوال کرنے والے شخص کو عطاء کرنا اور نوازنا 'مکروہ' ہے [۴]۔

(۸)۔۔۔جانور، چوپائے، پاگل، دیوانے اور ایسے بچے جو مساجد اور غیر مساجد میں فرق نہیں کر سکتے اُن کا مساجد میں داخلہ 'مکروہ' ہے، کیونکہ مساجد عبادت کی جگہیں ہوتی ہیں اور ان میں شور وغل کرنا اور بچوں کی طرف سے چیخنا چلانا بالکل جائز نہیں۔

(۹)۔۔۔مسجد میں بیٹھ کر کسی پیشہ کو جاری رکھنا مکروہ ہے، مثلاً: مساجد میں کپڑوں کی سلائی وغیرہ کرنا 'مکروہ' ہے۔

(۱۰)۔۔۔مساجد میں تعلیم وتعلم کے لیے علمی حلقات قائم کرنا 'مستحب' ہیں دُنیاوی اُمور اور دُنیاوی جائز گفتگو کرنا

'جائز' ہے، اگر چہ ایسے جائز امور کی وجہ سے قہقہہ بھی لگ جائے 'مباح' ہے اگر مسجد میں حضور اکرم ﷺ کی تعریف نعتیہ اشعار کی صورت میں کی جائے تو یہ جائز ہے۔ مسجد میں نعت شریف پڑھنے، اسلام، حکمت و دانائی، اچھے اخلاق، زہد و تقویٰ وغیرہ کی باتیں کرنا جائز ہیں اور ان میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۱)۔۔۔ مسجد میں بیٹھنے والے شخص کے لیے مسنون ہے کہ وہ 'اعتکاف' کی نیت کرے جب تک وہ 'مسجد' میں بیٹھا رہے کیونکہ اعتکاف کی نیت کرنے میں مزید اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۱۲)۔۔۔ مسجد میں داخل ہونے کے لیے 'مسنون' ہے کہ پہلے دایاں پاؤں مسجد میں داخل کیا جائے اور مسجد سے نکلنے کے لیے 'مسنون' ہے کہ پہلے بایاں پاؤں مسجد سے باہر نکالا جائے۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو[۲] رکعت نماز نفل 'تحیۃ المسجد' پڑھیں، مگر جب ایسا وقت داخل ہو جس میں نماز اَدا کرنی جائز نہیں ہوتی یا اُس وقت میں نفلی نماز پڑھنا مکروہ ہو تو تحیۃ المسجد کے دو[۲] نفل اَدا کرنا بھی جائز نہیں ہوں گے، جیسا کہ احناف نے کہا:

فجر و عصر کی نماز کے بعد مسجد میں دو[۲] نفل 'تحیۃ المسجد' اَدا کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی ایسے اوقات میں اَدا کیے جائیں جن اوقات میں نماز کی اَدائیگی جائز نہیں، مثلاً: سورج کے طلوع ہونے کے دوران، زوال سے پہلے اور غروبِ آفتاب کے دوران۔

(۱۳)۔۔۔ فقہائے حنابلہ کے نزدیک اگر مسجد میں اَذان ہو گئی تو کوئی شخص عذرِ شرعی کے لیے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، عذرِ شرعی کے علاوہ کسی شخص کا مسجد سے نکلنا 'حرام' ہے۔ جب کہ فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ عذرِ شرعی کے علاوہ مسجد سے اَذان ہونے کے بعد نکلنا 'مکروہ' ہے۔

(۱۴)۔۔۔ احناف نے کہا: کہ نوجوان عورتوں کا مطلقاً مسجد میں حاضر ہونا 'مکروہ' ہے۔ اور متأخرین احناف نے اُن کی مسجد میں حاضری کو بھی 'مکروہ' قرار دیا اور فتویٰ بھی جاری کیا، اگر چہ وہ مسجد میں باجماعت نماز اَدا کرنے جائیں۔۔۔یا۔۔۔نماز جمعہ کی اَدائیگی کے لیے جائیں۔ اور متأخرین احناف نے عمر رسیدہ 'بوڑھی' خواتین کے مسجد میں حاضر ہونے کو مکروہ قرار دیا۔

فقہائے مالکیہ نے کہا: کہ عمر رسیدہ خاتون کا مسجد میں باجماعت نماز، نماز عید، نماز جنازہ، نماز استسقاء، نماز کسوف اور نماز خسوف کے لیے جانے کو 'خلافِ اولیٰ' شمار کیا اور مزید کہا کہ نوجوان عورت اگر فتنہ کا باعث بنے تو اُس نوجوان عورت کا مسجد میں جانا مطلقاً ناجائز ہے، البتہ ایسی نوجوان عورت جس کے اہل خانہ اُس کے قریب ہوں وہ مسجد میں نماز کی اَدائیگی اور نمازِ جنازہ کے لیے جا سکتی ہے کیونکہ وہ

فتنہ سے محفوظ ہے۔

فقہائے شوافع وحنابلہ کہتے ہیں کہ خوبصورت شکل وصورت اور اچھی ظاہری صورت والی عورتوں کے لیے 'مکروہ' ہے کہ مردوں کی جماعت میں شرکت کریں۔ایسی عورتوں کے لیے حکم ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز اَدا کریں،لیکن بدصورت خواتین کے لیے 'مباح' ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ بغیر خوشبو لگائے مردوں کی جماعت کے لیے مسجد میں شرکت کرسکتیں ہیں،لیکن ایسی عورتوں کے لیے بھی اُن کے گھر نماز کی اَدائیگی کے لیے بہترین جگہ ہے۔

---

(۱)۔۔۔حجۃ اللہ البالغۃ:۱/۵۴۲۔

(۲)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہٗ:۱/۴۰۰،۳۹۱ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:۱/۲۸۴۔۲۹۱،حجۃ اللہ البالغۃ:۱/۵۴۳۔۵۴۵۔

(۳)۔۔۔بعض مبلغین مساجد کے اندر تھوم، پیاز وغیرہ ڈال کر بریانی اور سالن بناتے ہیں،اُن کو ایسے مکروہ کام سے بچنا چاہیے(مترجم)

(۴)۔۔۔معلوم ہوا کہ مساجد میں کسی طرح کا سوال کرنا،حاجت طلب کرنا 'حرام' ہے،لہٰذا فقہ حنفی کی تقلید کرنے والوں کو قطعی طور پر اجتناب کرنا چاہئے(مترجم)

﴿بحثِ دوئم﴾

﴿نمازِ تراویح، نمازِ وتر، دُعائے قنوت اور دورانِ نماز قرآن کریم سے قرآت کرنا﴾

﴿جزءِ اوّل: نمازِ تراویح﴾

اوّل۔۔۔نمازِ تراویح اور نمازِ تراویح کا حکم: [1]

نمازِ تراویح فقہائے احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مردوں اور عورتوں کے لیے 'سنت مؤکدہ' ہے[2]۔ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں سے ہر نمازی کے لیے 'نمازِ تراویح' یقینی طور پر 'مندوب' (مستحب) ہے۔ فقہائے شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ دراصل نمازِ تراویح کی جماعت 'مسنون' ہے اور اس کی صورت یوں ہو گی کہ لوگوں کی ایک جماعت 'نمازِ تراویح' کی باجماعت نماز اَدا کرے گی، اور دوسرے لوگوں سے نمازِ تراویح کی باجماعت نماز ساقط نہ ہو۔

اگر کوئی شخص اپنے گھر میں نمازِ تراویح اَدا کرتا ہے تو اُس کے لیے مسنون ہے کہ وہ نمازِ تراویح اپنے گھر والوں کے ساتھ باجماعت اَدا کرے۔ احناف کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح کی باجماعت نماز اہلِ محلّہ کے لیے 'سنت کفایہ' ہے، اگر نمازِ تراویح کی باجماعت نماز اہلِ محلّہ نے اَدا کی تو دیگر سے باجماعت نماز کی اَدائیگی ساقط ہو جائے گی، جب کہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح کی باجماعت نماز 'مندوب' ہے، حالانکہ اس کی نماز باجماعت اَدا کرنا 'مسنون' ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کی نماز کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز اَدا کی، پھر دوسری رات بھی نماز پڑھی اور لوگ زیادہ ہو گئے، پھر اس طرح تیسری اور چوتھی رات بھی نماز اَدا کی گئی لیکن اُن کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف نہ لائے، اور جب صبح طلوع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ۔۔۔یقیناً میں نے دیکھا جو تم نے نماز اَدا کی لیکن مجھے تمہارے پاس تشریف لانے سے کسی نے منع نہیں کیا البتہ مجھے خوف ہوا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے''۔ (راوی ذکر کرتا ہے کہ یہ بات ماہِ رمضان کے دوران ارشاد فرمائی)

شیخ عمادالدین بن احمد کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اُن کے لیے نمازِ تراویح کو 'مسنون' بنا دیا لیکن اُن کو بیس ۲۰ رکعت نہ پڑھائیں جس طرح صحابۂ کرام کے دَور میں اس پر عمل ہوا اور اُن کے دَور سے اب تک بیس ۲۰ رکعت اَدا کی جاتی ہیں۔

دوئم:۔۔۔نمازِ تراویح اور اس کی رکعات [۳]۔

بے شک نمازِ تراویح کی رکعت کی تعداد آٹھ رکعت سے کم نہیں۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ بیہقی وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا کہ مسلمان حضرت عمر بن خطاب ﷛ کے دَورِ خلافت میں بیس ۲۰ رکعت ماہِ رمضان میں اَدا کرتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے لوگوں کو بیس ۲۰ رکعت نمازِ تراویح اَدا کرنے کے لیے مسجد میں جمع فرمایا تھا اور ان کی موافقت دیگر صحابہٴ کرام نے بھی کی، اور پھر خلفائے راشدین کے بعد آنے والوں میں سے کسی شخص نے اُن کی مخالفت نہ کی، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي و سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّواجِذِ (ابن ماجہ)

تمہارے اوپر میری سنت کی اتباع کرنا لازم ہے اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی اتباع کرنا لازم ہے، اپنی داڑھوں کے ساتھ اِس سنت کو مضبوطی سے تھام رکھو۔

حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے جو عمل مبارک کیا اُس کے متعلق امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔۔۔"نمازِ تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے اپنی مرضی سے اس کو جاری نہ فرمایا۔ حضرت عمر ﷛ نے کوئی نیا کام سرانجام نہیں دیا، اور دلیل کے مطابق نمازِ تراویح کی باجماعت نماز کا حکم ارشاد فرمایا جو دلیل انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی تھی"۔

سیّد محمد بن احمد الشاطری رقمطراز ہیں۔۔۔نمازِ تراویح کی اَدائیگی اُس کے بعد جاری رہی۔ صحابہ کرام نے اُس پر خاموشی کے ساتھ اجماع فرمایا اور انہوں نے سیّدنا عمر بن خطاب ﷛ کے عمل مبارک کا انکار نہ کیا۔ نمازِ تراویح کی رکعت بیس ۲۰ ہیں اور نمازِ وتر اُن بیس ۲۰ رکعت کے علاوہ ہے [۴]۔

سوئم۔۔۔نمازِ تراویح کی اَدائیگی کا وقت:

نمازِ تراویح کا وقت نمازِ عشاء کی اَدائیگی کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوعِ فجر کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے [۵]۔ بغیر کسی کراہت کے نمازِ وتر کی اَدائیگی سے پہلے اور بعد بھی نمازِ تراویح کی اَدائیگی صحیح ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک افضل یہ ہے کہ نمازِ تراویح وتر کی نماز اَدا کرنے سے پہلے اَدا کی جائے۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح کو نمازِ وتر سے مؤخر کرکے اَدا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا (بخاری ومسلم وغیرھما)

رات کی آخری نماز کو نمازِ وتر کے ساتھ ملاؤ

چہارم۔۔۔نمازِ تراویح کے مندوبات:

(۱)۔۔۔ ہر دو[۲] رکعت کے آخر میں سلام پھیرنا مستحب ہے۔

(۲)۔۔۔نمازِ وتر اَدا کرنے والا شخص چار[۴] رکعت کے بعد استراحت کے لیے بیٹھ جائے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول مبارک تھا، اور اس استراحت کا نام 'تراویح' ہے۔

(۳)۔۔۔نمازِ تراویح میں ختمِ قرآن کرنا مسنون ہے۔قرآن کریم کا ختم ماہِ رمضان کی آخری رات میں کیا جائے، البتہ اگر نمازیوں کو آخری رات ختمِ قرآن شریف کی محفل میں شرکت کرنے سے کوئی حرج ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ نمازیوں کے حال کے مطابق ختم القرآن کی محفل منعقد کی جائے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کے دوران جلدی جلدی نمازِ تراویح اَدا نہ کی جائے۔فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کے دوران ختم القرآن کرنا مستحب عمل ہے، اور ختم القرآن کے علاوہ دیگر صورتیں پڑھنا 'خلافِ اولیٰ' ہے۔

(۴)۔۔۔نمازِ تراویح کی نماز کھڑے ہو کر قیام کی حالت میں اَدا کرنا افضل ہے اور اگر نمازی کو قیام کی حالت میں نمازِ تراویح اَدا کرنے میں قدرت نہ ہو تو وہ بیٹھ کر نمازِ تراویح اَدا کر سکتا ہے اور بیٹھ کر نمازِ تراویح اَدا کرنا 'خلافِ اولیٰ' ہے۔

(۵)۔۔۔مقتدی حالتِ قیام میں رہے جب کہ امام حالتِ رکوع میں ہو اور مقتدی تاخیر کے ساتھ رکوع کرے تو یہ 'مکروہ' ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں با جماعت نماز کی اَدائیگی میں سستی و کاہلی کا ظہور ہے۔

(۶)۔۔۔افضل یہ ہے کہ نمازِ تراویح کی با جماعت نماز مسجد میں اَدا کی جائے کیونکہ شریعت میں جس نماز کی با جماعت اَدائیگی مشروع ہے اُس نماز کو مسجد میں اَدا کرنا افضل ہے، اور یہ جمہور کا موَقف ہے جب کہ اس موَقف کی مالکیہ نے مخالفت کی ہے۔

﴿جزءِ دوئم: دورانِ نماز قرآن کریم دیکھ کر تلاوت کرنے کا حکم﴾

فقہائے شافعیہ کے نزدیک معتمد مذہب یہ ہے کہ دورانِ نماز قرآنِ کریم سے دیکھ کر تلاوت و قرآت کرنا جائز ہے۔امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔"اگر نمازی مصحف دیکھ کر قرآت کرے تو اُس نمازی کی نماز باطل نہیں ہوتی خواہ اُس کو قرآنِ کریم زبانی یاد ہے یا زبانی یاد نہیں، بلکہ وہ شخص جس کو سورۂ فاتحہ زبانی یاد نہ ہو اُس کے لیے واجب ہے وہ دیکھ کر قرآت کرے۔اور اگر ایسا شخص مصحف کے اوراق کی کبھی کبھی ورق گردانی بھی کرے تو ایسے شخص کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

امام نووی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں۔۔۔مصحف دیکھ کر قرآت کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا شوافع امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسین شیبانی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے۔ جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مصحف دیکھ کر نماز میں تلاوت کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے[6]۔

شیخ عمادالدین بن احمد کہتے ہیں کہ فقہائے شوافع نے دورانِ نماز مصحف دیکھ کر قرآت کرنے کو جائز قرار تو دے دیا لیکن انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ کیا فرض نماز میں ایسا کرنا جائز ہے یا نفلی نماز میں ایسا کرنا جائز ہے۔

فقہائے حنابلہ کے نزدیک دورانِ نماز مصحف دیکھ کر قرآت کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ امام ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ نے کہا:

''امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے کہا۔۔۔امام نماز کی امامت کرنے کے دوران باجماعت نماز میں مصحف کو دیکھ کر قرآت کرے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کیا فرض نماز میں مصحف کو دیکھ کر قرآت کی جا سکتی ہے؟ تو امام احمد بن حنبل نے جواباً کہا نہیں! فرض نماز میں مصحف دیکھ کر قرآت کرنے کے متعلق میں نے کچھ نہیں سنا۔ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ فرض نماز میں مصحف دیکھ کر قرآت کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر نمازی کو قرآت یاد نہ ہو تو نفلی نمازوں میں وہ مصحف شریف سے دیکھ کر قرآت کر سکتا ہے، البتہ اگر نمازی حافظِ قرآن ہے تو اُس کا مصحف کو دیکھ کر قرآت کرنا مکروہ ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کیا ماہِ رمضان شریف میں مصحف کو دیکھ کر امام نماز کی امامت کر سکتا ہے؟ تو امام احمد بن حنبل نے جواباً کہا: جب امام امامت کرانے پر مجبور ہو تو اُس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اِس روایت کو علی بن سعید صالح اور ابن منصور سے نقل کیا، ابن حامد سے حکایۃً روایت کیا گیا کہ مصحف شریف سے دیکھ کر دورانِ نماز قرآت کرنا نفلی اور فرضی نماز دونوں میں جائز ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ دورانِ نماز مصحف سے دیکھ کر قرآت کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ دیکھ کر قرآت کرنے والا شخص اُن آیات کا حافظ نہیں ہوتا اور وہ دیکھ کر قرآت کرتے ہوئے زیادہ وقت صَرف کرتا ہے، ایسا کرنا ایک 'طویل عمل' ہے، لہٰذا ایسا کرنے والے شخص کی نماز باطل ہو جائے گی۔

امام زھری سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو شخص ماہِ رمضان میں قرآن کریم کو دیکھ کر قرآت کرتا تھا تو امام زھری نے کہا:

كَانَ خِيَارُنَا يَقْرَاُوْنَ فِى الْمَصَاحِفِ[7]

ہمارے سرکردہ خاص لوگ، مصحف کو دیکھ کر قرآت کرتے ہیں

خلاصۂ کلام:

مندرجہ بالا گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن ادریس الشافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نفلی نماز اور فرض نماز دونوں میں دورانِ نماز، مصحف کو دیکھ کر قرآت کرنا جائز ہے۔ جب کہ فقہائے مالکیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح اور نفلی نماز میں مصحف کو دیکھ کر قرآت جائز ہے، لیکن امامِ اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ان فقہائے کرام کی مخالفت کی اور انہوں نے نفلی نماز اور فرض نماز دونوں نمازوں کے دوران مصحف دیکھ کر قرآت کرنے کو جائز قرار نہیں دیا۔

﴿جزءِ سوئم۔۔۔صلاۃُ الوتر﴾

اوّل۔۔۔نمازِ وتر کا شرعی حکم:[۸]

نمازِ وتر، احناف کے نزدیک 'واجب' ہے، جب کہ جمہور فقہاء کے نزدیک 'سنتِ مؤکدہ' ہے۔

دوئم۔۔۔: نمازِ وتر کی مقدار:

احناف کے نزدیک نمازِ وتر کی تین [۳] رکعات ہیں، اِن تین [۳] رکعات کو مکمل اَدا کیا جائے گا اور سب سے آخر میں سلام پھیرا جائے گا جیسا کہ مغرب کی نماز۔ اور اگر نمازی دورانِ نمازِ وتر، تشہد کا قعدہ بھول گیا تو اُس کی طرف واپس نہیں لوٹے گا، اور اگر وہ واپس تشہد کی طرف لوٹا تو اُس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازِ وتر کی اَدائیگی کے لیے تین [۳] رکعت نمازِ وتر کی نیت کی جائے گی اور تینوں رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت بطور قرآت پڑھی جائے گی۔ دو تشہد، تشہد اوّل اور تشہد آخری اَدا کیا جائے گا۔ نمازِ وتر شروع کرتے ہوئے افتتاحی دُعا نہ کی جائے، تکبیر کہی جائے، دونوں ہاتھوں کو بلند کیا جائے گا، اور تیسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے پہلے قرآت کرنے کے بعد دُعائے قنوت پڑھی جائے گی۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ 'وتر' کی ایک رکعت ہے، عشاء کی آخری سنت کے بعد ایک رکعت نمازِ وتر اَدا کی جائے گی اور عشاء کی آخری سنت اور وتر دونوں کے درمیان ایک سلام پھیرنے سے فاصلہ کیا جائے گا اور نمازِ وتر کی ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۃ الفلق، سورۃ الناس) کی قرآت کی جائے گی۔

فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ 'وتر' کی کم سے کم ایک رکعت ہوتی ہے اور وتر کی زیادہ سے زیادہ گیارہ [۱۱] رکعت ہوتی ہیں [۹]۔ اور افضل ترین نمازِ وتر یہ ہے کہ رکعات کے درمیان ایک سلام کے ساتھ ایک رکعت سے پہلے سلام پھیرا جائے گا۔ نمازی جب نمازِ وتر اَدا کرے گا تو وہ دو [۲] رکعت نمازِ وتر کی نیت کرے گا اور دو [۲] رکعت اَدا کرنے کے بعد سلام پھیرے گا، اس کے بعد پھر ایک رکعت نمازِ وتر کی دوبارہ نیت کرے گا اور آخر میں سلام پھیر دے گا۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ وتر کی ایک رکعت ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا: ہمارے نزدیک نمازِ وتر کی ایک رکعت ہے اور اگر کوئی شخص تین ۳ رکعت نمازِ وتر ۔۔یا۔۔ اِس سے زیادہ اَدا کرتا ہے تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوئم۔۔۔نمازِ وتر کی اَدائیگی کا وقت:

جمہور کے نزدیک نمازِ وتر کا وقت نمازِ عشاء سے لے کر طلوعِ فجر تک ہے۔نمازِ عشاء کی اَدائیگی سے پہلے نمازِ وتر اَدا نہیں ہوسکتی، اگر کسی نے نمازِ عشاء سے پہلے وتر اَدا کر دیئے تو وہ شخص اپنی عادت اور معمول ایسا نہ بنائے۔

فقہائے مالکیہ کے نزدیک نمازِ وتر کا مختار وقت رات کا تیسرا حصہ ہے جو کہ رات کے آخری حصہ میں شامل ہے، جبکہ فقہائے شافعیہ کے نزدیک نصف رات تک نمازِ وتر کی اَدائیگی کا وقت ہے، فقہائے حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ نمازِ وتر کا وقت رات کے آخر تک ہے، اور رات کے آخر تک نمازِ وتر پڑھی جاسکتی ہے۔

چہارم۔۔۔نمازِ وتر اَدا کرنے کی کیفیت وطریقہ:

نمازِ وتر اَدا کرنے کی کیفیت وطریقہ فقہائے احناف کے نزدیک یوں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلیٰ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی)، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون (قُلْ يَـاَيُّهَاالْكٰفِرُوْنَ) اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔

جبکہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلی، دوسری رکعت میں سورۂ کافرون پڑھ کر سلام پھیرا جائے گا کیونکہ یہ دوگانہ ہے، اور پھر ایک رکعت نمازِ وتر شروع کی جائے گی اور اُس رکعت میں ہی سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور پھر (معوذتین) سورۂ فلق وناس دونوں تلاوت کی جائیں گی۔

فقہائے شوافع کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وتر بطور تین ۳ رکعت اَدا کیے جائیں گے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلی، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون پڑھی جائے گی پھر سلام پھیرا جائے گا۔ اور پھر تیسری رکعت علیحدہ پڑھی جائے گی، اس میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق وناس پڑھی جائیں گی۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد صرف سورۂ اخلاص ہی پڑھی جائے گی۔

امام دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نمازِ وتر کے اذکار میں سے یہ ذکر ہے کہ نمازِ وتر کے آخر میں مندرجہ ذیل دُعا پڑھی جائے گی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ اَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ
وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ

۔۔۔اِسی طرح سلام پھیرنے کے بعد تین ۳ مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جائے گی:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس۔تیسری مرتبہ آواز بلند سے پڑھیں گے[10]

﴿جزءِ چہارم۔۔۔قنوت:[11]﴾

(۱)۔۔۔دُعائے قنوت پڑھنے کا حکم اور وقت:

فقہائے احناف وحنابلہ نے کہا: نمازِ وتر میں نمازی دُعائے قنوت کو پڑھے گا، وتر کے علاوہ نمازِ فجر یا کسی دوسری نماز میں دُعائے قنوت کو نہیں پڑھا جائے گا۔احناف نے کہا کہ تیسری رکعت میں رکوع کرنے سے پہلے دُعائے قنوت کو پڑھا جائے گا جبکہ حنابلہ کہتے ہیں کہ تیسری رکعت میں رکوع کرنے کے بعد دُعائے قنوت کو پڑھا جائے گا۔ فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ وتر کے آخر میں ماہِ رمضان میں رکوع کرنے کے بعد دُعائے قنوت کو پڑھنا مستحب ہے اور مسنون دُعائے قنوت کا طریقہ یہ ہے کہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع کرنے کے بعد اس کو پڑھا جائے گا۔ جبکہ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں رکوع کرنے سے پہلے پہلے دُعائے قنوت کو آہستہ آواز میں سری طور پر پڑھا جائے گا اور صلوٰۃِ فجر کے علاوہ کسی دوسری نماز میں دُعائے قنوت کو نہیں پڑھا جائے گا۔

(۲)۔۔۔دُعائے قنوت کے الفاظ:

فقہائے احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک دُعائے قنوت کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ
وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ، نَشْكُرُكَ
وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ،
وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ
وَنَخْشٰى عَذَابَكَ، اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ

۔۔۔جبکہ فقہائے شوافع کے نزدیک دُعائے قنوت کے کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ،
وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِيْ
وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ
تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا قَضَيْتَ،
اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

اور اللہ تعالیٰ، ہمارے سردار سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی آل واصحاب پر رحمتِ کاملہ نازل فرمائے۔ سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام پر درود بھیجنا دُعائے قنوت کا ایسا جزء ہے جس کے بغیر دُعائے قنوت کامل، مکمل اور معتبر نہیں ہوتی۔

---

(۱)۔۔۔الفقہ المذاہب الاربعۃ: ۱/ ۳۴۰۔۳۴۳، الفقہ المنہجی: ۱/ ۲۳۷۔۲۳۸

(۲)۔۔۔شرح الیاقوت النفیس: ۱۹۴۔ (۳)۔۔۔الفقہ المذہب الاربعۃ: ۱/ ۳۴۱۔

(۴)۔۔۔شرح الیاقوت النفیس: ۱۹۵۔ (۵)۔۔۔شرح الیاقوت النفیس: ۱۹۴۔

(۶)۔۔۔المجموع: ۴/ ۲۷۔ (۷)۔۔۔المغنی مع الشرح الکبیر: ۱/ ۶۱۲۔۶۱۳۔

(۸)۔۔۔الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ۱/ ۳۳۵۔۳۳۹۔ (۹)۔۔۔شرح الیاقوت النفیس: ۱۹۰۔

(۱۰)۔۔۔حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/ ۴۵۔۴۴۔ (۱۱)۔۔۔الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ۱/ ۳۳۵۔۳۳۹۔

﴿بحث سوئم﴾

﴿نمازِ تسبیح، نمازِ تہجد اور نمازِ چاشت کے بیان میں﴾

(ا)۔۔۔صلاۃ التسابیح (نمازِ تسبیح):

نمازِ تسبیح کے متعلق بہت زیادہ صحیح احادیثِ نبویہ موجود ہیں، ان صحیح احادیثِ مبارکہ میں بعض احادیثِ نبویہ کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عباس بن عبدالمطلب کو فرمایا:

''اِے میرے چچا عباس! کیا میں تم کو عطا نہ کروں دس ۱۰ خصوصیات پر مشتمل کام، اگر تم وہ کام کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ابتدائی اور آخری گناہ، قدیم وجدید گناہ، غلطی سے اور جان بوجھ کر کرنے والے گناہ، چھوٹے اور بڑے گناہ، خفیہ اور ظاہری گناہ معاف فرمادے! دس ۱۰ اوصاف ہیں، تم چار ۴ رکعات نمازِ نفل پڑھو، ہر رکعت میں تم سورۂ فاتحہ پڑھو اور اُس کے بعد کوئی بھی سورت پڑھ لو، جب تم پہلی رکعت کی قرآت سے فارغ ہو جاؤ تو تم حالتِ قیام میں کہو۔۔۔ سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولا اله الا اللّٰه واللّٰه اکبر۔۔۔ پندرہ ۱۵ بار حالتِ قیام میں یہ کلمات پڑھو۔۔۔ پھر تم رکوع کرو اور دورانِ رکوع دس ۱۰ بار یہی کلمات پڑھو۔۔۔ پھر حالتِ رکوع سے سر اٹھا کر دس ۱۰ بار یہی کلمات پڑھو۔۔۔ پھر تم سجدہ کرنے کے لیے جھک کر حالتِ سجدہ میں دس ۱۰ بار یہی کلمات پڑھو۔۔۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس ۱۰ بار یہی کلمات پڑھو۔۔۔ پھر دوسرا سجدہ کرو اور دورانِ سجدہ یہی کلمات دس ۱۰ بار پڑھو ۔۔۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور دس ۱۰ بار یہی کلمات پڑھو۔۔۔ تو اِس طرح یہ کلمات پچھتر ۷۵ مرتبہ ہر رکعت میں پڑھے جائیں گے، اور اِسی طرح تم نے چار ۴ رکعات میں یہ تعداد پڑھنی ہے۔

اگر تمہارے پاس طاقت ہے تو اِس نمازِ تسبیح کو ہر روز پڑھو! اگر تم ہر روز اِس نماز کو اِس طرح نہیں پڑھ سکتے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لو۔ اگر تم ہر جمعہ کو ایک مرتبہ نہیں پڑھ سکتے، تو پھر ہر ماہ میں ایک مرتبہ پڑھو۔ اور اگر تم ہر ماہ میں ایک مرتبہ نہیں پڑھ سکتے، تو پھر سال میں ایک دفعہ اِس نمازِ تسبیح کو پڑھ سکتے ہو، اور اگر تم سال میں ایک دفعہ بھی نہیں پڑھ سکتے تو پھر اپنی زندگی میں ایک دفعہ ہی پڑھ لو''۔

ابوداؤد نے ابوالجوزاء سے ایک دوسری روایت بھی بیان کی جس روایت کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے موقوفاً ذکر کیا اور اس کو امام ترمذی نے ابورافع سے بھی روایت کیا۔

شیخ سعید حوی رحمہ اللہ نے کہا:

''ہمارے زمانہ، عصر حاضر کے بعض فضلاء نے اس روایت کو 'ضعیف' قرار دیا کیونکہ ضعیف قرار دینے کی متعدد وجوہات ہیں اور اُن وجوہات میں سے بعض یہ ہیں کہ کلماتِ حدیث، بلاغتِ نبوی کے ساتھ متفق نہیں۔

(اِس جملہ کے ردّ میں شیخ عماد الدین بن احمد کہتے ہیں کہ کسی روایت کو بلاغت کے سبب ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک وسیع باب ہے)۔

ضعیف قرار دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اِس روایت کے کلمات کی گہرائی پھسلنے والی گہرائی ہے۔

جی نہیں! امام ابوداؤد نے اِس مذکورہ بالا روایت کو مختلف تین [3] طرق سے روایت کیا اور اس کی روایت کوئی عبث کام نہیں اور اس روایت کا ہر مفرد طریقہ اس روایت کو 'حسن' کے درجہ سے نیچے نہیں لاتا، تو جب تین [3] طرق روایت اِس حدیثِ نبوی میں جمع ہوگئے تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ اور جب اس روایت میں ہم امام ترمذی کا طریقۂ روایت اضافہ کردیں اور امام ترمذی کا دوسرا طریقۂ روایت، تو ہم پھر واضح طور پر اِس حدیث کی صحت کو پہچان جاتے ہیں۔ معاصرین علمائے حدیث شریف میں سے اِس حدیث کو جس شخص نے صحیح کہا اُن علماء میں علامہ احمد شاکر ہیں جنہوں نے 'سنن ترمذی' میں مروی روایت کو 'صحیح' شمار کیا۔ اِسی طرح اِس روایت کو حضرت عبداللہ بن مبارک، امام حاکم، امام ذھبی، امام منذری، امام آجری، امام مقدسی اور امام مسلم بن حجاج وغیرہ نے بھی نقل کیا:[1]

شیخ ممدوح سعید ممدوحؔ نے 'الترجیح الحدیث صلاۃ التسبیح' کی تحقیق کے دوران لکھا:

اور وہ محدثین وعلماء کرام جنہوں نے صلاۃ التسبیح والی حدیثِ مبارکہ کو صحیح کہا اُن میں امام داؤد، امام ابو علی بن مسکین، امام ابن مندہ، امام حاکم، امام ابوبکر الآجری، امام ابوبکر بن ابی داؤد، امام ابوموسیٰ المدینی، امام دیلمی، صاحبِ مسند الفردوس، خطیب بغدادی، ابوسعد السمعانی، ابوالحسن بن المفضل، ابومحمد بن عبدالرحیم شیخ المنذری، سراج الدین البلقینی، صلاح الدین العلائی، البدر الزرکشی، ابن ناصر الدین الدمشقی، امام ابن حجر عسقلانی، امام جلال الدین السیوطی اور امام الزبیدی قابل ذکر ہیں[2]۔ اِن کے بعد شیخ ممدوح سعید الممدوحؔ نے بہت زیادہ ایسے کبار علماء کے نام لکھے جنہوں نے نمازِ تسبیح والی روایت کو 'حسن' کہا۔

شیخ عماد الدین بن احمد (صاحب کتاب ھٰذا) رقمطراز ہیں کہ میں کہتا ہوں اور ہم نے اپنے مشائخ میں بعض عارفین کو دیکھا (اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے) کہ وہ ماہِ رمضان المبارک میں نمازِ مغرب کے بعد صلاۃ التسبیح پڑھتے ہیں اور ہم نے ان سے سنا کہ وہ نمازِ تسبیح کی ہمیشہ حفاظت کرتے ہیں کیونکہ اس کی اَدائیگی میں بہت زیادہ خیرات وبرکات حاصل ہوتی ہیں۔

(۲)۔۔۔صلاۃ التہجد (نمازِ تہجد)

نمازِ تہجد، قیام اللیل کرنے کی نماز ہے، بخاری وغیرہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ سے روایت کیا:

قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيْلَ لَهٗ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ، قَالَ: اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا حتی کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو گئے۔آپ سے عرض کیا گیا:

اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے! فرمایا:

کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔

امام ترمذی نے حضرت بلال اور حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَاِنَّهٗ مِنْ دَاْبِ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ، وَاِنَّ قِيَامَ اللَّيْلِ قُرْبَةٌ اِلَى اللّٰهِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاٰثَامِ وَتَكْفِيْرٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ۔

قیام اللّیل کو لازم پکڑو، بے شک قیام اللّیل تم سے پہلے صالحین کا طریقہ تھا

اور بے شک قیام اللّیل اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتا ہے اور گناہوں سے منع کرتا ہے،

اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور جسم سے بیماری کو نکال کر دُور پھینکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے 'مسند' میں حضرت ابوسعید ﷺ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلشِّتَاءُ رَبِيْعُ الْمُؤْمِنِ۔۔۔موسم سرما، مؤمن کی بہار ہے

یعنی موسم سرما کا دن چھوٹا ہوتا ہے اور روزہ رکھنا آسان ہے، اور موسم سرما کی راتیں طویل ہوتی ہیں اور ان میں قیام اللّیل ہو سکتا ہے۔نمازِ تہجد کے متعلق بہت زیادہ احادیثِ نبویہ اور صالحین کے اقوال وارد ہوئے اُن کو شمار کرنا مشکل ہے، اُن میں طہارتِ قلب، نفس کی صفائی و ستھرائی، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں مناجات کرنا حاصل ہوتا ہے۔

امام عبداللہ بن علوی الحداد رحمہ اللہ نے لکھا:

''تو جان لے کہ جس شخص نے عشاء کے بعد نمازِ نفل اَدا کی گویا کہ اُس شخص نے رات کو قیام کیا اور بعض اسلاف رات کی ابتداء اپنے اذکار سے کیا کرتے تھے۔نمازِ تہجد میں نیند کے بعد بیدار ہونے میں شیطان کی مخالفت اور نفس کے خلاف مجاہدہ ہے۔اس میں ایک عجیب راز ہے۔یہ نمازِ تہجد ہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسول کو حکم دیا:

وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﴿سورۃ الاسراء:۷۹﴾

اور رات کو تو تہجد پڑھو، اس میں مزید حکم ہے تمہیں پر (معارف القرآن)

حدیثِ نبوی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے متعجب ہوتا ہے، جب بندہ اپنے بستر سے اُٹھتا ہے حالانکہ وہ اپنے اہل خانہ کے درمیان رہتا ہے۔ اپنے فرشتوں کے درمیان فخر ومباہات کا اظہار فرماتا ہے اور اپنی کریمانہ ذات کے ساتھ اُس بندے کی طرف متوجہ فرماتا ہے، تُو جان لے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے متلاشی شخص کے متعلق یہ بات ناپسند فرماتا ہے کہ وہ رات کو قیام نہ کرے، اُس کو قیام اللَّیۡل کی اَشد حاجت ہے۔ آخرت کا ارادہ کرنے والا شخص تو زیادہ خیر وبھلائی کا طلب گار رہتا ہے اور وہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا متلاشی رہتا ہے[۳]۔

قیام اللَّیۡل (نمازِ تہجد) کی نماز کی رکعات مقرر ہیں اور اس نماز کی اَدائیگی کا وقت نیند سے بیدار ہونے کے بعد اور نمازِ فجر سے پہلے پہلے ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسے وقت میں دو[۲] خفیف رکعت بطور نمازِ تہجد پڑھتا ہے تو گویا کہ وہ شخص قیام اللَّیۡل کرتا ہے۔ اور علمائے کرام اِس بات پر متفق ہیں کہ سب سے افضل قیام اللَّیۡل ماہِ رمضان المبارک کی راتوں کا قیام ہے کیونکہ اس میں عظیم الشان اجر وثواب ہے۔

امام دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ماہِ رمضان المبارک کی راتوں کو قیام کر کے نفل اَدا کیے جاتے ہیں۔ ان کی اَدائیگی میں مخفی اَدا کرنا شرعی طور پر ثابت ہے۔ ماہِ رمضان میں ایسے نفل اَدا کرنے میں مقصود یہ ہے کہ مسلمان، فرشتوں کے ساتھ مل جائیں، اُن کے مشابہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے دو[۲] درجہ بیان فرمائے ہیں۔ ایک درجہ عوام الناس کا درجہ ہے اور اس سے مراد ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور فرائض کی اَدائیگی پر اکتفاء کرنا ہے، جبکہ دوسرا درجہ محسنین کا درجہ ہے۔ اِس درجہ سے مراد ماہِ رمضان کے روزے رکھنا، ماہِ رمضان کی راتوں کا قیام کرنا ہے، اعتکاف کے ساتھ زبان کو پاک صاف کرنا اور ماہِ رمضان کے آخری دس[۱۰] دنوں میں کمر بستہ ہو جانا''[۴]۔

(۳)۔۔۔صلاۃُ الضُّحیٰ (نمازِ چاشت)

امام مسلم نے حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُصۡبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنۡ اَحَدِكُمۡ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسۡبِيۡحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحۡمِيۡدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهۡلِيۡلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكۡبِيۡرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمۡرٌ بِالۡمَعۡرُوۡفِ صَدَقَةٌ وَنَهۡيٌ عَنِ الۡمُنۡكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجۡزِئُ مِنۡ ذٰلِكَ رَكۡعَتَانِ يَرۡكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى۔

تم میں سے ہر ایک شخص کے جسم کے ہر جوڑ کی وجہ سے صدقہ لازم ہوتا ہے، ہر تسبیح اَدا کرنا صدقہ ہے،
ہر تحمید کرنا صدقہ ہے، ہر تہلیل۔۔۔لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔۔۔کرنا صدقہ ہے، ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے،
نیکی کا حکم دینا ایک صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا ایک صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے
دو[۲] رکعت نمازِ چاشت اَدا کر دینا کفایت کرتا ہے۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نمازِ چاشت کی کم سے کم دو[۲] رکعت ہیں، زیادہ سے زیادہ بارہ[۱۲] رکعت ہیں۔ خطیب شربینی کہتے ہیں کہ نمازِ چاشت کی مکمل چھ[۶] رکعت ہیں اور چار[۴] رکعت ادنیٰ درجہ کے کمال کی ہیں۔ اکثر علماء سے منقول ہے کہ اس نماز کی زیادہ سے زیادہ آٹھ[۸] رکعت ہیں اور تحقیق کرنے کے بعد ان کی تعداد کی تصحیح بھی کی گئی، یہی بات قابلِ اعتماد ہے جس کی تشریح ابن مقری نے کی ہے[۵]۔

راقم عماد الدین بن احمد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہے کہ نمازِ چاشت ایک برکت والی نماز ہے، اس کے متعلق ہمارے شیوخ عارفین باللہ نے برانگیختہ کیا ہے کیونکہ اس نماز میں دُنیوی اور اُخروی فوائد ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں:

''جب کوئی شخص فجر نماز اَدا کرے اور سورج کے طلوع ہونے تک تھوڑی دیر کے لیے حلقۂ ذکر یا حلقۂ علم میں بیٹھے پھر اس کے بعد نمازِ ضحیٰ (نمازِ چاشت) اَدا کرے تو اُس کا رزق صبح ہونے سے پہلے اُس کے پاس پہنچے گا۔ اور آخرت کا طلبگار شخص اگر ایسی نمازوں کی سال بھر مواظبت اختیار کرتا ہے اور ان کی اَدائیگی میں انقطاع سے کام نہیں لیتا، خاص طور پر نمازِ تہجد اور نمازِ چاشت تو اُس کے لیے بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔ ان دو[۲] نفلی نمازوں کے متعلق کثرت کے ساتھ احادیث وارد ہوئی ہیں، ماہِ رمضان شریف میں ان دو[۲] نفلی نمازوں کو پابندی سے اَدا کرنے میں دگنا ثواب اور بہت زیادہ بھلائی حاصل ہوتی ہے''۔

---

(۱)۔۔۔الاساس فی السنۃ وفقھا: ۳/۱۲۸۸۔ (۲)۔۔۔الترجیح الحدیث صلاۃ التسبیح: ۹۔۱۰۔
(۳)۔۔۔المعاونۃ والظاھرۃ والوازرۃ: ۴۰۔ (۴)۔۔۔حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۴۵۔
(۵)۔۔۔المنھاج وشرحہ مغنی المحتاج: ۱/۲۲۳۔

﴿بحث چہارم﴾
﴿صدقہ ءفطر کے بیان میں﴾

اوّل۔۔۔صدقہ ءفطر کا شرعی حکم:

صدقہ ءفطر ہر مسلمان پر واجب ہے، وہ مسلمان آزاد اور قدرت وطاقت رکھنے والا ہو اگر چہ وہ چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ماہِ رمضان کا ایک حصہ نصیب ہوا اور ماہِ شوال کا ایک حصہ نصیب ہوا، تو اُس شخص پر اپنی طرف سے اور جن خاندانی افراد کا وہ کفیل ہے اُن کی طرف سے صدقہ ءفطر اَدا کرنا واجب ہے لیکن اُس کی ضروری شرط یہ ہے کہ وہ افراد مسلمان ہوں۔ صدقہ ءفطر کی مقدار اس علاقہ کا ایک صاع ہوگا۔ صدقہ ءفطر اُس بندے کے قرضہ، کپڑے، خوراک اور اہل وعیال کے اخراجات سے زائد ہوتا ہے، جو عید الفطر کی رات (چاندرات) اور عید الفطر کے دن میں اَدا کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَرَضَ زَکَاۃَ الفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلیٰ النَّاسِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِیْرٍ علیٰ کُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثیٰ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (رواہ مسلم)[1]

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان میں لوگوں پر صدقہ ٔ فطر فرض قرار دیا ہے،
جس کی مقدار ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو ہیں، جو کہ مسلمانوں
میں سے ہر مرد وعورت، آزاد وغلام شخص پر لازم ہے۔

ابن منذر کہتے ہیں کہ ہم نے علماء کرام سے جو چیز یاد کی اور اُس چیز پر اجماع ہے کہ صدقہ ءفطر کا اَدا کرنا 'فرض' ہے، جبکہ اسحاق نے کہا: علماء کرام نے جن امور پر اجماع کیا ہے اُن میں سے ایک صدقہ ءفطر ہے جس کا حکم 'اجماع' کی طرح ہے[2]۔

احناف نے کہا: واجب ہے کہ روزہ دار صدقہ ءفطر اپنی طرف سے اَدا کرے اور اپنے چھوٹے فقیر بچے، خادم اور اپنے اس بڑے بچے کی طرف سے اَدا کرے جو مجنون و دیوانہ ہو اور اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرف سے صدقہ ءفطر اَدا کرنا واجب نہیں، نہ ہی قرابت داروں کی طرف سے صدقہ ءفطر اَدا کرنا اُس شخص پر واجب ہے۔ نہ ہی اُس شخص پر واجب ہے کہ وہ شخص اپنی بیوی کی طرف سے صدقہ ءفطر اَدا کرے، اور نہ ہی اپنی بڑی اولاد کی طرف سے اَدا کرے۔ اور اگر شوہر اپنی بیوی یا رشتہ داروں کی طرف سے اُن کی اجازت کے بغیر صدقہ ءفطر اَدا کرے تو

بطور 'استحسان' اَدا ہو جائے گا[3]۔

فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے کہا: جس شخص پر اپنی طرف سے صدقہ ءفطر اَدا کرنا لازم ہوتا ہے اُس شخص پر اپنے زیر کفالت رشتہ داروں کی طرف سے بھی لازم ہے کہ وہ بذاتِ خود اُن کی طرف سے صدقہ ءفطر اَدا کرے، مثلاً: غریب والدین، بیوی، غلام وخادم۔ لیکن ان سب کے لیے 'مسلمان' ہونا لازمی شرط ہے۔ والد اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے اُس وقت تک صدقہ ءفطر اَدا کرتا رہے گا جب تک وہ بچے 'بالغ' نہ ہو جائیں[4]۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ چھوٹے لڑکوں کے بالغ ہونے تک اور کسب معاش تک اُن کے والد پر اُن کی طرف سے صدقہ ءفطر اَدا کرنا لازم ہے۔ اور لڑکیاں جب تک شادی شدہ نہیں ہو جاتیں اُن کی طرف سے اُن کا والد صدقہ ءفطر اَدا کرتا رہے گا[5]۔

دوئم۔۔۔صدقہ' فطر کی مقدار:

احناف کے نزدیک صدقہ ءفطر کی مقدار گندم یا گندم کا آٹا یا ستو نصف صاع مراد ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ ان کی مقدار و قیمت میں احتیاط کی جائے یا پھر جَو، کھجور اور منقیٰ ایک صاع کی مقدار میں دیا جائے[6]۔

علمائے احناف کے نزدیک ایک صاع آٹھ[8] عراقی رطل کے مساوی ہے اور عراقی رطل ایک سو تیس[130] درہم پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ تین ہزار آٹھ سو[3800] گرام[7]۔ (ایک کلو=1000 گرام اور ایک کلو (2.2) پاؤنڈ کے مساوی ہے)۔ نصف صاع ایک ہزار نو سو (1900) گرام کے مساوی ہوتا ہے اور یہ واجب صدقہ ءفطر کی مقدار ہے۔

صدقہ ءفطر نقدی پیسوں کی صورت میں دینا احناف کے نزدیک زیادہ افضل ہے[8]۔ کیونکہ غریب و نادار شخص کی حاجت روائی کرنا خصوصاً عید الفطر کے دن کا سوال کرنے کے بجائے اس کو صدقہ ءفطر دے دینا 'واجب' ہے۔ اور فقیر و نادار شخص کی حاجت روائی نقدی روپے پیسے کی شکل میں پوری ہوتی ہے، بلکہ صدقہ ءفطر پیسے کی صورت میں دینا زیادہ آسان اور مکمل کام ہے[9]۔

جمہور کے نزدیک دانے دینے اور ایک صاع کی مقدار پھل فروٹ دینے سے صدقہ ءفطر اَدا ہو جاتا ہے۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ نو[9] قسم کی اشیاء جو اہل علاقہ کی خوراک میں سے ہوں، واجب ہیں۔

(۱)۔۔۔قَمْحٌ (گندم)　(۲)۔۔۔شَعِیْرٌ (جَو)　(۳)۔۔۔ سَلْتٌ (جَو کی ایک قسم)

(۴)۔۔۔ ذَرۃٌ (مکئی)　(۵)۔۔۔ دَخَنٌ (باجرہ)　(۶)۔۔۔اُرُزٌ (چاول)

(۷)۔۔۔ تَمَرٌ (کھجور)　(۸)۔۔۔ زَبِیْبٌ (سوگی میوہ/منقیٰ)　(۹)۔۔۔اَقِطٌ (خشک دودھ جس دودھ سے مکھن نکال لیا گیا ہو، عربی میں اس کو 'جمیدْ' کہتے ہیں)

مندرجہ بالا نو[9] اشیائے خوردنی میں سے صدقہ ءفطر اُدا کرنا متعین ہوگا۔ ان کے علاوہ کسی اور خوردنی چیز کو بطور صدقہ ءفطر دینا کفایت نہیں کرتا، صدقہ ءفطر اچھی عمدہ خوردنی مذکورہ اشیاء سے دیا جائے گا، مثلاً: جَو کی جگہ پر گندم دی جائے تو، زیادہ اچھا ہے[10]۔

فقہائے مالکیہ کے نزدیک صدقہ ءفطر ایک صاع ہے۔ ایک صاع اُن کے نزدیک چار[4] مُد کے برابر ہے اور ایک مُد دو[2] درمیانے ہاتھ کی بھری ہوئی ہتھیلی کی مقدار کے مساوی ہے[11]۔

فقہائے شافعیہ کہتے ہیں کہ معتمد مذہب کے مطابق اہلِ علاقہ میں اکثر استعمال ہونے والی خوراک میں سے غالباً ایک صاع نکالا جائے گا، ادنیٰ خوراک پر اعلیٰ خوراک کو ترجیح حاصل ہوگی، جبکہ اعلیٰ خوراک/ اشیائے خوردنی پر ادنیٰ خوراک کو ترجیح حاصل نہیں ہوگی۔ گندم کو بطورِ صدقہ ءفطر دینا کھجور سے بہتر ہے، اگر کسی علاقہ میں کوئی خوراک افضل ہو تو اُس علاقہ کی افضل و احسن خوراک کو ترجیح حاصل ہوگی، دو[2] خوردنی اشیاء میں سے ایک صاع کا بعض حصہ بطور صدقہ ءفطر دینا جائز نہیں ہوگا اگرچہ اُن دو[2] خوردنی اشیاء میں سے ایک شئے اعلیٰ اور افضل کیوں نہ ہو؟[12]۔

صدقہ ءفطر کی مقدار فقہائے شوافع کے نزدیک ایک صاع ہے اور ایک صاع حضور اکرم ﷺ کے مُد (حفنات، برتن، پیمانہ) میں سے چار[4] مُد سے عبارت ہے، اور یہ پیمانہ حفنات چار[4] حفنات تین[3] اَلتار پیمائشی کے مطابق ہے جو وزن میں تقریباً دو ہزار چار سو (۲۴۰۰) گرام کے مساوی ہے[13]۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ جو شخص صدقہ ءفطر دینے میں کھجور، منقیٰ، گندم، جَو وغیرہ پر قادر ہوا تو وہ انہیں اشیائے خوردنی میں سے صدقہ ءفطر دے گا، ایسے شخص کے لیے ان کا متبادل کفایت نہیں کرے گا۔ اگر اس کے لیے ایسی اجناس موجود نہ ہوں تو پھر دانے یا پھل فروٹ میں سے صدقہ ءفطر دینا کفایت کرے گا[14]۔ ان اجناس کی مقدار ایک صاع ہے جو کہ پانچ[5] رطل اور تین[3] تہائی بغدادی رطل ہوگا جو کہ چار[4] چُلّو ایک درمیانی قد و قامت والے آدمی کی دو[2] ہتھیلیوں کے مساوی ہوگا[15]۔

فقہائے شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک نقدی کی صورت میں صدقہ ءفطر کی قیمت اُدا کرنا کفایت نہیں کرے گا بلکہ اُن مذکورہ اجناس میں سے ہی صدقہ ءفطر اُدا کرنا واجب ہوگا۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت سفیان الثوری علیہم الرحمہ نے کہا کہ اجناس مخصوصہ کے بدلہ میں قیمت کا دے دینا جائز ہے[16]۔

شیخ عماد الدین بن احمد (حفظہ اللہ) کہتے ہیں کہ ہماری رائے ہے کہ عینی چیزوں اور مخصوصہ اجناس کے بدلے میں نقدی قیمت و پیسے کا دے دینا جائز ہے کیونکہ صدقہ ءفطر کے اس معاملے میں احناف کے جواز کی طرف ہمارا موقف

بھی ہے اور نقدی، روپے پیسے دینا صدقہ ءفطر دینے والے شخص اور صدقہ ءفطر وصول کرنے والے شخص دونوں کے لیے زیادہ آسان اور عمدہ طریقہ ہے۔ اور احناف کے نزدیک اُسی وزن یا مقدار پر اعتماد کیا گیا ہے جو کہ صرف ایک نصف صاع ہے جو کہ ایک ہزار نوسو (۱۹۰۰) گرام کے مساوی ہے۔ یہ ضرور دیکھا جائے کہ خاص کردہ اجناس قیمت کے حساب سے اعلیٰ وافضل ہوں کیونکہ ایسا کرنے میں فائدہ فقراء و مساکین دونوں کو پہنچتا ہے۔ ہم نے اپنے بعض مشائخ اور اہل علم متقی لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اجناس مخصوصہ میں سے ہی صدقہ ءفطر دیا کرتے تھے اور انہی قیمتی مخصوص جنس کی قیمت نکال کر بطورِ صدقہ ءفطر دیا کرتے تھے۔ اور وہ ایسا اس لیے کرتے تھے کیونکہ اُن کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ خوف وخشیت موجود تھا۔ (اللہ تعالیٰ بہترین جاننے والا اور حکمت والا ہے)

سوئم۔۔۔صدقہ ءفطر کے وجوب کا وقت:

احناف کہتے ہیں کہ عید الفطر کی فجر طلوع ہونے سے صدقہ ءفطر اَدا کرنے کا عمل واجب ہوتا ہے اور عید الفطر کا وقت گزر جانے کے بعد کسی شخص کے ہاں اولاد پیدا ہوئی یا کوئی شخص اسلام لایا تو اُس شخص پر صدقہ ءفطر اَدا کرنا واجب نہیں ہوتا اور جو شخص عید الفطر کے وقت سے پہلے پہلے مر گیا اُس شخص پر بھی صدقہ ءفطر اَدا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ صدقہ ءفطر عید الفطر کے دن سے پہلے یا بعد میں اَدا کرنا صحیح ہوتا ہے۔ صدقہ ءفطر اَدا کرنے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ ماہِ رمضان کا پہلا دن شروع ہو اور یہ قول صحیح ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اور اگر صدقہ ءفطر کو عید الفطر کے دن سے مؤخر کر دیا گیا تو ایسا عمل کرنے سے صدقہ ءفطر کی اَدائیگی ساقط نہیں ہوتی بلکہ ایسی حالت میں بھی صدقہ ءفطر کو اَدا کرنا واجب ہوتا ہے[17]۔

جمہور کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان کے آخری دن کے غروبِ آفتاب سے صدقہ ءفطر کا اَدا کرنا واجب ہو جاتا ہے، یعنی عید الفطر کی پہلی رات (چاند رات) سے صدقہ ءفطر اَدا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ عید الفطر کی نماز اَدا کرنے سے پہلے اور عید الفطر کی فجر کے بعد صدقہ ءفطر کا دینا مستحب عمل ہے۔ عید الفطر سے دو[2] دن پہلے صدقہ ءفطر مستحق شخص کو دے دینا جائز ہے، دو[2] دن سے زیادہ دنوں سے پہلے صدقہ ءفطر دینا جائز نہیں۔ عید الفطر کے دن سے لے کر سورج غروب ہونے تک صدقہ ءفطر کا غنی کی طرف سے اَدا کرنا لازمی عمل ہے، بلکہ صدقہ ءفطر اُس شخص کے ذمہ باقی ہے، جب تک وہ اَدا نہیں کرتا صدقہ ءفطر کا وجوب باقی رہے گا، اور عید الفطر کے دن غروبِ شمس تک اگر کسی شخص نے صدقہ ءفطر اَدا نہیں کیا تو وہ شخص گناہ گار ہو گا[18]۔

فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان کی ابتدائی تاریخ سے صدقہ ءفطر کا اَدا کرنا جائز ہے اور صدقہ ءفطر کی اَدائیگی کا افضل ترین وقت عید الفطر کی نمازِ فجر سے لے کر عید الفطر کی نماز سے پہلے تک ہے۔

عیدالفطر کے دن صدقہ ءفطر اَدا کرنا مسنون ہے جبکہ عیدالفطر کے دن سے پہلے صدقہ ءفطر کا اَدا کرنا مسنون نہیں۔ صدقہ ءفطر کی اَدائیگی میں عیدالفطر کی نماز کے بعد تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ عیدالفطر کے دن کے آخری حصہ (غروبِ آفتاب) تک صدقہ ءفطر کی اَدائیگی میں تاخیر کرنا حرام ہے۔ یہ حرام کا حکم اِس وجہ سے ہے کیونکہ غروبِ شمس کے وقت صدقہ ءفطر پر قبضہ کرنا حرام ہے۔ تو جو شخص عیدالفطر کے پہلے دن میں اُس کی اَدائیگی میں تاخیر کرتا ہے اُس شخص کے متعلق کیا حکم ہوگا۔

فقہائے حنابلہ نے فقہائے شوافع کی طرح کہا کہ اگر کوئی شخص عیدالفطر کے دن کی شام تک صدقہ ءفطر کی اَدائیگی سے دُور رہا تو وہ ایسی تاخیر کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور اُس کے ذمہ قضاء لازم آئے گی، لہٰذا اُن کے نزدیک افضل یہ ہے کہ عیدالفطر کی نماز پڑھنے سے پہلے صدقہ ءفطر اَدا کر دیا جائے[19]۔

چہارم۔۔۔صدقہ ءفطر کا مصرف:

صدقہ ءفطر کا مصرف تمام امور میں زکوٰۃ کی طرح ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

صَدَقَةٌ تُؤخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَ تُرَدُّ عَلىٰ فُقَرَائِهِمْ[20]۔

صدقہ ءفطر اغنیاء سے لیا جائے گا اور فقراء پر تقسیم کیا جائے گا

زکوٰۃ کے مصارف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ
وَفِىْ الرِّقَابِ والغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔۔۔ ﴿التوبۃ:۶۰﴾

صدقات تو مالک بنا دینا ہے صرف فقیروں کو اور ناداروں کو اور جو تحصیلنے کو عامل اُس پر ہیں اور جن کے دِل کو لگائے رکھنا ہے اور غلام کو آزاد کرنے میں اور قرض داروں کو اور اللہ کی راہ میں اور حاجت مند مسافروں کو (معارف القرآن)

---

(۱)۔۔۔المہذب وشرحہ المجموع:۶/۶۱۔ (۲)۔۔۔المغنی:۲/۶۴۵۔ (۳)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/۹۰۳۔
(۴)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/۹۰۴۔ (۵)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۷۴۔ (۶)۔۔۔ردّالمحتار:۲/۳۶۴۔
(۷)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲/۹۰۹۔ (۸)۔۔۔ردّالمحتار:۲/۳۶۶۔ (۹)۔۔۔الفقہ الاسلامی وادلتہ:۹۰۹۔
(۱۰)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۷۵۔ (۱۱)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۷۵۔ (۱۲)۔۔۔فتح العلام:۳/۲۹۹۔
(۱۳)۔۔۔الفقہ المنہجی:۱/۲۳۰۔ (۱۴)۔۔۔المغنی:۲/۶۵۷۔۶۵۲۔ (۱۵)۔۔۔المغنی:۲/۶۵۰۔
(۱۶)۔۔۔المغنی:۲/۶۶۱، ردّالمحتار:۲/۳۶۶۔ (۱۷)۔۔۔ردّالمحتار:۲/۳۶۷۔ (۱۸)۔۔۔الشرح الصغیر:۱/۶۷۸۔
(۱۹)۔۔۔المغنی:۲/۶۶۵۔ (۲۰)۔۔۔بدایۃ المجتہد:۱/۴۷۷۔

﴿بحث پنجم﴾
﴿نمازِ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے بیان میں﴾

اوّل۔۔۔عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کا حکم اور اُن کا تشریعی وقت:

احناف نے کہا کہ عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کی نماز ہر اُس شخص پر اَدا کرنا واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز اَدا کرنا واجب ہو، یہ نمازِ خطبہ کو بھی شامل بمعہ شروط ہے کیونکہ خطبہء عیدین کا سننا واجب ہے اور ایک مسنون عمل ہے[1]۔

فقہائے مالکیہ و شافعیہ کہتے ہیں کہ عیدین کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے۔ جس شخص پر جمعہ کی نماز اَدا کرنا واجب ہے اُس کے لیے عیدین کی نماز اَدا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے[2]۔ لیکن فقہائے مالکیہ کے نزدیک چھوٹے بچے، نو جوان عورت، غلام اور ایسا مسافر جس نے مقیم ہونے کی نیت نہیں کی، ان سب پر عیدین کی نماز اَدا کرنا مستحب نہیں اور نو جوان عورت کے علاوہ دوسری عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ عیدین کی نماز اَدا کرے[3]۔

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں کہ عیدین کی نماز اَدا کرنا فرضِ کفایہ ہے، جب عیدین کی نماز کے لیے اہلِ علاقہ میں سے چالیس ۴۰ افراد شامل ہوں تو دیگر افراد سے یہ فرضِ کفایہ ساقط ہو جائے گا[4]۔ اور یقیناً عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز ہجرتِ نبوی کے دوسرے سال مشروع قرار دی گئی[5]۔

دوئم۔۔۔نمازِ عید کے لیے خواتین کا حاضر ہونا:

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ جب عورتیں نماز کے لیے باہر نکلیں تو وہ زیب و زینت اور خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں کیونکہ ایسا کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے[6]۔ جبکہ فقہائے احناف نے عمر رسیدہ عورت کے لیے رخصت دی ہے اور نو جوان عورتوں کے لیے نمازِ عید کے لیے جانا ناپسند کیا ہے کیونکہ اُن کے لیے فتنہ کا اندیشہ ہے[7]۔

فقہائے شافعیہ و حنابلہ کہتے ہیں کہ عمر رسیدہ، بزرگ عورتوں کا عید کی نماز میں شرکت کرنا کوئی ناپسندیدہ عمل نہیں، جائز ہے، لیکن خوشبو لگا کر وہ مصلیٰ نماز کی طرف نہ جائیں اور نہ ہی ایسے کپڑے پہن کر مصلیٰ عید پر جائیں جس لباس کو دیکھ کر نو جوانوں کی شہوت برانگیختہ ہو، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

لَاتَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ (رواہ احمد)

اللہ تعالیٰ کی لونڈیوں (بندیوں) کو اللہ تعالیٰ کی مساجد کی طرف جانے سے منع نہ کرو اور وہ خوشبو لگا کر نہ جائیں

تَفِلَاتٍ کامعنی عربی لغت میں ایسی حالت پر صادق آتا ہے جو حالت عورتوں کی عام لباس میں ہو اور اس وقت انہوں نے کسی قسم کی خوشبو وغیرہ نہ لگا رکھی ہو وہ عورتیں 'تفلات' کہلاتی ہیں۔

بے شک مساجد کی طرف عورتوں/خواتین کا ایسی عام عدم خوشبو و زینت کی حالت میں جانا مستحب عمل ہے، اور عورتیں زیب و زینت اور شہرت حاصل کرنے کے لیے لباس نہ پہنیں اور مساجد میں وہ مردوں کے جمع ہونے والی جگہ پر نہ جائیں بلکہ مساجد میں وہ ایک طرف جگہ برائے خواتین پر بیٹھیں [8]۔

سوئم۔۔۔نمازِ عید کا مقرر وقت:

فقہائے شوافع و حنابلہ کہتے ہیں کہ عید کی نماز اَدا کرنے کا وقت طلوع شمس کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور زوال (نصف النہار) تک جاری رہتا ہے [9]۔ نماز عید کا افضل وقت سورج طلوع ہونے کا ہے جب وہ ایک نیزے (رمح) کی مقدار میں بلند ہو [10]۔

احناف کہتے ہیں کہ جب ایک نیزے کی مقدار کے برابر سورج بلند ہونے سے پہلے پہلے عید کی نماز اَدا کی جائے گی تو وہ عید کی نماز بالکل نہیں ہوگی بلکہ وہ ایسے نفل شمار ہوں گے جو حرام تھے [11]۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ عید کی نماز اُس وقت اَدا کی جائے گی جب اُفق سے ایک نیزے کے برابر سورج بلند ہو اور اس حالت سے پہلے عید کی نماز اَدا نہیں ہوتی اور شروق شمس کے بعد عید کی نماز اَدا کرنا مکروہ ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے دوران عید کی نماز اَدا کرنا حرام ہے [12]۔

معلوم ہوا کہ تمام فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ طلوع شمس کے بعد ایک نیزے کی مقدار کے برابر سورج ظاہر ہو تو عید کی نماز اَدا کی جائے گی۔ یعنی سورج طلوع ہونے کے بعد تقریباً آدھا گھنٹہ نماز کا وقت شمار ہو گا جو کہ ظہر کے وقت داخل ہونے سے پہلے پہلے اَدا کی جائے گی۔

چہارم۔۔۔نمازِ عید کے اَدا کرنے کا طریقہ:

نمازِ عید کی بالاتفاق دو [2] رکعت ہیں، کیونکہ سیدنا عمر فاروق ﷛ کا فرمان عالی شان ہے:

صَلَاةُ الْاَضحیٰ رَکُعَتَانِ وَصَلَاةُ الْفِطْرِ رَکُعَتَانِ وَصَلَاةُ الْمُسَافِرِ رَکُعَتَانِ وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَکُعَتَانِ تَمَامٌ لَیُسَ بِقَصُرٍ عَلیٰ لِسَانِ النَّبِیِّ ﷺ (رواہُ النسائی)

نمازِ چاشت کی دو [2] رکعت ہیں، نمازِ عید الفطر کی دو [2] رکعت ہیں، نمازِ مسافر کی دو [2] رکعت ہیں، نمازِ جمعہ کی دو [2] رکعت ہیں اور یہ مکمل رکعت ہیں، قصر رکعت بالکل نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے ایسے ہی بیان ہوا۔

نمازِ عید کو شروع کرنے کے لیے تکبیر احرام کہی جاتی ہے اس کے بعد درج ذیل تکبیرات پر مشتمل ہے [13]۔

احناف کے نزدیک چھ[۶] تکبیرات کہی جاتی ہیں دوسری رکعت میں قرآت کے بعد تکبیرات کہی جاتی ہیں۔
فقہائے مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک پہلی رکعت میں چھ[۶] تکبیرات اور دوسری میں پانچ[۵] تکبیرات ہیں[۱۴]۔
فقہائے شوافع کے نزدیک پہلی رکعت میں سات[۷] اور دوسری میں پانچ[۵] تکبیرات ہیں[۱۵]۔
جمہور کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى) اور دوسری رکعت میں سورۂ (هَلْ آتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ) کی تلاوت کرنا مستحب ہے۔ (المغنی:۲/۲۳۶)
فقہائے مالکیہ کے نزدیک دوسری رکعت میں سورۂ (وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا) تلاوت کی جائے گی۔
عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کے لیے آذان نہیں دی جائے گی اور نہ ہی نماز اَدا کرنے کے لیے اقامت کہی جائے گی، اور سنتِ نبوی ہے کہ ایسی دونوں نمازوں کے لیے (اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ) کہا جائے گا[۱۶]۔ اور عید کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد دو[۲] عربی خطبے دینا مسنون ہیں جس طرح جمعۃ المبارک کے لیے دو[۲] خطبے دیئے جاتے ہیں اور جب امام ممبر پر پڑھے تو فقہائے احناف کے نزدیک وہ دو[۲] خطبوں کے درمیان نہ بیٹھے، جبکہ فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ امام دو[۲] عربی خطبوں کے درمیان بیٹھے گا[۱۷]۔
خطیب اپنا خطبہ تکبیر کے ساتھ شروع کرے گا۔ فقہائے مالکیہ کہتے ہیں کہ خطیب اپنا عربی خطبہ دینے میں تکبیر سے شروع کرنے کا پابند نہیں لیکن یہ بھی کہا گیا کہ خطیب ابتدائے خطبہ میں سات[۷] تکبیرات کہے گا۔
جمہور فقہائے کرام کے نزدیک پہلے خطبہ میں سات[۷] تکبیرات جبکہ دوسرے خطبہ میں بھی سات[۷] تکبیرات کہی جائیں گی[۱۸]۔
احناف کے ہاں یہ مستحب عمل ہے کہ خطیب منبر سے اُترنے سے پہلے چودہ[۱۴] تکبیرات کہے گا[۱۹]۔
پنجم۔۔۔عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کی تکبیرات کا حکم:
عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتوں میں غروبِ شمس کے ساتھ ہی تکبیرات پڑھنا مسنون ہو جاتا ہے، جو کہ بلند آواز سے بازاروں، مساجد، راستوں اور گھروں میں پڑھی جائیں گی، حتیٰ کہ امام نمازِ عید کے لیے روانہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿البقرۃ:۱۸۵﴾
اور اس لیے کہ مہینہ کی گنتی پوری کرلو اور اللہ کی تکبیر بولو جو تمہاری ہدایت فرمائی اور اب تو شکر گزار رہو جاؤ (معارف القرآن)
عیدالاضحیٰ میں ہر حج کرنے والے شخص کے لیے مسنون ہے کہ وہ نماز اَدا کرنے کے بعد تکبیر کہے۔ عرفہ کے دن کی صبح سے لے کر ایامِ تشریق کے دن کی عصر تک تکبیریں کہی جائیں گی۔ اور ایامِ تشریق عیدالاضحیٰ کے

دن کے ساتھ متصل تین [۳] دن ہوتے ہیں، البتہ عید الفطر میں نمازوں کے بعد تکبیرات کہنا مسنون نہیں بلکہ جب امام نمازِ عید الفطر کے لیے جاتا ہے تو ان تکبیرات کو بطورِ استحباب کہنا بھی منقطع ہو جاتا ہے [۲۰]۔

ششم۔۔۔تکبیر کہنے کے افضل کلمات:

حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک تکبیر کے افضل کلمات یہ ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک تکبیر کے کلمات یوں ہوں گے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

فقہائے شافعیہ کے نزدیک مستحب ہے کہ تیسری تکبیر کہنے کے بعد یوں کہا جائے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَاَصِیْلًا۔

مسنون ہے کہ اس کے بعد ان کلماتِ مذکورہ کا اضافہ کیا جائے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ، مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنُ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ،
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ، صَدَقَ وَعْدَہٗ، وَنَصَرَ عَبْدَہٗ، وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ
وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

احناف کے نزدیک اگر اضافہ کرنا چاہے تو یہ مذکورہ کلمات پڑھ سکتا ہے اور ان کلمات کو مذکورہ ذیل درود شریف پڑھ کر ختم کیا جائے گا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ، وَعَلیٰ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ،
وَعَلیٰ اَزْوَاجِ مُحَمَّدٍ، وَسَلِّمْ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا۔

ہفتم۔۔۔عید کے آداب وسنن: [۲۱]

(۱)۔۔۔غسل کیا جائے، خوشبو لگائی جائے اور نئے کپڑے زیبِ تن کیے جائیں۔

(۲)۔۔۔عید کی صبح سویرے مسجد میں جانا مسنون ہے۔

(۳)۔۔۔عید الفطر کے دن صبح سویرے کچھ کھانا مسنون ہے۔ نماز عید الفطر جانے سے پہلے طاق عدد میں کھجوریں کھانا مسنون ہیں جبکہ عید الاضحیٰ کے دن مطلق طور پر مستحب ہے کہ کھانے پینے میں دیر کی جائے۔

(۴)۔۔۔نمازِ عید پڑھنے والے شخص کے لیے مسنون ہے کہ وہ عید گاہ کی طرف ایک راستہ سے جائے اور دوسرے راستہ سے واپس لوٹے۔

(۵)۔۔۔اہل وعیال پر کشادگی سے خرچ کرے، کثرت کے ساتھ صدقہ دے اور اہل ایمان کے سامنے مسکراہٹ وخوشی کا اظہار کرے، قریبی رشتہ داروں اور دوستوں سے ملاقات کرنے کے لیے جائے۔

(۶)۔۔۔جمہور کے نزدیک عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز[۲۲] نہ پڑھے مگر فقہائے شوافع کہتے ہیں کہ سورج طلوع ہونے کے بعد عید کی نماز سے پہلے انفرادی طور پر نفلی نماز اَدا کی جاسکتی ہے۔

فائدہ۔۔۔امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھے کہ آج عید کا دن ہے اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ عید کی نماز اَدا کرے، البتہ اگر اس کو یہ ضرورت محسوس ہو کہ اُس کو سوادِ اعظم کی موافقت اختیار کرنی ہے اور وہ لوگوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے پر قادر بھی نہیں تب اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان کے ساتھ عید کی نماز اَدا کرے۔

۔۔۔ایسے شخص کے لیے عید کی نماز اَدا کرنے کا طریقہ:

جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھے کہ آج عید کا دن ہے اگر مجبوری کے پیش نظر اس کو عید کی نماز با جماعت اَدا کرنی پڑے، تو وہ شخص نمازِ چاشت یا نفلی نماز کی نیت کرے۔ اور اگر اس نے عید کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح نہیں ہوگی۔ اور اگر اس شخص نے نمازِ چاشت یا نفل نماز اَدا کرنے کی نیت کی تو فقہائے شوافع کے نزدیک اس کی نیت صحیح ہوگی۔ کیونکہ فقہائے شوافع کے نزدیک یہ شرط بالکل نہیں ہے کہ امام ومقتدی کی ایک نماز اَدا کرنے کی شرط ہو، لہٰذا امام عید کی نماز کی نیت کرے گا اور ایسا شخص مطلق نفل اَدا کرنے کی نیت کرے گا یا نمازِ چاشت اَدا کرنے کی نیت کرے گا۔ اور اُس کے مناسب ہے کہ وہ عید کی زائد تکبیرات نہ کہے تاکہ اُس کی نماز میں زیادہ حرکات نہ ہوں۔ اور اگر اُس شخص نے تکبیراتِ زوائد کہہ بھی دیں تو ظاہر مذہب کے مطابق اُس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور ایسا شخص دوسرے دن تنہا عید کی نماز اَدا کرے گا کیونکہ اس کے لیے اپنے عمل کا اظہار کرنا مناسب نہیں، تاکہ اس شخص سے عید کی نماز مسنون فوت نہ ہو اور وہ اپنی انفرادی نماز اَدا کرنے سے پہلے والی رات کو عید کا مسنون غسل کرے گا[۲۳]۔

---

(۱)۔۔۔ردّ المحتار علی الدر المختار: ۲/ ۱۶۶، الهدایة في شرح بدایة المبتدي: ۸۴۔

(۲)۔۔۔نهایة المحتاج الی شرح المنهاج: ۲/ ۳۸۵، الشرح الصغیر: ۱/ ۵۲۳۔

(۳)۔۔۔الشرح الصغیر: ۱/ ۵۲۴۔ (۴)۔۔۔العدّة شرح العمدة: ۱۴۳۔

(۵)۔۔۔نهایة المحتاج الی شرح المنهاج: ۲/ ۳۸۵۔ (۶)۔۔۔الشرح الصغیر: ۱/ ۵۲۸۔

(۷)۔۔۔المغني: ۲/ ۲۳۲۔ (۸)۔۔۔المغني: ۲/ ۲۳۳۔ (۹)۔۔۔العدّة شرح العمدة: ۱۴۳۔

(۱۰)۔۔۔مغني المحتاج: ۱/ ۳۱۰۔ (۱۱)۔۔۔ردّ المحتار علی الدار المختار: ۲/ ۱۷۱۔ (۱۲)۔۔۔الشرح الصغیر: ۱/ ۵۲۴۔

(۱۳)---ردّ المحتار:۲/۱۷۲-(۱۴)---الشرح الصغیر:۱/۵۲۵-العدۃ شرح العمدۃ:۱۴۶-۱۴۷

(۱۵)---مُغني المحتاج:۱/۳۱۱-۳۱۰-

(۱۶)---المغنی:۲/۲۳۵-(۱۷)---المغنی:۲/۲۴۳-(۱۸)---المغنی:۲/۲۴۴،مغنی المحتاج:۱/۳۱۲-(۱۹)---ردّ المحتار:۲/۱۷۵-(۲۰)---روضۃ الطالبین:۱/۵۸۷-(۲۱)---روضۃ الطالبین:۱/۵۸۲-۵۸۴-

(۲۲)---المغنی:۲/۲۴۷(۲۳)---العلم المشہور فی اثبات الشہور-

﴿خاتمۃ الکتاب﴾
﴿روزے کی فضیلت کے بیان میں﴾

ہم کتابِ ھٰذا کو اللہ تعالیٰ کی حمد و فضل بیان کرتے ہوئے ختم کرتے ہیں، جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب 'اسرارِ صوم' میں کہا: یقیناً روزہ ایمان کا چوتھائی حصہ ہے، اِس کی دلیل حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔۔۔الصَبْرُ نِصْفُ الاِیْمَان ۔صبر آدھا ایمان ہے۔الصَّوْمُ نِصْفُ الاِیْمَان ۔روزہ آدھا صبر کرنا ہے۔

روزہ کو اس وجہ سے بھی برتری حاصل ہے کیونکہ روزہ کو تمام ارکان میں سے خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک منفرد نسبت و تعلق حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے جو بیان کیا تھا اُس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بصورتِ آیتِ قرآنی بیان فرمایا:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَاب ﴿الزمر:۱۰﴾

بھرپور دیے جاتے ہیں صبر کرنے والے ہی اپنا اجر بے حساب (معارف القرآن)

روزہ نصف صبر ہے اور اس کا ثواب و اجر قدرت کے مقرر کردہ اجر و ثواب کی حدود سے بھی بے حساب تجاوز کر گیا، روزہ کی فضیلت سمجھنی ہو تو حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ عالی شان پہچان لیں:

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْك

اور وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں محمد کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بُو

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے

۔۔۔اِس حدیثِ بالا کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اور ان کے علاوہ اصحابِ سنن نے بھی روایت کیا، جبکہ حدیثِ قدسی ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا یَذَرُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ و شَرَابَهٗ مِنْ اَجْلِیْ فَالصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ (رواہ احمد)

بے شک بندہ اپنی شہوت اور اپنا کھانا پینا میری رضا کی خاطر ترک کرتا ہے، لہٰذا

وہ جان لے کہ روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کا بدلہ میں خود دوں گا

۔۔۔اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لِلْجَنَّةِ بَابٌ یُقَالُ لَهٗ الرَّیَّانُ یَدْخُلُهٗ الصَّائِمُوْنَ (کنز العمال)

جنت کا ایک دروازہ ہے جس دروازہ کو 'رَیَّان' کہتے ہیں، اُس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے روزہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہونے کا وعدہ ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔

روزہ دار کے لیے دو ۲ خوشیاں ہوتی ہیں جن کے نصیب ہونے کی وجہ سے وہ خوش ہوتا ہے:

پہلی خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے، دوسری خوشی جب وہ اپنے

رب سے ملاقات کرے گا تو روزہ رکھنے کی وجہ سے اُس کو خوشی نصیب ہوگی

اِس حدیثِ بالا کو امام بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدت الشَّيَاطِيْنُ

جب ماہِ رمضان تشریف لاتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم

کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے

اِس مذکورہ حدیثِ نبوی کو صحیح و مسلم وغیرہ میں روایت کیا گیا جبکہ طبرانی کی روایت میں یہ حدیث شریف بیان ہوئی:

وَنَادِى مُنَادٍ، يَا طَالِبَ الْخَيْرِ هَلُمَّ وَيَا طَالِبَ الشَّرِّ أَقْصِرْ حَتّٰى يَنْسَلِخَ الشَّهْرُ

منادی کرنے والا منادی کرتا ہے کہ اِے خیر و بھلائی کو طلب کرنے والے! جلدی جلدی خیر و بھلائی طلب کرو۔

اور اِے شر کو طلب کرنے والے! اپنے شر و فساد کم کرو! یہاں تک کہ ماہِ رمضان کا مہینہ ختم ہو جاتا ہے

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿الحاقة:۲۴﴾

کھاؤ اور پیو خوش خوش، صلہ اُس کا جو پہلے بھیج چکے تم گزرے زمانہ میں (معارف القرآن)

حضرت وکیع علیہ الرحمہ کہتے ہیں اَیامِ خالیہ سے مراد ماہِ رمضان المبارک کے ایام ہیں، کیونکہ ماہِ رمضان کے دنوں میں کھانا پینا ترک کیا جاتا ہے۔

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿السجدة:۱۷﴾

تو کوئی نہ جانے کہ کیا چھپا رکھی گئی ہے اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک، ثواب اُن کے اعمال کا (معارف القرآن)

کہا گیا کہ یہ اجر وثواب ایسے لوگوں کے لیے ہے جو روزے رکھا کرتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿الزمر:۱۰﴾

بھرپور دیے جاتے ہیں صبر کرنے والے ہی اپنا اجر بے حساب (معارف القرآن)

یہ اجر وصلہ اس وجہ سے ہے کیونکہ روزہ صرف اللہ سبحانہٗ کے لیے ہے، روزہ کی نسبت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف حاصل ہے، اگرچہ تمام کی تمام عبادات اُسی کے لیے ہوتی ہیں لیکن روزہ کو خاص نسبت حاصل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی نسبت کو اپنے ساتھ منسوب فرمایا۔ بیت اللہ: اللہ کا گھر، جبکہ زمین ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو اس طرح کی نسبت کے دو۲ معانی معلوم ہوتے ہیں۔

پہلا معنی:۔۔۔

بے شک روزہ رک جانا اور کسی چیز کو ترک کرنا ہے اور روزہ فی نفسہٖ ایک راز ہے، کوئی ایسا عمل بطور دلیل یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ فلاں شخص کا روزہ ہے۔ اِس کو دیکھا نہیں جا سکتا جب کہ دیگر تمام طاعات وعبادات کا عینی مشاہدہ ہو سکتا ہے، مخلوقِ خدا دیگر عبادات کو دیکھ سکتی ہے جبکہ روزہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ روزہ ایک باطنی عمل ہے جو محض صبر کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

دوسرا معنی:۔۔۔

روزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ عزوجل کے دشمن پر قہر ہے، شیطان ملعون کا وسیلہ حملہ شہوت ہے اور شہوت کھانے پینے سے مضبوط اور طاقتور ہوتی ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنْ اِبْنِ آدَمَ مَجْرٰی الدَّم (بخاری وغیرہ)

بے شک شیطان، ابن آدم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے

جب معلوم ہوا کہ شیطان کا قلعہ قمع کرنے کے لیے روزہ ایک خصوصی عبادت ہے، روزہ شیطان کے راستوں کو ختم کرتا ہے، شیطان کی آمد و رفت والی جگہوں کو تنگ کرتا ہے، تو اس وجہ سے روزہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی سرکوبی کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد حاصل ہوتی ہے[1]۔

مجھ پر اور تم پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے! ذرا دیکھو کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے اُس شخص کے لیے کتنی اعلیٰ نعمتیں، جنتِ نعیم میں تیار کر رکھی ہیں جو شخص روزہ رکھنے کا طلبگار ہو، مسنون روزوں کی پابندی کرے اور ایسے شخص کا روزہ اللہ کریم کی رضا کے لیے ہو۔

امام عبداللہ بن علوی الحداد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ الشَّيْطَانَ لَعَنَهُ اللّٰهُ يَقُوْلَ: قَصَمَ ظَهْرِىْ الَّذِىْ يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالىٰ حُسْنَ الْخَاتِمَةِ

اور ہمیں یہ خبر پہنچی، بے شک شیطان ملعون کہتا ہے کہ جو شخص یہ دُعا کرتا ہے کہ اِے میرے اللہ تعالیٰ!

میں تجھ سے حسن خاتمہ کا سوال کرتا ہوں، تو اُس بندے کی اس دُعا کرنے سے میری کمر ٹوٹ جاتی ہے۔

امام عبداللہ بن علوی الحداد رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر کثرت سے کرو کیونکہ اُس نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ دینِ اسلام کی نعمت بہت عظیم اور بہت بڑی نعمت ہے۔ بے شک اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دُنیاوی ہر نعمت عطا کر دے اور نعمتِ اسلام سے اُس کو روک کر رکھے تو یہ اُس کے لیے وبالِ جان بن جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اسلام کی نعمت عطا فرما دے اور دُنیاوی نعمتیں اُس سے چھین لے تو اُس بندے کو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ دُنیاوی نعمت والا شخص مر گیا تو اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا جبکہ دینِ اسلام جیسی نعمت والا شخص فوت ہوا تو اُس کا ٹھکانہ جنت ہوگا[۲]۔

کتاب ھٰذا کے آخر میں میں کہتا ہوں کہ اس کتاب کو تحریر کرنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم کے ساتھ مجھے توفیق عطا فرمائی اور میں اللہ تعالیٰ سے اس علمی کام کی قبولیت کی دُعا کرتا ہوں۔ اُس نے توفیق عطا فرمائی اور میں اُس کی رضا کا طلب گار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کا مطالعہ کرنے والے شخص کو نفع عطا فرمائے اور اس کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں، اُس کی ذات 'سبحان' ہے، میں اُس کی ایسی حمد کرتا ہوں جو اُس کی ذات کے جلال کے لائق ہو، جو اُس کی عظیم الشان سلطنت کے لائق ہو، اُس نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی، ایسی نعمت جو شمار نہیں کی جا سکتی، ہم اُس سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم کی آگ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

الٰہی! ہم کو عارفین کی فتوحات عطا فرما! اِے ہمارے پروردگار! جب تُو ہم سے راضی ہو، تب عافیت ولطف کے ساتھ ہمراہ اعمال صالح ہمارا اچھا خاتمہ فرما۔ جو تُو نے ہمیں علم عطا کیا، اُس علم کو ہمارے لیے نافع بنا! ہم کو وہ سکھا جو ہم کو فائدہ دے! اپنے فضل سے ہمارے علم میں اضافہ فرما! ہماری بخشش فرما! ہمارے والدین، اولاد، شیوخ، اہلِ فضل، مسلمان مردوں، عورتوں، زندوں اور فوت شدگان، کی مغفرت فرما!

بے شک تُو ہمارے قریب ہے اور ہماری دُعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلىٰ الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

(۱)۔۔۔احیاء العلوم: ۱/ ۳۰۶۔۳۰۷۔ (۲)۔۔۔النصائح الدینیۃ والوصایا الایمانیۃ: ۳۴۔

نوٹ:۔۔۔ شیخ عمادالدین بن احمد حفظہ اللہ ورعاہ رقمطراز ہیں کہ اِس کتاب 'مرشدالانام فی رؤیۃ الھلال واحکام الصیام' کو مکمل تحریر کرنے میں بروز جمعرات، انیس ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ بمطابق پچیس ۲۵ نومبر ۲۰۱۰ء فارغ ہوا، ملکِ یمن کے شہر 'حضر موت' (تریم المبارکہ) میں اِس کی تحریری شکل مکمل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا خادم دین

فضیلۃ الشیخ عمادالدین بن احمد بن ابی حجلۃ حفظہ اللہ ورعاہ

اردو مترجم: محمد سجاد حسین شامی (حفظہ اللہ)

فاضل شام (متخصص فی اللغۃ العربیۃ وآدابھا بمعہد الفتح الاسلامی بدمشق)

مقیم: ہری پور ہزارہ (پاکستان)۔۔۔موبائل نمبر برائے رابطہ: 2963-569-346(0) 92+

فضیلۃ الشیخ عمادالدین بن احمد (مؤلف کتاب ھٰذا) کا تعارف:

آپ کا نام: 'عمادالدین بن احمد بن شریف بن ابی حجلۃ' ہے، ۱۹۶۰ء میں فلسطین کے ایک صوبہ نابلس کے گاؤں (سنّیریا) میں پیدا ہوئے۔ شرعی علوم اہل علم کی ایک بڑی جماعت سے حاصل کیے اور آپ نے عقیدہ، تفسیر، حدیثِ نبوی اور فقہ شافعی کو مطالعہ کیا۔

ولایت متحدہ امریکہ کے علاقہ میساچوسیٹس (Massachusetts) میں ۱۹۸۸ء میں مقیم ہوئے اور ۲۰۰۵ء سے دعوت وتبلیغ میں سرگرم عمل ہو گئے۔ ۱۹۹۲ء میں میساچوسیٹس (Massachusetts) ولایت میں آپ نے علوم شرعیہ کی تدریس کے لیے علمی ادارہ بنام 'مدرسۃ الرازي الاسلامیۃ' تعمیر کیا۔ آپ کے متعدد تلامذہ نے آپ سے علمی فیض حاصل کیا اور انہوں نے امریکہ کے مختلف علاقوں میں اسلامک سینٹر اور تعلیمی مراکز قائم کیے۔ بوسٹن (Boston) شہر کے بین الاقوامی تعلیمی ادارے، نیوہیمشیر (New Hempshire) ولایت کے مانچیسٹر کالج (Manchester College)، کیمبرج (Cambridge) شہر کی ہارورڈ یونیورسٹی (Harvard University) میں آپ نے شرعی علوم کے بہت زیادہ تعلیمی کورسز (Courses) منعقد کیے۔ مختلف جگہوں میں اسلام کی دعوت پہچانے کے لیے آپ نے مختلف کانفرنس اور سیمینارز میں شرکت کی۔

تالیفات:

آپ کی تالیفات میں کتاب ھٰذا 'مرشدالانام اِلیٰ رؤیۃ الھلال واحکام الصیام' سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے 'القول العطر في مصارف الزکاۃ وصدقۃ الفطر' اور 'الدرّۃ البھیۃ في معرفۃ الفروض العینیۃ' 'النجوم الامعۃ' تالیف کیں، مذکورہ تین ۳ کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہیں، ان کتب کے علاوہ دیگر کتب طبع کے مراحل میں ہیں۔

ثبت المصادر والمراجع

١ـ الإنصاف في حكم الاعتكاف: للإمام أبي الحسنات اللكنوي، بتحقيق مجد بن أحمد مكي، دار البشائر الإسلامية، بيروت لبنان، الطبعة الثالثة، ١٤٢٠.

٢ـ الفقه الإسلامي وأدلته: للدكتور وهبة الزحيلي، دار الفكر بدمشق، الطبعة الثالثة، ١٤٠٩.

٣ـ الفقه على المذاهب الأربعة: للإمام الجزيري، دار الفكر، بيروت، ١٤٠٦.

٤ـ الترجيح لحديث صلاة التسبيح: للحافظ ابن ناصر الدين الدمشقي، بتحقيق محمود سعيد ممدوح، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٠٩.

٥ـ إحياء علوم الدين: للإمام أبي حامد الغزالي، دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١٢.

٦ـ النصائح الدينية والوصايا الإيمانية: للإمام عبد الله الحداد، دار الحاوي، الطبعة الثالثة، ١٤٢٠.

٧ـ شرح الياقوت النفيس في مذهب ابن إدريس: للسيد محمد بن أحمد الشاطري، دار المنهاج، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٧.

٨ـ فتح العلام بشرح مرشد الأنام: للإمام محمد الجرداني، بتحقيق الشيخ محمد الحجار، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الرابعة، ١٤١٨.

٩ـ نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج: للإمام الرملي، دار الكتب العلمية، ١٤١٤.

١٠ـ مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج: للإمام الشربيني، دار الفكر، بيروت.

١١ـ الهداية في شرح بداية المبتدي: للإمام المرغيناني، بتصحيح الشيخ طلال يوسف، دار التراث العربي، بيروت.

١٢ـ الشرح الصغير على أقرب المسالك: للإمام أحمد الدردير، وبهامشه حاشية أحمد الصاوي المالكي، دار المعارف، القاهرة.

١٣ـ العدة شرح العمدة: للإمام بهاء الدين المقدسي، تحقيق عبد الرزاق المهدي، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الرابعة، ١٤١٨.

١٤ـ المغني: للإمام ابن قدامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٥ـ حاشية رد المحتار على الدر المختار: للعلامة ابن عابدين، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤١٢.
١٦ـ العلم المنشور في إثبات الشهور: للإمام تقي الدين السبكي.
١٧ـ تنبيه الغافل الوسنان على أحكام هلال رمضان: للإمام ابن عابدين.
١٨ـ الفلك الدوار في رؤية الهلال بالنهار: للإمام عبد الحي اللكنوي.
١٩ـ القول المنشور في هلال خير الشهور: للإمام عبد الحي اللكنوي.
وهذه الكتب الأربعة السابقة، بتحقيق حسن أحمد إسبر، دار ابن حزم، بيروت لبنان، الطبعة الأولى، ١٤٢١.
٢٠ـ إرشاد أهل الملة إلى إثبات الأهلة: للشيخ محمد بخيت المطيعي، بتحقيق حسن أحمد إسبر، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢١.
٢١ـ المجموع شرح المهذب: للإمام يحيى بن شرف النووي، مع تكملة الشيخ محمد نجيب المطيعي، مكتبة الإرشاد، جدة.
٢٢ـ روضة الطالبين: للإمام النووي، بتحقيق عادل عبد الموجود، وعلي معوض، دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٣ـ بداية المجتهد ونهاية المقتصد: للإمام ابن رشد، دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٠٩.
٢٤ـ الأساس في السنة وفقهها: للشيخ سعيد حوى، دار السلام، القاهرة، الطبعة الأولى، ١٤١٤.
٢٥ـ حجة الله البالغة: للإمام شاه ولي الله الدهلوي، بشرح محمد شريف سكر، دار إحياء العلوم، الطبعة الثانية، بيروت، ١٤١٣.
٢٦ـ فقه الصيام: للدكتور حسن هيتو، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى، بيروت، ١٤٠٨.
٢٧ـ تحفة المحتاج بشرح المنهاج: للإمام ابن حجر الهيتمي، ومعه حواشي الشرواني وابن قاسم العبادي، دار صادر، بيروت.
٢٨ـ مناهل العرفان في فتاوى فضل بن عبد الرحمن: للشيخ فضل بن عبد الرحمن بافضل، دار المنهاج، الطبعة الأولى، ١٤٢٨.
٢٩ـ إثبات الشهور الهلالية ومشكلة التوقيت الإسلامي: للدكتور نضال قسوم، والدكتور كريم مزيان، ومحمد العتبي، دار الطليعة، بيروت، الطبعة الثانية، ١٩٩٧.

٣٠ـ الدر المنثور بالتفسير بالمأثور: للحافظ السيوطي، دار الفكر، بيروت، ١٤١٤.
٣١ ـ روائع البيان تفسير آيات الأحكام: للشيخ محمد علي الصابوني، مكتبة الغزالي بدمشق، ومؤسسة مناهل العرفان ببيروت، الطبعة الثالثة، ١٤٠٠.
٣٢ـ أحكام القرآن: للإمام أبي بكر الجصاص، بتخريج عبد السلام شاهين، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١٥.
٣٣ـ أحكام القرآن: للإمام أبي بكر ابن العربي، تعليق محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى.
٣٤ ـ التفسير الكبير: للإمام فخر الدين الرازي، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١١.
٣٥ ـ الشرح الكبير: للإمام ابن قدامة المقدسي، مطبوع مع المغني، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان.
٣٦ـ الحواشي المدنية على شرح ابن حجر على مختصر بافضل الحضرمي: مطبعة مصطفى الحلبي، الطبعة الثانية ١٣٩٧.
٣٧ـ العُدة: حاشية الأمير الصنعاني على إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام لابن دقيق العيد، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، ١٤١٩.
٣٨ ـ عمدة القاري شرح البخاري: للإمام بدر الدين العيني، دار الفكر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، ١٤١٨.
٣٩ ـ الذخيرة: للإمام القرافي، بتحقيق الأستاذ سعيد أعراب، دار الغرب الإسلامي، بيروت لبنان، الطبعة الأولى، ١٩٩٤.
٤٠ ـ الاستذكار: للإمام ابن عبد البر، بتحقيق حسان عبد المنان، والدكتور محمود أحمد القيسية، مؤسسة دار النداء، أبوظبي الإمارات، الطبعة الرابعة، ١٤٢٣.
٤١ ـ فتح الباري بشرح صحيح البخاري: للإمام الحافظ ابن حجر العسقلاني، دار الريان للتراث، القاهرة، الطبعة الأولى، ١٤٠٧.
٤٢ ـ الإعلام بفوائد عمدة الأحكام: للإمام ابن الملقن، دار العاصمة، السعودية، الرياض، الطبعة الأولى، ١٤١٧.

﴾ہماری دیگر مطبوعات﴿

---۔اردو ترجمہ قرآن بنام 'معارف القرآن'۔--

از: محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس ترجمہ قرآن کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا۔۔۔ ''شہزادے آپ اردو میں قرآن لکھ رہے ہیں''۔

---۔سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی۔--

از: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی ۔

(۱۰ جلدوں پر مبنی آسان اردو تفسیر قرآن)

---۔الاربعین الاشرفی۔--

از: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی

(۴۰ احادیث شریفہ کی محققانہ تشریح، مشکوٰۃ شریف، باب ایمان)

---۔قانون شریعت۔--

از: حضرت علامہ مفتی احمد شمس الدین رضوی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

(۲۵۰۰ مسائل پر مبنی جدید ایڈیشن)

---۔جمال الٰہی۔--

از: شیخ الاسلام حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

---۔فیضان سہروردی معہ آداب المریدین۔--

از: محمد عبدالسلام سہروردی

Would You Like To Know Something About Islam

Mohammad Masood Ahmed

Essentials Of Islam

Mohammad Masood Ahmed

---علاوہ ازیں---

مقالاتِ شیخ الاسلام---مسئلہ سلام و قیام و محفل میلاد---تعلیم دین و تصدیق جبرائیل امین
محبتِ رسول روحِ ایمان---دینِ کامل---فریضہ دعوت و تبلیغ---حدیثِ نیت کی شرح---

---

اِن تمام کتب کے انگلش تراجم۔

Allah

The Prophet of All Prophets — Ramadan

101 Islamic Terms — The Name Muhammad

The Burial Process of a Muslim — Our Daughters

ان شاءاللہ عنقریب انگریزی ترجمہ قرآن اور سیرتِ رسول ﷺ پر ایک عظیم الشان کتاب شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔اِس کے علاوہ قانون شریعت اور جمال الٰہی کا انگریزی ترجمہ بھی ہمارے پروگرام کا حصہ ہے۔

غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے لیے بہترین کتاب---

Would You Like To Know Something About Islam

---کا فرنچ اور اسپینش زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے جبکہ البانیہ کی زبان، ہالینڈ کی ڈچ زبان اور جرمنی زبان میں کام چل رہا ہے---مزید برآں---اردو، ترکی، ہندی اور عربی میں بھی اِس کتاب کے تراجم لانے کا انتظام ہو رہا ہے

''ان تمام نعمتوں کے لیے ہم رب العزت کے بے انتہا شکر گزار ہیں''

آپ ہمیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیے۔

۱۰ فروری ۲۰۱۸ء +1-914-319-3839

مُرشِدُ الأنام

إلى

رُؤيةِ الهِلال

وأحكامِ الصِّيام





Printed in Pakistan



